آئین
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۹۷۳ء

نیا ایڈیشن

تجزیہ و تبصرہ

از

نیو بک پیلس — چوک اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

کتاب	پاکستان کا آئین ۱۹۷۳ء
تالیف	صفدر حیات صفدر
ناشر	نیو بک پیلس چوک اردو بازار لاہور
پریس	ندرت پرنٹرز لاہور
کتابت	حافظ رفیق احمد
تعداد	۵۰۰
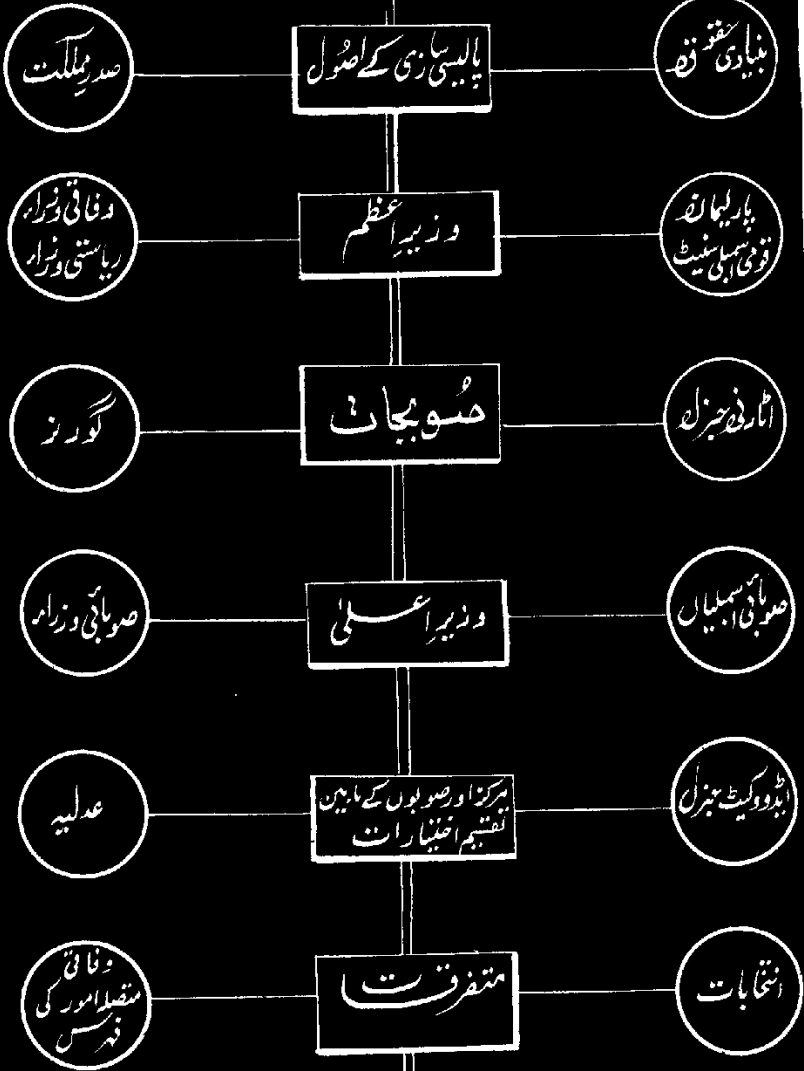
آئین کی خصوصیات
پالیسی سازی کے اصول
صدر مملکت
بنیادی حقوق
وزیر اعظم
وفاقی وزراء
ریاستی وزراء
پارلیمان
قومی اسمبلی سینیٹ
صوبجات
گورنرز
اٹارنی جنرل
وزیر اعلیٰ
صوبائی وزراء
صوبائی اسمبلیاں
مرکز اور صوبوں کے مابین
تقسیم اختیارات
عدلیہ
ایڈووکیٹ جنرل
متفرقات
وفاقی
متعلقہ امور کی
فہرست
انتخابات
آئین کا تنقیدی جائزہ

انتساب

آمر کی شکست ـــــ جمہور کی فتح ہے
نیا آئین آمریت پر جمہوریت کی فتح ہے
صبحِ نو کا اجالا پھیل رہا ہے ـــــ سلطانیٔ جمہور کا دور دورہ ہے

اے صبحِ شفق رنگ، نیا دے یہ اجالا
وہ ہے جسے خونِ دلِ جمہور نے پالا
(صفدر)

سلطانیٔ جمہور ـــــ یہ کاوش تیرے ہی نام ہے

اعتذار

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین مع تجزیہ و تبصرہ شائع کیا جا رہا ہے اس میں انتہائی احتیاط کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے بہرکیف کسی سہو یا غلطی پر مؤلف یا ناشر پیشگی معذرت طلب کرتے ہیں تاہم اس ضمن میں کسی ذمہ داری کو قبول نہیں کرتے۔

فہرست

استخابات

آئین

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۹۷۳ء

آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء۔ مملکتِ پاکستان کا مستقل، مکمل، جامع اور عوامی آئین ہے یہ آئین پاکستانی عوام کی ۲۶ سالہ جدو جہد کا ثمرہ ہے اگرچہ گزشتہ ۲۶ سالوں میں دو آئین پہلے بھی بن چکے ہیں یعنی آئین ۱۹۵۶ء و آئین ۱۹۶۲ء۔ لیکن ان دساتیر میں انقلابی عناصر کم اور منفرد شخصیت کے لیے تحفظات زیادہ تھے۔

۱۹۵۶ء کا آئین غیر نمائندہ لوگوں کا تخلیق کردہ تھا۔ ۱۹۶۲ء کا دستور شخصی آمریت کے تحفظ کا مظہر تھا موجودہ آئین پہلا جمہوری، وفاقی اور اسلامی آئین ہے جس میں سب سے زیادہ نازک مسئلے صوبائی خود مختاری کا ہمیشہ کے لیے تشفی آمیز حل پیش کیا گیا ہے موجودہ دستور کی خصوصیات کا جائزہ لینے سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ آئینی بحران کا مختصر مگر جامع تذکرہ کر دیا جائے تاکہ موجودہ آئین کی اہمیت کا زیادہ سے زیادہ احساس ہو سکے۔

قیامِ پاکستان کے وقت مملکت کا جو آئینی نظام اپنایا گیا تھا وہ انگریزوں کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء سے ماخوذ تھا۔ ایسی صورتِ حال میں ملک کو آئین کی شدید ضرورت تھی۔ حضرت قائدِ اعظم زندہ رہتے تو قوم کو دائمی اور عوامی امنگوں پر پورا اترنے والا دستور دے جاتے مگر قدرت نے ان کے وصال کے لیے عجلت سے کام لیا۔ اور بالآخر قوم پر ان کے انتقال کا جانگسل صدمہ وارد ہو گیا۔ حضرتِ قائدِ اعظم کے بعد قومی رہنمائی کی باگ ڈور قائدِ ملت لیاقت علی خان کے حصہ میں آئی۔ قوم پر قوم پرستی کا غلبہ تھا جاں نثاری کے جذبات تیز تر تھے اور قوم بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار تھی۔ یہ موقع قائدِ ملت کے لیے سنہری موقع تھا اور وہ ہر قسم کے ایثار کو حاصل کر سکتے تھے۔ مگر وہ صرف قراردادِ مقاصد ہی تیار کرا سکے۔ اس قرارداد کو تیار کرنے میں مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے عالم نے حصہ لیا۔ توقع تھی کہ اس قرارداد کی موجودگی سے دستوری مسائل طے ہو جائیں گے مگر قائدِ ملت شہید کر دیے گئے اور دستوری معاملہ خواجہ ناظم الدین کے

حصے آن پڑا۔ خواجہ ناظم الدین معتدل مزاج اور شریف النفس انسان تھے۔ اسی لیے وہ گورنر جنرل غلام محمد سے مات کھا گئے۔ اور غلام محمد نے ۱۹۵۲ء میں ان کی حکومت توڑ دی۔ بعد ازاں غیر ملک سے محمد علی بوگرہ بلوائے گئے اور انہوں نے اپنا آئینی فارمولا مرتب کیا۔

اس فارمولے کیمطابق آئین نہ بن سکا کیونکہ غلام محمد نے اسمبلی ہی توڑ دی۔ اس جبریہ اقدام کیخلاف اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین نے سندھ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا اور چیف جسٹس نے سپیکر کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس پر حکومت نے سپریم کورٹ میں رٹ کر دی۔ اس وقت سپریم کورٹ کے چیف جسٹس محمد منیر صاحب نے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلہ کو منسوخ کر کے حکومت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جب کہ جسٹس کارنیلیس نے جسٹس منیر سے اختلاف کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئینی بحران میں مخصوص سیاستدانوں کا ٹولہ اپنی من مانی کرتا رہا اور مفاد پرست باقاعدہ ساتھ دیتے رہے مرکز اور صوبوں کے درمیان نزاعی عنصر بھی قائم رہا۔

اس کے بعد ۱۹۵۵ء میں ایک نئی اسمبلی وجود میں آئی جس میں ۸۰ ارکان تھے۔ اس اسمبلی کا انتخاب بالواسطہ ہوا تھا۔ اس اسمبلی نے جو آئین چوہدری محمد علی کی حکومت میں تیار کیا اسے ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو نافذ کر دیا گیا۔ اس دستور کے سلسلے میں دو باتیں واضح تھیں اولاً اسے غیر منتخب اسمبلی نے بنایا تھا۔ ثانیاً اس پر عوامی لیگ نے دستخط نہ کیے تھے۔

۱۹۵۶ء کا آئین نافذ کر دیا گیا مگر طالع آزما سیاستدانوں اور سرمایہ داروں نے سیاسی ہتھکنڈوں سے کام لے کر اس آئین کو غیر مؤثر کر کے رکھ دیا۔ اس میں قدیم نزاع (مرکز اور صوبوں کا جھگڑا) کا وحدت مغربی پاکستان کی صورت میں حل" دیا گیا تھا اور ملک کے دونوں بازوؤں میں مساوات کی بنیاد قائم کی گئی تھی۔ ۱۹۵۸ء میں یہ آئین مارشل لاء کی نذر ہو گیا اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں نیا آئین بنا۔ جس میں فرد واحد کی حیثیت کو "آمر مطلق" کی صورت میں تحفظ دیا گیا تھا اس طرح پاکستانی قوم کے اعتماد اور خلوص کو مزید ٹھیس پہنچی اور ملت کے آلام و مصائب میں اضافہ ہو گیا۔ عوام اور حکومت کے درمیان فاصلے بڑھتے چلے گئے۔ اس آئین کی بدولت مشرقی پاکستان کے اس احساس نے جنم لیا کہ سارا اقتدار مغربی پاکستان میں مرتکز ہو گیا ہے اور مشرقی پاکستان کے عوام استحصال کا شکار ہو رہے ہیں۔ مشرقی پاکستان کے رہنما مساوات کے اصول کے کاربند تھے نگران کے دلوں میں فوجی آمریت کے سبب بیشمار شکوک تھے یہ شبہات کہاں تک درست تھے یہ الگ بحث ہے۔

۱۹۶۲ء کا آئین ۱۹۶۹ء تک چلا جب کہ دوسرے فوجی جرنیل یحییٰ خان نے مسند اقتدار پر قبضہ

کرنے سے پیشتر اعلانِ مارشل لا ر کیا ۔ اس مارشل لا ء نے قوم کی رہی سہی قوتِ اعتماد کو بھی شکست دے دی ۔ اور قوم مایوسی کی گھمبیر تاریکی میں غوطے کھانے لگی ۔ قوم کو کسی ایسے لیڈر کی تلاش تھی جو قومی مسائل کو جدید روشنی میں حل کرے ۔ اور ملک کو ایسا آئین دے جسے چلانے کی ضرورت نہ پڑے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان نے صدر بھٹو اور ان کی پارٹی کو اپنی رہنمائی کے لیے منتخب کر لیا مشرقی پاکستان کے عوام نے شیخ مجیب کو لیڈر چن لیا ۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد صدر بھٹو صاحب کو مسندِ اقتدار ملی تو ملت کی کشتی ڈانوا ڈول تھی ۔ صدر بھٹو نے اسے سہارا دیا ۔ بھنور سے نکالا ، قوم سے کیے وعدے پورے کیے ۔ اور آئین دینے کے وعدے پر بھی عمل پیرا ہو گئے آئین کی تیاری کے لیے فضا سازگار کرنے کی خاطر انہوں نے بنیپ پر سے پابندی ہٹا دی ۔ جلسے جلوس ہونے لگے چاروں صوبوں میں سول گورنر مقرر کیے ۔ سہ جماعتی معاہدہ باہمی افہام و تفہیم سے وجود میں آیا ۔ اسمبلی کے اجلاس میں مارشل لا ہٹا دینے کا اعلان کیا اور عبوری آئین نافذ کر دیا ۔

۱۴ اپریل ۱۹۷۲ء کو دستوریہ کا صدر منتخب ہونے کے بعد صدر بھٹو نے پُر زور انداز میں فرمایا کہ نیا دستور تحریکِ پاکستان کے پس منظر کو مدِ نظر رکھ کر اور دو قومی نظریہ کے مطابق مرتب کیا جائے گا عبوری آئین کے نفاذ کے بعد وزیر قانون کی سرکردگی میں ۲۵ رکنی آئینی کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی میں اپوزیشن پارٹیوں کے ارکان بطور نمایندہ شامل تھے ۔ کمیٹی نے یکم جولائی ۱۹۷۲ء کو کام شروع کیا ۔ کام بخیر و خوبی چلتا رہا ۔ مگر اکتوبر ۱۹۷۲ء میں آئینی امور پر حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے درمیان تعطل پیدا ہو گیا ۔ باہمی گفت و شنید ہوئی ۔ اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو متفقہ آئینی فارمولا تیار کر لیا گیا ۔ جس کی روشنی میں دستور تیار کیا جانا تھا ۔ اس فارمولا میں پاکستان کے وفاقی پارلیمانی اسلامی آئین کے اصول مرتب کر دیے گئے ۔ آئین سازی کا کام پہلے تو میاں محمود علی قصوری صاحب کی زیرِ قیادت ہوتا رہا اور ان کے مستعفی ہونے کے بعد عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب نے وزیرِ قانون کی حیثیت سے کام سنبھالا ۔ اور آئینی امور کی تکمیل کا کام جاری رہا ۔ یہ امر طے کر لیا گیا کہ ۱۴ اپریل ۱۹۷۳ء تک آئین تیار کر لیا جائے گا ۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء تک دستوری مسودہ تیار کر لیا گیا ۔ اپوزیشن نے اس مسودہ کی تیاری میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ اپنے اختلافی نوٹ بھی لکھے ۔ بعد ازاں یہ مسودہ قومی اسمبلی میں بحث اور منظوری کے لیے پیش کر دیا گیا ۔

اسمبلی میں آئین کی منظوری زیادہ مشکل نہ تھی کیونکہ عام پارلیمانی حکومت کے مطابق اسمبلی کی اکثریت کی رائے درکار تھی اور اسمبلی میں اکثریت پیپلز پارٹی کی ہے جس کے ساتھ مسلم لیگ قیوم گروپ اور نیپ ٔلی گروپ بھی شامل ہے ۔ اس طرح ۱۴۶ میں سے ۱۱۰ ارکان حزبِ اقتدار متفقہ طور پر منظوری

دینے کے لیے تیار تھے مگر صدر بھٹو نے وسیع تر قومی مفاد کی خاطر ضروری سمجھا کہ افہام و تفہیم کے دروازے کھلے رکھے جائیں۔ اور اپوزیشن کو اظہار رائے کا پورا موقع دیا جائے۔ اپوزیشن کا کام آئینی امور میں مدد دینا تھا مگر آئین کی تیاری کے دوران ایسے مقامات بھی آئے جب اپوزیشن نے تعطل پیدا کر دیا۔

مارچ ۱۹۷۳ء میں اپوزیشن نے آئینی ترامیم منوانے کی خاطر متحدہ محاذ بنا لیا اور یہ کشمکش اس درجہ پر پہنچ گئی کہ ۳ مارچ کو متحدہ محاذ نے اسمبلی کا بائیکاٹ کر دیا۔ حکومت نے اس ساری صورت حال کا کمال تدبر و تحمل سے جائزہ لیا اور اپوزیشن سے گفت و شنید جاری رکھی بالآخر حکومت اور اپوزیشن کے مابین اختلافات جاتے رہے اور اپوزیشن کی متعدد ترامیم منظور کر لیا گیا اس طرح اپوزیشن نے بائیکاٹ ختم کر دیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو اسمبلی میں آئین اپوزیشن سمیت تمام پارٹیوں نے منظور کر لیا اس طرح پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار عوامی نمائندوں کا تیار کردہ مستقل وفاقی پارلیمانی آئین تیار کر لیا گیا جس کی اساس اسلامی اصولوں پر رکھی گئی ہے اس دستور کی ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو صدر مملکت نے توثیق کر دی۔

آئین کی نمایاں خصوصیات
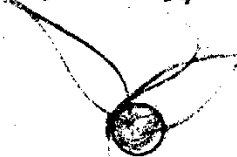
ہر آئین کی خصوصیات جداگانہ حیثیت کی حامل ہوتی ہیں موجودہ دستور کی خصوصیات کچھ یگانہ صفت بھی ہیں اور کچھ عمومی بھی بحیثیت مجموعی یہ آئین ایک بہتر آئین ہے آئین ۲۸۰ دفعات پر مشتمل ہے۔

دیباچہ

عموماً دستور بھی دیباچہ ہوتا ہے، موجودہ پاکستانی آئین کا بھی دیباچہ ہے جس میں قرارداد مقاصد کو جگہ دی گئی ہے۔ اور حاکمیت اعلیٰ کا منبع خدائے بزرگ و برتر کی ذات کو قرار دیا گیا ہے۔ قرارداد مقاصد کو مارچ ۱۹۴۹ء میں قائد ملت لیاقت علی خان نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی مدد سے تیار کروایا تھا۔ دراصل مسلمانان برصغیر نے پاکستان اسلامی آئیڈیالوجی کی خاطر حاصل کیا تھا اور نظریہ اسلام کے فروغ، اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور مملکت کی بنیاد میں اسلام کے رول کو نمایاں کرنے کی خاطر اسلامی اصولوں کو قرارداد مقاصد کی شکل میں آئین کے دیباچہ میں شامل کرایا۔ اس قرارداد کو ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر میں بھی جگہ دی گئی تھی۔ موجودہ دستور میں بھی اسے جگہ دی گئی ہے آئین کی منظوری کے وقت وزیر اطلاعات و نشریات و حج و اوقاف جناب مولانا کوثر نیازی صاحب کی تحریک پر اس قرارداد میں ایک ترمیم کی گئی۔ جو اختیاراتِ خداوندی کے سلسلہ میں تھی۔ مولانا موصوف کا موقف تھا کہ خدا حاکم مطلق ہے اور وہ اپنے اختیارات کسی کو منتقل نہیں کرتا۔ قراردادِ مقاصد کی حیثیت اپنی جگہ مسلّم ہے اور ترمیم کے سلسلہ میں یہ بحث خالص علمی نوعیت کی ہے جس کا تعلق قانون سے ہے اور یہاں طوالت مانع ہے دستور میں اس قرارداد کی موجودگی سے طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔ اس قرارداد سے بردباری، انسانی مساوات، عدل اجتماعی اور اسلامی طرزِ حیات کے جذبات سامنے آتے ہیں جنھیں دستور کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس میں یہ حقیقت تسلیم کی گئی ہے کہ ساری کائنات صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے۔ مملکت پاکستان کے لوگ اللہ کی بتائی ہوئی حدود کے اندر رہتے ہوئے اسے ایک مقدس امانت جان کر عمل میں لائیں گے جمہوریت مساوات آزادی رواداری اور معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں کی پابندی کریں گے اس مملکت کے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ

---

[1] صدارتی احکام، قواعد، صدر کے آرڈیننس اور جدول اوّل میں مذکور دیگر امور بھی شامل دستور ہیں۔

انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن حکیم اور سنتِ رسول میں بیان کی ہوئی اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق ڈھال لیں گے۔ وہ قائد اعظم کے اعلان کی روشنی میں ایک ایسی مملکت تعمیر کریں گے جو معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہو گی اور جہاں مساوات پر مبنی معاشرہ تخلیق کیا جائے گا۔

۲۔ بنیادی حقوق

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں بنیادی حقوق سے متعلق ایسی دفعات رکھی گئی ہیں جو عوام کی ان خواہشات کی ترجمان ہیں جو برسوں سے ان کے دلوں میں پرورش پا رہی تھیں ان حقوق کے سبب ایسا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے جو مفاہمت، سچائی، جمہوریت، سماجی انصاف، راست روی اور باہمی تعاون و معاونت پر مشتمل ہو حقیقت یہ ہے کہ انسان کے بنیادی حقوق کسی بھی ترقی پسند دستور کی روح ہوتے ہیں بنیادی حقوق ایسی قوت محرکہ ہیں جن سے مقننہ کی حدود پر پابندی لگتی ہے۔ موجودہ آئین کے مطابق بنیادی حقوق کا تحفظ حکومت کا کام ہو گا۔ ان حقوق میں مساوی درجے اور مواقع، سماجی اقتصادی اور سیاسی انصاف، عقیدے، اظہار رائے، مذہب، افکار، عبادت، اجتماع اور انجمن سازی کی آزادیاں شامل ہیں۔

بنیادی حقوق کے سلسلہ میں ہر شخص قانون کی نظر میں برابر ہو گا۔ تجارت، کاروبار، پیشے کے انتخاب کی آزادی ہو گی۔ اقلیتوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے جنس کی بنیاد پر کسی سے کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے گا۔ قانونی ضروریات کے سوا کسی بھی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی، بیگار اور بچوں سے مزدوری ممنوع قرار پائی ہے۔ دوہری سزا، سابقہ مدت سے سزا کا آغاز، نقل و حرکت کی پابندی، تفریحی مقامات تک رسائی میں رکاوٹ اور احترام آدمیت کی تضحیک ممنوع قرار دی گئی ہے۔ انتخابی اداروں میں ثقافت، زبان، عقیدہ اور مذہب کی بنا پر امتیاز برتنے کے خلاف تحفظ کیا جائے گا۔ مذہبی ادارے چلانے، مذہب کی تعلیم حاصل کرنے اور جائیداد کے حقوق کے لیے آئینی تحفظات موجود ہیں غرضیکہ موجودہ آئین میں اس امر کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل ہوں اس سلسلہ میں عدلیہ سے رجوع کرنے کا حق خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔

۳۔ اقلیتوں کے حقوق

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دیباچۂ آئین اور پالیسی وضع کرنے کے اصولوں میں اقلیتوں کے حقوق کی وضاحت

کر دی گئی ہے ۔ پاکستان کے آئین میں اکثریتی اور اقلیتی ہر فرقے کو مساوی حقوق حاصل ہیں ایسا ہونا بھی چاہیئے ۔ مسلمان بھی ہندوستان میں اقلیت میں تھے اور امتیازی سلوک کا شکار ہوتے رہتے تھے قیام پاکستان کے بعد یہ ضروری امر تھا کہ اقلیتوں کا خیال رکھا جائے ۔ اور امتیازی سلوک روا نہ رکھا جائے ۔ اور ان کو اکثریت کے مساوی حقوق دیے جائیں ۔ اس دستور میں اقلیتوں کو مذہبی، ثقافتی اور تمدنی آزادی ہو گی انہیں اپنے اظہارِ خیال ، اظہارِ یقین وعقیدہ، عبادات اور اجتماع کی آزادی دی گئی ہے بمطابق آئین ہر شہری قانون اور امن عامہ کے دائرے اور اخلاقیات کی حدود میں رہ کر اپنے مذہب کی پیروی کرے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ضروری اقدامات کرنے کا مجاز ہو گا ہر مذہبی گروہ اپنے مذہبی اداروں کو چلانے کا حقدار ہو گا کسی اقلیت کو مجبور نہ کیا جائے گا کہ وہ اپنے مذہب کے بجائے کسی دوسرے مذہب کی اشاعت میں رقم خرچ کرے ۔ کسی تعلیمی ادارے میں ایسی مذہبی تعلیم تقریب یا عبادت میں کسی شخص کی شرکت ضروری نہ ہو گی جس کا اس کے اپنے مذہب سے تعلق نہ ہو ہر فرقہ اپنے مخصوص تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کا حق ہو گا ۔ اس کے علاوہ کسی بھی فرقے کے مذہبی اداروں کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینے یا ٹیکس میں رعایت دینے کے سلسلے میں کوئی تخصیص و تعصب روا نہ رکھا جائے گا ۔ اقلیتوں کے لیے جن جن حقوق کا ذکر کیا گیا ہے ان سے اقلیتوں کو تحفظات مل گئے ہیں اور انہیں کبھی مایوس اور بد دل نہیں امتیازی سلوک کا شکوہ نہ کرنا پڑے گا ۔ یہ اس دستور کی خوبی ہے ۔

۴ ۔ حقوق جائیداد

موجودہ آئین کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں اقتصادی اور سماجی انصاف کی خاطر کئی دفعات رکھی گئی ہیں ۔ جیسا کہ آئین میں مذکور ہے حکومت کوشش کرے گی کہ دولت ۔ وسائل تولید و تقسیم چند ہاتھوں میں تقسیم نہ ہو جائیں ۔ سب لوگوں کو خواہ سرکاری ملازم ہوں یا نہ ہوں لازمی بیمہ کی سہولت فراہم کی جائے گی ۔ سب لوگوں کو بلا امتیاز رنگ و جنس ، نسل ، خوراک ، لباس ، مکان ، تعلیم اور طبی سہولتیں فراہم کرنے کی بھی بھرپور سعی کی جائے گی ۔ ربا کے خاتمے اور دیگر معاشرتی برائیوں کی بیخ کنی کے لیے متعدد دفعات رکھی گئی ہیں سماجی انصاف کی تکمیل کے لیے ذاتی ملکیت کی رکاوٹ کا مسئلہ بھی حل کر دیا گیا ہے ۔ پارلیمان کو ذاتی حد ملکیت کی تعین کا حق دے دیا گیا ہے ۔ تاکہ وہ ایسے قوانین بنائے جن کے رُو سے ناجائز اور خلافِ قانون اور کسب حرام سے حاصل شدہ املاک حکومت ضبط کر سکے اور مفادِ عامہ کے لیے استعمال میں لاسکے ۔ بچوں اور عورتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے یہ معاملہ انسانی مسائل سے متعلق ہے اور اسے اس طرح حل کر دیا گیا ہے

کہ بچوں اور عورتوں کو اپنی عمر اور جنس کے مطابق مناسب کام دیا جائے مزید برآں عورتوں کو دوران زچگی مختلف سہولتیں بہم پہنچانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کے تحفظ کی خاطر مختلف برائیوں کے سدباب کا انتظام بھی کیا گیا ہے اس سلسلہ میں منشیات کا استعمال، جوئے، جسم فروشی، مخرب اخلاق اشتہارات اور مواد کی چھپائی، اشاعت، تقسیم اور نمائش پر پابندی ہوگی۔ مملکت شراب کے استعمال پر طبی ضرورتوں اور غیر مسلموں کے مذہبی مقاصد کے سوا، پابندی عاید کرنے کی کوشش جاری رکھے گی۔

ان دفعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی دفعات کی پابندی مزیدی خیال کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ غیر مشروع چیزوں پر پابندی لگانے کے اقدامات بھی کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۵۔ اسلامی دفعات

دینِ اسلام پاکستان کی نظریاتی اساس ہے آئین نو میں پہلی بار دفعہ ۲ کے ذریعے دین اسلام کو مملکت کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صدر اور وزیر اعظم کو مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ حلفیہ طور پر مندرجہ ذیل چیزوں پر ایمان رکھنے کا اقرار کرنا ہوگا۔

۱۔ توحیدِ الٰہی پر
۲۔ صحائف آسمانی پر جن میں قرآن حکیم آخری صحیفہ ہے۔
۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر اور یہ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔
۴۔ یوم قیامت پر
۵۔ قرآن اور سنت کے تمام تقاضوں اور تعلیمات پر

ان چیزوں کے علاوہ حلفِ وفاداری کے جو متن صدر، وزیر اعظم، مرکزی وزراء، صوبائی گورنر، صوبائی وزراء، نیشنل اسمبلی کے ارکان اور سینیٹ کے ارکان کے لیے تجویز کیے گئے ہیں ان میں دیگر باتوں کے علاوہ اسلامی آئیڈیالوجی کی حفاظت کا اقرار بھی شامل ہے ان باتوں کے علاوہ عربی زبان کی تعلیم کے لیے خاص سہولتیں دی جائیں گی۔ قرآن پاک کی صحیح طباعت واشاعت کی ضمانت دی جائے گی۔

اس سلسلہ میں مولانا کوثر نیازی صاحب نے قرآن پاک شائع کرنے والوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ آئندہ قرآن پاک میں غلطی کی موجودگی پبلشر کو مستوجب سزا قرار دیا جا سکے گا۔ انھوں نے لیتھو پر قرآن پاک کی چھپائی بھی ممنوع قرار دینے کا اظہار کیا، اس دستور میں اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی جائے گی جن کے اراکین کا سربراہ عدلیہ سے متعلق کوئی شخص ہوگا۔

صرف یہیں پر بات ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ایسے اقدامات کی ضمانت دی گئی ہے جن کی بدولت مسلمانان

پاکستان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی عقائد اور اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کر سکیں۔ اس امر کی کوشش کی جائے گی کہ پاکستان میں مسلمان کے لیے قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ اخلاقی اصولوں کے پرچار کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کے مناسب انتظام کی ضمانت دی جائے گی۔ علاقائی، قبائلی، نسلی، صوبائی اور فرقہ درانہ تعصبات کی بیخ کنی کی جائے گی۔ موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال دیا جائے گا۔ اور آئندہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلامی تعلیمات سے مغائرت رکھتا ہو۔ نفاذِ آئین کے روز سے ۹۰ دن کے اندر ایک اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل کی جائے گی جس کے اراکین قرآن مجید اور سنتِ نبوی کی روشنی میں اسلام کے فلسفے اور اصولوں کا ادراک رکھتے ہوں اور پاکستان کے اقتصادی، سیاسی، قانونی اور انتظامی مسائل کو سمجھتے ہوں۔ یہ اراکین مختلف مکاتب فکر سے تناسب نمائندگی کی بناء پر لیے جائیں گے۔ ان اراکین میں کم از کم دو رکن سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے موجودہ یا سابق جج ہوں گے۔ چار رکن ایسے ہوں گے جو ۱۵ سال یا اس سے زیادہ اسلامی تحقیقات اور تعلیم کے سلسلہ میں خدمات دے چکے ہوں گے۔ اس کونسل کے پاس پارلیمان کے دونوں ایوان صوبائی اسمبلیاں، صدر مملکت اور صوبائی گورنر کسی بھی وقت مسودۂ قانون بھجوا سکیں گے۔ تاکہ اس قانون کے اسلامی اصولوں کے مطابق ہونے کا پتہ چل سکے۔ آئین میں کونسل کے دیگر فرائض کی صراحت بھی موجود ہے المختصر اس آئین میں اسلامی دفعات اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ حکومت معاشرہ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا عزم رکھتی ہے۔

۶۔ نیا اقتصادی اور سماجی نظام

عدل اجتماعی اور معاشی انصاف کی خاطر حکومت نے اس آئین میں متعدد دفعات رکھی ہیں۔ نئے آئین میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ قانونی ضروریات کے علاوہ کسی شخص کو ذاتی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا پارلیمان کو اس امر کا مجاز قرار دیا گیا ہے کہ وہ جائیداد کی ایک حد مقرر کر سکتی ہے۔ پارلیمان غیر قانونی اور ناجائز ذرائع سے پیدا کردہ جائیدادوں کی واگزاری اور ضبطی کے بھی اختیارات دیے گئے ہیں پارلیمان کسی جائیداد کا قبضہ یا وصولی لے سکتی ہے جبکہ یہ قبضہ یا وصولی کسی قانونی جواز کے تحت ہو جس کا جائیداد پر قبضہ یا وصولی سے متعلق ہے اور پوری صراحت اور تفصیل سے موضوع سے بحث کرتا ہے یہاں جائیداد کا مطلب غیر منقولہ جائیداد کوئی تجارت یا صنعتی کاروبار یا اس سے متعلق کوئی حصہ ہے۔ (اس سلسلہ میں تفصیلی بحث بنیادی حقوق کے باب میں آئے گی)

۷۔ صوبائی خود مختاری

صوبائی خود مختاری کا مسئلہ پاکستان کے لیے ایک نزاعی مسئلہ رہا ہے۔ پاکستان کی گزشتہ تاریخ اس مسئلہ کو حل کرنے اور آئین سازی کی کوششوں میں لگی ہوئی حکومتوں کی تاریخ ہے۔ محلِ شکر ہے کہ اس مسئلہ کو باحسن طریقہ سے حل کر لیا گیا ہے۔ وفاقی حکومت اور صوبوں کے درمیان مدات کو دو فہرستوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ ایک "فیڈرل لیجسلیٹو لسٹ" اور دوسری "کانکرنٹ لیجسلیٹو لسٹ"۔ پورے ملک کی اقتصادی حالت کا وقتاً فوقتاً جائزہ لینے کے لیے ایک قومی اقتصادی کونسل کام کرے گی جس میں وزیرِ اعظم اور ہر صوبے کا ایک نمائندہ شامل ہو گا۔ یہ کونسل وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو سماجی، مالیاتی، اقتصادی اور تجارتی شعبوں میں منصوبہ بندی کے لیے مفید مشورے دے گی۔

صدر ایک نیشنل فائنانس کمیشن بھی تشکیل دیں گے جس میں صوبوں کو نمائندگی دی جائے گی۔ یہ کمیشن مشخص ٹیکسوں بشمول انکم ٹیکس، کارپوریشن ٹیکس، سیلز ٹیکس اور برآمدی پر برآمدی ڈیوٹی کی تقسیم، صوبائی حکومتوں کو امدادی رقوم اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے قرض لینے کے اختیارات کے استعمال کے کے متعلق اپنی سفارشات پیش کرتا رہا کرے گا۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی مؤثر شراکت کے لیے ایک نیا نظام مرتب کیا گیا ہے مدات کی وفاقی فہرست کے حصہ دوم کی مدات میں ریلوے، معدنی تیل، قدرتی گیس، اور ان صنعتوں کی نزدیک و ترقی جہاں وفاقی کنٹرول مفادِ عامہ کے لیے ضروری ہو، نیز واپڈا، مغربی پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن دیگر وفاقی کارپوریشن وغیرہ اور کانکرنٹ لسٹ میں بجلی کی مد وغیرہ ہیں۔ آئین میں صدر کے زیرِ قیادت مشترکہ مفادات کی قومی کونسل کی تشکیل کی شقیں بھی رکھی گئی ہیں۔ اس کونسل میں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور ان کی تعداد کے برابر وزیرِ اعظم کے نامزد کردہ وفاقی حکومت کے ممبران شامل ہوں گے۔

کانکرنٹ لسٹ میں بجلی کی مد کے متعلق یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ وفاقی حکومت کسی صوبے میں ہائیڈرو الیکٹرک اور تھرمل پاور تنصیبات اور گرڈ اسٹیشن تعمیر کر سکتی ہے۔

صوبائی حکومت اپنے طور پر صوبے کے اندر بجلی کے صرف پر ٹیکس لگا سکتی ہے، بجلی گھر تعمیر کر سکتی ہے اسی طرح صوبوں کے لیے قدرتی گیس کی ترسیل و تقسیم کے متعلق شقیں موجود ہیں۔

صوبائی خود مختاری کے لیے ایک واضح اور سب کے لیے قابلِ قبول نظام اپنا کر اس مسئلہ میں تنازعہ کی راہ بند کر دی گئی ہے۔ دفعہ ۱۴۲ ج کی رو سے صرف صوبائی اسمبلی ہی ایسے امور پر قانون سازی کرے گی جن کا ذکر وفاقی فہرست میں ہے اور نہ متعلقہ امور کی فہرست میں۔

۸۔ عدلیہ کی آزادی

عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی کے تصور کا مسئلہ خاصہ پیچیدہ رہا ہے آئین ۱۹۷۳ء میں یہ مسئلہ بھی حل کر دیا گیا ہے۔

اس آئین میں عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی کی مدت بھی متعین کر دی گئی ہے جو تین سال ہے جج صاحبان کی شرائط ملازمت اور فرائض کی انجام دہی کو اس طرح وضع کیا گیا ہے کہ عدلیہ کو زیادہ سے زیادہ آزادی ملے۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر پاکستان کریں گے۔ عدالت کے باقی ججوں کا تقرر بھی صدر کریں گے۔ (طریق کار تفصیل سے آگے بیان کیا جائے گا)

ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر بھی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورہ سے صدر ہی کریں گے ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر بھی بالآخر صدر ہی کریں گے (تفصیل آگے آئے گی)

سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج صاحبان سے کسی بھی جج کو برطرف کرنے کے لیے سپریم جوڈیشل کونسل کام کرے گی۔ سپریم کورٹ کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ پورے پاکستان کے لیے ہدایات جاری کرے، ڈگریاں لاگو کرے اور فیصلوں پر عملدرآمد کا حکم دے۔ کسی صوبے کی ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار میں آنے والے معاملہ میں سپریم کورٹ کا فیصلہ اسی طرح مؤثر سمجھا جائے گا جیسے وہ متعلقہ ہائی کورٹ کی طرف سے جاری شدہ حکم کی صورت میں سمجھا جاتا۔

۹۔ تحریری اور جامع دستور

آئین ۱۹۷۳ء تحریری اور جامع ہے۔ ہر مستقل آئین میں اس امر کی گنجائش رکھی جاتی ہے کہ مستقبل میں وقت کے تقاضوں کا ساتھ دینے کے لیے ترمیم کی گنجائش رکھی جاتی ہے۔ موجودہ آئین میں ترمیم کا طریقہ اتنا دشوار نہیں۔ دستور کے کسی حصے میں ترمیم کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے ہوں گے:

۱۔ آئین میں مجوزہ ترمیم کا بل قومی اسمبلی (پارلیمان کے ایوان زیریں) میں پیش کیا جائے گا۔ اگر اسمبلی کے کل ارکان کی ۲/۳ اکثریت اس بل کے حق میں رائے دے دے تو اس بل کو سینٹ (پارلیمان کے ایوان بالا) کے سپرد کر دیا جائے گا۔

۲۔ اگر سینٹ کے ارکان کی اکثریت بل کو منظور کر لے تو اسے صدر کے پاس منظوری کے لیے روانہ کر دیا جائے گا۔

۳۔ اگر سینٹ کی طرف سے بل کی منظوری ترامیم کے ساتھ ہو تو بل کو دوبارہ غور کے لیے قومی اسمبلی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اگر اس بار قومی اسمبلی بل کو سینٹ کی مجوزہ ترامیم کے

باوجود ۲/۳ اکثریت سے منظور کرلے تو اس بل کو صدر کے پاس منظوری کے لیے بھیج دیا جائے گا۔

۴۔ اگر سینیٹ بل وصول کرنے کے بعد ۹۰ دن تک منظوری کا اظہار نہ کرے تو بل سینیٹ سے نامنظور تصور کیا جائے گا۔

۵۔ صدر بل وصول کرنے کے بعد سات دن کے اندر اندر منظوری دے گا۔ اگر مدت مقررہ کے بعد یہ بل منظور متصور ہوگا۔

۶۔ جب صدر منظوری دے دے یا بل منظور سمجھا جائے۔ تو یہ پارلیمان کا ایکٹ بن جائے گا اور دستور بل میں پیش کردہ ترامیم کی حد تک ترمیم شدہ متصور ہوگا۔

۷۔ آئین میں ترمیم کا ایسا بل جس کا کسی صوبے کی حدود میں تغیر واقع ہوتا ہو قومی اسمبلی اس وقت تک پاس نہ کر سکے گی جب تک کہ متعلقہ صوبے کی اسمبلی اپنے ارکان کی ۲/۳ اکثریت سے اس بل کی حمایت میں قرارداد پاس نہ کرے۔

یہاں یہ امر واضح کر دیا جائے کہ بھارتی دستور میں ترمیمی بل کی منظوری لوک سبھا میں حاضر کارروائی میں حصہ لینے والے ممبران کی ۲/۳ اکثریت کرتی ہے جبکہ پاکستان کے کل ممبران کی ۲/۳ اکثریت درکار ہوتی ہے۔

مستقل آئین

مستقل آئین ۱۹۷۳ء ایک مستقل آئین ہے گزشتہ ادوار میں ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر کا جو کچھ حشر ہوا اس کے پیش نظر آئین کو تحفظ دینے کے اقدامات کرنے بھی ضروری ہیں۔ موجودہ حکومت نے دفعہ ۶[1] اسی سلسلہ میں رکھی ہے۔ جو یوں ہے۔

۱۔ کوئی ایسا شخص جو طاقت کے ذریعے، طاقت کے مظاہرے کے ذریعے یا کسی دوسرے غیر دستوری طریقے سے دستور کو منسوخ کرتا ہے یا اس کی کوشش و سازش میں شریک ہوتا اور کوئی شخص جو دستور کی تخریب کرتا ہے یا اس کی کوشش و سازش میں شریک ہوتا ہے وہ شدید قسم کی غداری کا مرتکب ہوگا۔

۲۔ اسی طرح وہ شخص بھی شدید قسم کی غداری کا مرتکب ہوگا جو ذیلی دفعہ ۱ میں بیان کردہ اقدامات

---

[1] دفعہ $\frac{۲۳۹}{۱}$ ، $\frac{۲۳۹}{۲}$ ، $\frac{۲۳۹}{۳}$ ، $\frac{۲۳۹}{۴}$ ، $\frac{۲۳۹}{۵}$ ، $\frac{۲۳۹}{۶}$ ، $\frac{۲۳۹}{۷}$

میں کسی کی مدد و اعانت کرتا ہے۔

۴۔ جو لوگ شدید قسم کی غداری کے مرتکب ہوں گے انھیں قرار واقعی سزا دینے کے لیے پارلیمان کو قانون بنانا ہوگا۔

ان اقدامات کی موجودگی میں کسی کو آئین منسوخ کرنے یا کرانے کا حوصلہ نہ ہوگا۔

۱۱۔ وفاقی دستور موجودہ دستور وفاقی پارلیمانی دستور ہے۔ یہ ملک قیام پاکستان کے وقت ہی سے وفاقیت کی صورت میں ہے۔ موجودہ وفاق میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، بلوچستان اور سندھ شامل ہیں۔ مشرقی پاکستان کی شمولیت کے لیے بھی شق موجود ہے۔ بعض عناصر کا موقف ہے کہ وفاق میں شامل صوبوں کے نمائندوں کا آئین کی ترتیب و تشکیل میں حصہ لینا ضروری ہے۔ ورنہ آئین وفاقی نہ ہوگا۔

اگر مرکز اور صوبوں کے درمیان تقسیم اختیارات پر اختلاف پایا جاتا ہے اور ان اختلافات کے باوجود آئین تیار کر لیا گیا ہے اور منظور بھی ہو گیا ہے۔ تو ایسا دستور وفاقی نہ ہوگا۔ حالانکہ ایسا کہنا مشکل ہے کیوں کہ اگر صوبوں کے منشا کے پیش نظر مرکز وہی اختیارات اپنے پاس رکھے جو صوبوں کے پیش نظر اور باقی صوبوں کو مل جائیں تو پھر صوبوں کو اعتراض کا حق نہیں پہنچتا جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ پاکستان ایک قوم پر مشتمل ہے یہاں چار قومیتیں نہیں ہیں۔ اور پاکستان ابتدا ہی سے وفاقی صورت میں وجود میں آیا تھا۔

اب مرکز سے کسی صوبے کی جدائی محض ڈھونگ ہے۔ جبکہ موجودہ آئین میں تو صوبائی خود مختاری کا مسئلہ بھی ہمیشہ کے لیے حل کر دیا گیا ہے۔ اور صوبوں کو اس قدر خود مختاری دی گئی ہے کہ بھارت میں بھارتی صوبوں کو بھی اتنی خود مختاری حاصل نہیں۔ اختیارات کی فہرس اس قدر واضح اور صریح ہیں کہ اختلافات کی کوئی گنجائش نہیں پھر اس آئین پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں نے دستخط کیے ہیں۔ اور بخوشی کیے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں کسی صوبے کے کسی رہنما کا یہ کہنا کہ یہ آئین کسی صوبے کی مرضی کے خلاف بنا ہے۔ حیرت انگیز اور قابلِ تشویش ہی نہیں بلکہ ملکی یکجہتی کے لیے نقصان دِہ بھی ہے۔

پارلیمانی نظامِ حکومت: پاکستان میں آئین ۱۹۷۳ء کی رو سے پارلیمانی جمہوری نظام استوار ہوگا۔ ہر صوبہ کی اپنی اسمبلی ہو گی۔ مرکز میں مقننہ دو ایوانی ہو گی۔ ایوان زیریں قومی اسمبلی اور ایوان بالا سینٹ کہلائے گا قومی اسمبلی میں دو سو منتخب نمائندے ہوں گے۔ جبکہ سینٹ میں ۶۳ ارکان ہوں گے قومی اسمبلی اور

سینٹ کی تفصیل آگے آئے گی ۔ آئین میں موجودہ قومی اسمبلی، سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کا جداگانہ ذکر بھی موجود ہے ۔

بُنیادی حقوق

بنیادی حقوق ایسی پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں عوام برسراقتدار طبقہ کی دھاندلیوں سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے پناہ لے سکتا ہے ۔ قیام پاکستان بنیادی حقوق کے حصول کی جدوجہد کی کہانی ہے غلپائن میں مسلمانوں کا خون صرف اسی لیے بہایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے بنیادی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں جن سے انہیں محروم رکھا جا رہا ہے ۔ اس سلسلہ میں آئین میں متعدد دفعات مذکور ہیں ۔

۱ ۔ کوئی قانون یا رسم و رواج جسے قانون کی حیثیت حاصل ہو اس باب میں بیان کردہ حقوق کے جس حد تک غیر مطابق ہوگا اس حد تک کالعدم قرار پائے گا ۔

۲ ۔ ریاست کوئی ایسا قانون نہیں بنائے گی جو دیے جانے والے حقوق کو سلب یا کم کر دے ۔ اور جو قانون اس شق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنایا جائے گا وہ خلاف ورزی کی حد تک کالعدم قرار پائے گا ۔

۳ ۔ اس دفعہ کی مشتملات کا اطلاق مندرجہ ذیل صورتوں میں نہیں ہوگا ۔

الف ۔ مسلح افواج یا پولیس یا اس طرح کے دیگر افراد جن پر امن عامہ کے فرائض عائد ہوں گے متعلق قانون سازی پر اس دفعہ کا اطلاق نہیں ہوگا تاکہ ان کے درمیان نظم و ضبط قائم رہے ۔ اور وہ اپنے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کر سکیں ۔

ب ۔ وہ قوانین جو پہلے گوشوارے میں شامل ہیں ۔ اور (اس دستور کے نفاذ کے روز اول سے پہلے نافذ ہیں ان پر اس دفعہ کا اطلاق نہیں ہوگا ۔

چنانچہ ایسا کوئی قانون یا اس کی کوئی گنجائش اس بنا پر کالعدم نہیں ہوگا کہ وہ اس باب کی مشتملات سے مطابقت نہیں رکھتی یا اس سے متصادم ہے ۔

۴ ۔ اس کے باوجود، ذیلی دفعہ ۳ کے پیراگراف (ب)، کے ذیل میں آنے والے ان قوانین کو جو معاشی اصلاحات سے متعلق و مربوط نہ ہوں، نفاذ کے دن سے دو دن کے اندر متعلق مقننہ اس باب میں درج شدہ حقوق کے مطابق بنائے گی ۔

بشرطیکہ متعلقہ مقننہ ایک قرارداد کے ذریعہ دو سال کی مذکورہ مدت میں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کی توسیع نہ کرے۔

وضاحت: اگر اس طرح کے کسی قانون کے لیے متعلقہ مقننہ پارلیمان ہو تو یہ قرارداد قومی اسمبلی کی قرارداد ہونی چاہیئے۔

۵۔ اس باب کے ذریعہ دیئے جانے والے حقوق کو معطل نہیں کیا جائے گا سوا اس کے کہ دستور میں دی جانے والی واضح گنجائش کے مطابق ایسا کیا جائے[1]

تبصرہ: ان سطور سے پتہ چلتا ہے کہ بنیادی حقوق دینے سے انتظامیہ اور مقننہ کے اختیارات فرد کے حقوق کے سلسلہ میں محدود ہو جاتے ہیں۔ ان سطور میں یہ تو نہیں بتایا گیا کہ اگر کسی قانون سے بنیادی حقوق پر زد پڑتی ہو تو عدلیہ سے رجوع کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ دراصل ان سطور ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب پارلیمان بنیادی حقوق کے خلاف قانون نہیں بنائے گی تو فرد کو کسی تشویش کی ضرورت نہ ہو گی۔ دفعہ ۲/۸ کی رو سے بنیادی حقوق کے منافی قانون تا حد اختلاف کالعدم قرار پائے گا۔ پھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ثابت کر دے کہ انتظامیہ کے خلاف قانون سے اس کی حق تلفی ہوئی ہے تو عدالت ضروری کارروائی کر کے اسکی دادرسی کر سکتی ہے۔

گرفتاری اور نظربندی سے تحفظ

کسی شخص کو اس کی زندگی یا جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ سوا اس کے کہ یہ اقدام قانون کے مطابق ہو[2]

کوئی شخص جسے گرفتار کیا جاتا ہے ممکنہ حد تک جلد گرفتاری کی وجہ بتائے بغیر حوالات میں نہیں رکھا جائے گا۔ اور نہ اسے اپنی مرضی کے مطابق وکیل سے مشورہ کرنے اور صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

۲۔ ہر وہ شخص، جسے گرفتار کیا جاتا ہے اور قید میں رکھا جاتا ہے۔ گرفتاری کے چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس میں وہ ضروری وقت شامل نہیں ہے جو اسے مقام گرفتاری سے قریب ترین مجسٹریٹ تک پہنچانے کے لیے درکار ہو گا۔ کسی شخص کو مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر مذکورہ وقت کے بعد قید نہیں رکھا جائے گا۔

---

[1] دفعہ ۸ رہ ۲ ر۳ ر۴ ر۵
[2] دفعہ ۹

۳۔ ذیلی دفعات (۱) اور (۲) میں درج شدہ کسی بات کا اطلاق کسی ایسے فرد پر نہیں ہوگا جو انسدادی نظر بندی سے متعلق کسی قانون کے تحت گرفتار کیا جائے گا۔

۴۔ کوئی قانون انسدادی نظر بندی کا جواز فراہم کرنے کے لیے نہیں بنایا جائے گا۔ ماسوا ایسے افراد کے لیے جو پاکستان یا اس کے کسی حصے کی یکجہتی، سلامتی، دفاع، امن عامہ، اہم اشیاء و خدمات کی فراہمی یا پاکستان کے امور خارجہ کو نقصان پہنچانے والی سرگرمیوں میں مصروف ہوں اس طرح کا کوئی قانون کسی شخص کو ایک ماہ سے زیادہ نظر بند رکھنے کا جواز فراہم نہیں کرے گا۔ بشرطیکہ مناسب جائزہ بورڈ خود اس شخص سے اس کا بیان سننے کے بعد مدت نظر بندی کے خاتمہ سے پہلے حالات کا جائزہ لے کر یہ اطلاع نہ دے کہ اس کی رائے میں نظر بندی کا اطمینان بخش جواز موجود ہے اگر مدت نظر بندی ایک ماہ کی مذکورہ مدت کے بعد بھی جاری رہتی ہے تو ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ مناسب جائزہ بورڈ ہر تین ماہ کی مدت گزرنے سے پہلے اس کے معاملے کا جائزہ لے کر یہ رپورٹ نہ دے کہ اس شخص کی نظر بندی کا معقول جواز موجود ہے۔

وضاحت نمبر ۱: اس دفعہ میں مناسب جائزہ بورڈ سے مراد ہے کہ

الف: اگر کسی شخص کو وفاقی قانون کے تحت نظر بند کیا جائے تو جائزہ بورڈ پاکستان کے چیف جسٹس کا مقرر کردہ ہوگا اور ایک چیئرمین اور دو دوسرے ممبران پر مشتمل ہوگا۔ جن میں سے ہر ایک سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا جج ہوگا یا ماضی میں رہا ہوگا۔

ب: اگر کسی شخص کو صوبائی قانون کے تحت گرفتار کیا جائے گا تو جائزہ بورڈ متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کا مقرر کردہ ہوگا اور ایک چیئرمین دو دوسرے ممبران پر مشتمل ہوگا جس میں سے ہر ایک کسی ہائی کورٹ کا جج ہوگا یا ماضی میں رہا ہوگا۔

وضاحت نمبر ۲: جائزہ بورڈ کی رائے اس کے ممبران کی اکثریت کے نقطہ نظر کے مطابق پیش کی جائیگی

۵۔ جب کسی شخص کو انسدادی نظر بندی کا جواز فراہم کرنے والے کسی قانون کے تحت جاری ہونے والے حکم کے مطابق نظر بند کیا جائے گا۔ تو وہ حاکم جو ایسا حکم جاری کرے گا جس قدر جلد ممکن ہوگا مگر بہر حال ایک ہفتہ کے اندر اس شخص کو نظر بندی کی وجوہات سے مطلع کرے گا اور اسے جلد از جلد اس حکم کے خلاف اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقع فراہم کرے گا۔

بشرطیکہ ایسا کوئی حکم جاری کرنے والا کوئی حاکم ایسا کرنے کو عوامی مفادات کے خلاف خیال کرتے ہوئے حقائق کے انکشاف سے انکار نہ کردے۔

۶۔ ایسا حکم جاری کرنے والا حاکم جائزہ بورڈ کے سامنے تمام متعلقہ دستاویزات پیش کرے گا سوا اس کے کہ حکومت کے کسی سیکرٹری کا دستخط شدہ یہ صداقت نامہ پیش نہ کردیا جائے کہ ایسی دستاویزات کا پیش کرنا عوامی مفاد میں نہیں ہے۔

۷۔ کسی شخص کی پہلی نظر بندی کا آغاز ہونے سے پہلے دن سے لے کر چوبیس ماہ تک کے عرصے میں جبکہ نظر بندی انسدادی قوانین کے تحت حکم پر ہوا اور معاملہ امن عامہ میں خلل ڈالنے کا ہو تو متعلقہ شخص کو مجموعی طور پر آٹھ ماہ سے زیادہ اور دوسرے معاملات میں بارہ ماہ سے زیادہ نظر بند نہیں رکھا جائے گا۔ اس ذیلی دفعہ کا اطلاق کسی ایسے فرد پر نہیں ہوگا جو دشمن کا ملازم ہو اس کے لیے کام کرتا ہو اور اس کی ہدایات کو عملی جامہ پہناتا ہو۔

۸۔ مناسب جائزہ بورڈ، متعلقہ شخص کو نظر بند رکھنے کے لیے مقام کا فیصلہ کرے گا اور اس کے افراد خاندان کے لیے معقول گزارا الاؤنس مقرر کرے گا۔

<u>تبصرہ</u>: ان دفعات میں فرد کی نظر بندی اور گرفتاری کا جواز موجود ہوتے ہوئے بھی اس کے احترام ذات کو ملحوظ رکھا گیا ہے بشرطیکہ وہ غیر ملکی آلۂ کار یا ملک دشمن فرد نہ ہو۔ انسدادی نظر بندی کے دوران جائزہ بورڈ کی طرف سے گزارہ الاؤنس کا تعین بھی احترام آدم کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ انسدادی نظر بندی بعض حالات میں ناگزیر ہوتی ہے تاکہ امن عامہ اور ملکی سالمیت کا تحفظ کیا جاسکے جسے فرد کی ذات پر فوقیت حاصل ہے۔

اِنسدادِ غلامی، بیگار، وغیرہ

غلامی پاکستان میں ناموجود و ممنوع ہے اور کوئی قانون اسے پاکستان میں جاری کرنے و آسان بنانے کی اجازت نہیں دے گا۔

ہر قسم کی بیگار اور انسانوں کی تجارت سے ممانعت ہوگی۔

کسی بچے کو جس کی عمر چودہ سال سے کم ہو کسی کارخانے یا کان میں یا کسی اور انتہائی مشکل کام کے لیے وہ لازمی خدمت متاثر نہیں ہوگی۔

الف : جو کسی قانون کی خلاف ورزی کے سلسلے میں سزا کاٹنے والا انجام دے رہا ہو یا
ب : جس کا کوئی قانون، عوامی مقاصد کے لیے متقاضی ہو
بشرطیکہ کوئی لازمی خدمت ظلم کے زمرے میں نہ آتی ہو یا انسانی وقار کے خلاف نہ ہو۔ [1]

تبصرہ : انسدادِ غلامی اور بیگار سے بچاؤ معاشرہ کا خاصہ ہونا چاہیئے۔ اور اس متمدن دور میں غلامی، بالجبر مشقت وغیرہ سے بچاؤ کے لیے ضروری تدابیر از حد ضروری ہیں۔ ان دفعات سے ملک میں استحصال پسند عناصر بھولے بھالے مزدوروں اور معصوم نونہالوں کو غلاموں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور نہ کر سکیں گے۔ اور نہ ہی ان سے بیگار لے سکیں گے۔ ظاہر ہے کہ بالجبر مشقت جبکہ قانوناً بھی اس کی ضرورت نہ ہو ظلم عظیم ہے۔

گزشتہ سزا سے بچاؤ

کوئی شخص قانون، کسی شخص کو سزا کا مستحق نہیں ٹھہرائے گا۔
الف ۔ کسی ایسے کام کے لیے جو ارتکاب کے وقت قابل سزا یا قابل مواخذہ نہیں تھا۔
ب : کسی جرم کی اس حد سے زیادہ یا اس سے مختلف سزا کے لیے جو ارتکاب کے وقت اس جرم کے لیے قانون کے مطابق رائج تھی۔
دفعہ ۲۰، یا دفعہ ۲۷ کی کسی بات کا اطلاق اس قانون پر نہیں ہوگا جس کے مطابق مارچ ۱۹۵۶ء کے تیئیسویں دن سے اب تک پاکستان میں نافذ رہنے والے کسی دستور کی تنسیخ یا تخریب کو جرم قرار دیا جائے۔ [2]

تبصرہ : اس حق سے عوام کے دلوں سے یہ وہم دور ہو جائے گا کہ انتظامیہ کا کوئی فرد کسی گزشتہ فعل کو جرم بنا کر اسے پریشان نہ کر سکے گا اور ماضی کے فعل کی حال میں سزا نہ دلوائے گا بشرطیکہ یہ فعل ماضی میں قانوناً جرم نہ تھا۔

دہری سزا سے بچاؤ اور احترام ذات کا تحفظ

الف : ایک ہی جرم کے سلسلے میں ایک بار سے زیادہ استغاثے میں طلب نہیں کیا جائے گا۔ نہ سزا دی جائے گی۔ یا

---

[1] دفعہ ۱۱ [2] دفعہ ۱۲ [3] دفعہ ۱۲ دفعہ ۱۳

ب: کسی جرم کے سلسلے میں ملزم قرار دیے جانے کے بعد خود اپنے ہی خلاف گواہی دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

ذیلی دفعہ ۳: فرد کی عزتِ نفس اور قانون کے دائرے کے اندر گھر کی رازداری ناقابلِ انفساخ ہو گی۔

۴۔ کسی شخص کی گواہی دینے پر مجبور کرنے کے لیے اذیت نہیں دی جائے گی۔

آزادیٔ نقل و حرکت[1]

فرد کو یہ حق حاصل ہو گا کہ اگر اس پر عوامی مفاد کے پیشِ نظر قانون کے مطابق کوئی مناسب پابندی نہ ہو تو پاکستان کے ہر حصے میں داخل ہو، نقل و حرکت کرے، ٹھہرے اور اس کے کسی حصے میں مستقلاً آباد ہو۔

تبصرہ: اس حق سے انتظامیہ کسی شخص کو بلا وجہ آزادانہ حرکت سے نہیں روک سکتی اگر انتظامیہ کسی طریقے سے اس حق کو بلا جواز طلب کرنے کی کوشش کرے گی تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکے گی۔ لیکن یہ حق بھی مشروط ہے امن عامہ کے دشمن اور ملکی یک جہتی کے رقیب لوگوں کی نقل و حرکت پر پابندی کی جا سکتی ہے۔ تاکہ کسی نقصان کا اندیشہ نہ رہے۔

آزادیٔ اجتماع[2]

ہر شہری کو یہ حق حاصل ہو گا کہ اگر عوامی مفاد کے پیشِ نظر قانون کے مطابق جائز پابندی عاید نہ ہو تو پُرامن طور پر اور اسلحہ کے بغیر اجتماعات میں شریک ہو۔

تبصرہ: اس حق سے ہر شہری مختلف مقامات پر جمع ہو کر جلسہ جلوس منعقد کر سکتے ہیں بشرطیکہ اسلحہ ساتھ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر اسلحہ لے جانے کی کھلی اجازت ہو تو پھر شر پسند عناصر کی بن آئے گی اور کسی بھی اجتماع میں فسادی عناصر اپنا کام دکھا سکتے ہیں۔ مزید برآں اجتماع پر جائز قانونی پابندیاں ضروری بھی ہیں۔ ورنہ ملک دشمن بھی آزادی سے اجتماع کر سکتے ہیں جو یقیناً فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتی۔

جماعت اور انجمن سازی کا حق[3]

ہر شہری کو یہ حق ہو گا کہ اگر امن عامہ اور عوامی اخلاقیات کے پیشِ نظر کوئی جائز قانونی پابندی عاید نہ ہو تو انجمنیں اور یونینیں بنائے۔

۲۔ ہر شخص کو جو حکومت پاکستان کا ملازم نہ ہو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ کوئی سیاسی بنائے یا

---

[1] دفعہ ۱۵ [2] دفعہ ۱۶ [3] دفعہ ۱۷

کسی پارٹی میں شریک ہو۔ ہر سیاسی جماعت قانون کے مطابق اپنے فنڈ کے ذرائع کے سلسلے میں جواب دِہ ہو گی ۔

تبصرہ : اس حق سے ہر شہری فائدہ اٹھا سکتا ہے جن میں ملک دشمن لوگ بھی ہوں گے ۔ ظاہر ہے کہ ملک دشمن چور اور ڈاکو انجمن سازی شروع کر دیں تو معاشرے کے حصے میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہ آئیگا اس لیے انجمن سازی مشروط کر دی گئی ہے مزید برآں جماعت سازی کے لیے بھی ضروری ہے ۔ کہ اس میں سرکاری ملازم شریک نہ ہوں ۔ سرکاری ملازم کسی فرد کے ملازم نہیں ہوتے بلکہ ملک کے ملازم ہوتے ہیں ۔ اور انھیں ریاست کی خدمت کرنا ہوتی ہے خواہ کوئی پارٹی بھی برسرِ اقتدار آئے ۔ ظاہر ہے کہ اگر سرکاری ملازم بھی جماعت سازی کے میدان میں کود پڑے تو پھر دفاتر بھی سیاست کا اکھاڑا بن جائیں گے ۔

آزادی پیشہ[1] ۔ ان شرائط کے دائرے میں جو قانون کے مطابق مقرر کی جا سکتی ہیں ہر شہری کو یہ حق حاصل ہو گا کہ کسی جائز ملازمت یا پیشہ میں داخل ہو کر اور کوئی جائز ملازمت یا تجارت کرے ۔

بشرطیکہ اس دفعہ کی کوئی بات مزاحم نہ ہو ۔

الف : اجازت ناموں کے نظام کے ذریعہ کسی تجارت یا پیشہ کو نظام کا پابند بنانے میں یا

ب : آزادانہ مسابقت کے ذریعے تجارت اور صنعت و حرفت کا نظام بنانے میں یا

ج : وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت یا ان حکومتوں میں سے کسی کے زیر اہتمام قائم شدہ کارپوریشن کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو مکمل یا جزوی طور پر اس سے علیحدہ رکھ کر کسی تجارت یا صنعت و حرفت یا عوامی سہولتوں کا نظام چلانے میں ۔

تبصرہ : ہر شخص کو یہ حق دے دیا گیا ہے کہ وہ آزادی سے جو پیشہ چاہے اختیار کرے لیکن یہ چیز مشروط ہے اور ہونی بھی چاہیے ۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص ہر پیشہ اختیار کرنے کی طلب تو رکھ لیتا ہے لیکن اس میں پیشہ کے لیے درکار صلاحیت بھی ہونی چاہیے ہر شخص کو ڈاکٹری اختیار کرنے کا حق دے کر انسانی جانوں سے نہیں کھیلا جا سکتا ۔ نیز ملکی اور معاشرتی ضروریات کے پیشِ نظر کسی شے کی ضرورت کو کم کرنا ہی پڑتا ہے ورنہ اس پیشے سے متعلق لوگ کثرت سے ہوں گے اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی ۔

---

[1] دفعہ ۱۸

آزادی رائے [۱]

ہر شہری کو اپنا مدعا بیان کرنے اور اظہار رائے کی آزادی حاصل ہوگی۔ پریس آزاد ہوگا۔ ان قانونی جائز پابندیوں کے دائرے میں جو اسلام کی شان و شوکت یا پاکستان کی یکجہتی، حفاظت اور دفاع یا پاکستان کے کسی حصے کی یکجہتی حفاظت اور دفاع یا پاکستان کے دوست بیرونی ممالک سے تعلقات یا خوش اطواری کے تقاضوں اور اخلاقی اقدار کے خلاف یا توہینِ عدالت و ہتک عزت یا کسی جرم کی ترغیب دینے کے سلسلے میں عاید کی جائیں۔

تبصرہ: اس حق سے ہر پرامن شہری فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اپنی زبان کی جولانیاں اور بیان کی سحر طرازیاں دکھا سکتا ہے بشرطیکہ بات جائز اور معقول حد تک رہے اور قانونی حدود و شرائط پر زد نہ پڑے ورنہ زورِ بیان کے بل بوتے پر رائے عامہ کو خراب کر سکتا ہے لاؤڈ سپیکر کی موجودگی میں بات ہر کان میں پہنچ سکتی ہے۔ اور ہر ذہن اسے مختلف انداز سے قبول کرے گا۔ نیز جوشِ بیان میں اگر کسی دوست ملک اور اسلامی ملک کے بارے میں کہا جائے گا تو اس سے ملک کی بدنامی ہوگی۔ اور خارجہ پالیسی متاثر ہوگی۔ اس پر طرہ یہ کہ اخبارات میں جو کچھ چھپے گا وہ بین الاقوامی طور پر اثر پذیر ہوگا۔ اور رائے عامہ کو گمراہ کرے گا ان حالات کے پیشِ نظر آزادیِ تقریر، پریس کی آزادی مشروط کرنا ضروری تھا۔

آزادی مذہب [۲]

امن عامہ اور اخلاقی اقدار کے دائرے میں

الف۔ ہر شہری کو اپنے مذہب پر عقیدہ رکھنے، عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا اور

ب: ہر مذہبی فرقے اور اس کے ہر گروہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، چلانے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔

کسی شخص کو اس کے اپنے مذہب کی محافظت یا تبلیغ پر خرچ کے لیے کوئی خاص ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

کسی فرد سے جو کسی ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا ہو اس کے اپنے مذہب سے مختلف کسی اور مذہب کی تعلیم حاصل کرنے، کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے اور عبادت میں شریک کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔

ٹیکسوں میں چھوٹ یا رعایت دینے کے معاملے میں کسی مذہب کو ماننے والوں کے

۱۔ دفعہ ۱۹ ۲۔ دفعہ ۲۰، ۲۱، ۲۲

مذہبی اداروں کے خلاف کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

قانون کے دائرے میں

الف: کسی مذہبی برادری یا فرقے کو مکمل طور پر اپنی برادری یا فرقے کی طرف سے چلائے جانے والے تعلیمی اداروں میں اپنے طلبا کو اپنی مذہبی تعلیم دینے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا اور۔

ب: کسی شہری کو۔ نسل، مذہب، ذات اور جائے پیدائش کی بنا پر کسی ایسے تعلیمی ادارے میں داخلہ دینے سے انکار نہیں کیا جائے گا جو سرکاری خزانے سے مالی اعانت حاصل کر رہا ہو۔

کوئی بات کسی حاکم کو سماجی و تعلیمی اعتبار سے کسی طبقے کے شہریوں کی ترقی کے لیے اقدامات سے نہیں روکے گی۔

تبصرہ: اس حق سے اقلیتوں کو خصوصی تحفظ ملے گا۔ کیونکہ اکثریتی طبقہ اپنے مذہب کو بالجبر اقلیت پر ٹھونس سکے گا۔ اقلیتوں کو اس حق سے سکون ملے گا۔ اس حق کو اخلاق اور امن عام کے سلسلہ میں مشروط کرنا ضروری تھا۔ مذہب میں غلط عقائد رکھنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں جو معاشرے میں افراتفری پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں میں مارمن فرقہ تعدد ازدواج کو فرضیت میں شامل کرتا ہے ان کے اس عقیدہ پر عائلی قوانین میں بھی پابندی لگائی گئی ہے اب کوئی مذہبی جنونی اپنے عقیدہ سے غلط فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے مذہب جذبات کو ابھارنے والا محرک ہے اس کی تبلیغ واشاعت ہر فرقے کا حق ضرور ہے مگر اخلاقی حدود اور قانونی دائرہ میں رہ کر ہی ایسا ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں افراط و تفریط نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔

جائیداد کا حق

دفعہ ۲۳۔ ہر شہری کو دستور اور عوامی مفاد میں عاید کی جانے والی قانوناً جائز پابندیوں کے دائرے میں پاکستان کے ہر حصے میں جائیداد حاصل کرنے، برقرار رکھنے اور فروخت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

دفعہ ۲۴۔ (۱) کسی شخص کو اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ سوا اس کے کہ ایسا قانون کے مطابق کیا جائے۔

۲۔ کوئی جائیداد لازمی طور پر حاصل نہیں کی جائے گی یا قبضہ میں نہیں لی جائے گی۔

لہ دفعہ ۲۳ / ۲۴

سوا اس کے کہ ایسا کرنا عوامی مفاد میں ہو اور سوا اس کے کہ اس کا مجاز حاکم یہ اقدام ایسے قانون کے مطابق کرے جس کے تحت معاوضہ دیا جا سکتا ہو بمتعلقہ حاکم یا تو معاوضہ کی رقم طے کرے گا یا معاوضہ طے کرنے اور ادا کرنے کے اصولوں اور اس کے قواعد کی وضاحت کریگا۔

۳۔ اس دفعہ کی کوئی بات اثر انداز نہیں ہوگی ضابطگی پر۔

الف: کسی ایسے قانون کی جو عوامی صحت، دوسری جائداد اور لوگوں کی زندگی کو درپیش خطرے کے سدِ باب کے لیے کسی جائداد کو لازمی طور پر قبضہ میں لینے کی اجازت دے۔ یا

ب: کسی ایسے قانون کی جو، ناجائز ذرائع یا قانون کے مخالف کسی طریقے سے حاصل کی گئی یا کسی طریقے کسی شخص کے قبضہ میں آئی ہوئی جائداد کو، سرکاری تحویل میں لینے کی اجازت دے یا

ج: کسی ایسے قانون کی جو، کسی ایسی جائیداد کے حصول، انتظام اور فروخت سے تعلق رکھتا ہو، جو دشمن کی جائداد ہو یا سمجھی جاتی ہو یا کسی قانون کے مطابق متروکہ املاک ہو اور ایسی املاک نہ ہو جو کسی قانون کے مطابق متروکہ املاک میں شامل ہو یا

د: کسی ایسے قانون کی جو، محدود مدت کے لیے کسی جائداد کے انتظام کو یا تو عوامی مفادات کے لیے یا اس کا انتظام درست کرنے کے لیے اور یا مالک کے فائدے کے اقدامات کے لیے ۔ سرکاری تحویل میں لینے کا جواز فراہم کرتا ہو۔ یا

ہ: کسی ایسے قانون کی جو مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے کسی جائداد کے حصول کے جواز فراہم کرتا ہو۔

اول: تمام شہریوں یا ان کے کسی ایک طبقے کو تعلیمی و طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے

دوم: تمام شہریوں یا ان کے کسی ایک طبقے کو سڑکوں، آب رسانی، گندے پانی کے نکاس کے نظام، گیس اور بجلی جیسی عوامی سہولتوں کی فراہمی کے لیے۔

سوم: بے روزگاری، بیماری، ناتوانی یا بڑھاپے کے باعث اپنی کفالت سے عاجز افراد کے گزارے کا بندوبست کے لیے۔

و: کسی ایسے قانون کی جو دفعہ ۲۵ کے خلاف اس وقت موجود ہو یا آئندہ بنایا جائے۔

ذیلی دفعہ ۴۔ اس دفعہ میں زیر حوالہ کسی قانون کے تحت کسی معاوضہ کی موزونیت یا عدم موزونیت کسی عدالت میں قابل مواخذہ نہیں ہوگی۔

تبصرہ: دفعہ ۲۳ اور دفعہ ۲۴ پر بڑی لے دے کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ موقف اختیار

کیا گیا تھا کہ ہر شخص کو نجی جائداد رکھنے، خریدنے اور فروخت کرنے کا اسلام میں مسلمہ حق حاصل ہے۔ بلاشبہ ایسا ضرور ہے اور مذکورہ بالا دفعات میں ہر شخص کو جائیداد خریدنے، رکھنے اور بیچنے کا حق حاصل ہے۔ یہ حق انسانی ترقی اور ملکی فلاح و بہبود اور فرد کی افزائش کے لیے ضروری بھی ہے مگر سوال یہ ہے کہ فرد کے حق جائداد کو مشروط کیوں نہ کیا جائے؟ آخر خلفائے راشدین کے دور میں بھی تحدید ملکیت کی گئی۔ جاگیریں واپس بھی لی گئیں۔ اور معاوضہ سے بھی خریدی گئیں۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ بالا دفعات درست ہیں۔ اور ان کی موجودگی ضروری بھی تھی آخر ایک شخص کی ضرورت سے زیادہ جائیداد اس کے کس کام کی؟ اسے معاوضہ دے کر حکومت لے لے اور مفاد عامہ کے لیے اور معذور اور رحم طلب رعایا کے لیے مخصوص کر دے تو آخر حرج کیا ہے؟ باقی رہا تحدید ملک کا مسئلہ یا جائیداد کی ضبطی کا معاملہ۔ تو اس سلسلہ میں زیادہ مباحث کی ضرورت نہیں۔ اسلام میں صریحاً حصول جائیداد کے تین ذرائع بتائے گئے ہیں۔ کسب، ہبہ اور وراثت جب جائیداد حاصل ہو جائے تو ہبہ کیا جائے گا یا ورثے میں تقسیم ہو گی۔ سوال تو اس کسب کا ہے جس کے ذریعے جائداد حاصل کی گئی۔ قرآن اور احادیث کی کون سی تعلیم کسب حرام کی حلت کی اجازت دیتی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسی تعلیم ناپید ہے تو پھر کسب حرام سے حاصل شدہ املاک ضبط کیوں نہ کی جائیں۔ جبکہ اس امر کا واضح ثبوت بھی مل جائے۔ انسانی آنکھیں دیکھتی ہیں کہ ایک شخص ادنیٰ رتبہ سے ناجائز ذرائع اختیار کر کے وسیع املاک جمع کرتا ہے اور پھر خود کو منصب جلیلہ پر فائز تصور کر کے استحصال کو وطیرہ بنا لیتا ہے اگر غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتا چلا جائے تو معاشرے میں اقتصادی توازن نام کی شئے کہاں سے پیدا ہو گی؟ احتکار اور اکتناز کے سلسلے میں اسلام کے احکام واضح اور شدید ہیں۔ مذکورہ بالا دفعات کو موجودہ دستور کا حصہ بنا کر معاشرتی بہتری کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قانونی مساوات اور تحفظ وغیرہ

دفعہ ۲۵۔ ذیلی دفعہ ۱۔ قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں اور یکساں طور پر قانونی تحفظ کے حقدار ہیں۔

۲۔ صرف صنفی بنیادوں پر کسی طرح کا امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

۳۔ اس دفعہ کی کوئی بات ریاست کو خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے کسی خصوصی انتظام سے نہیں روک سکے گی۔

تبصرہ: اس حصہ سے ہر شخص قانون کی نظر میں برابر ہے اور اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر عدلیہ کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔ خواتین اور بچوں کے حقوق کا تحفظ بھی قابل قدر جانا ہے۔ جنس کی بنا پر امتیاز نہیں برتنا چاہیے۔ ترقی پسند ملک کو اس سلسلہ میں ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

مقدس مقامات تک رسائی

دفعہ ۲۶۔ ذیلی دفعہ ۱۔ جو جگہیں تفریح اور سیر کے لیے ہوں اور مذہبی مقاصد کے لیے مخصوص نہ ہوں ان میں داخلے کی اجازت تمام شہریوں کو ہو گی۔ اور نسل، مذہب، ذات، صنف، جائے رہائش یا مقام پیدائش کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

۲۔ ذیلی دفعہ ۱ کی کوئی بات ریاست کو خواتین اور بچوں کو خصوصی انتظامات کرنے سے نہیں روک سکے گی۔

تبصرہ: اس حصہ سے ہر شخص خواہ وہ اکثریت میں ہو یا اقلیت میں سے، تفریحی مقامات تک جا سکتا ہے اور بلا امتیاز فائدہ اٹھا سکتا ہے اس سلسلہ میں ذات پات کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان تفریحی مقامات تک مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں اور بچوں کو بھی تحفظ مل گیا ہے۔ تاکہ کمزوری اور کم عمری کسی کی تفریح میں رکاوٹ نہ بنے جبکہ قانونی تحفظات سب کو حاصل ہیں۔

حقِّ ملازمت

دفعہ ۲۷ ذیلی دفعہ ۱ کسی شخص کے خلاف، جو حکومتِ پاکستان کی ملازمت کے لیے تقرری کے سلسلہ میں ضروری قابلیت رکھتا ہو۔ نسل، مذہب، ذات، صنف، جائے رہائش اور جائے پیدائش کے سلسلہ میں امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ تاہم نفاذ کے دن سے لے کر زیادہ سے زیادہ دس سال کے عرصہ تک کے لیے سرکاری ملازمتوں میں مناسب نمائندگی کی غرض سے کسی طبقے کے علاقے کے لوگوں کے لیے اسامیاں مخصوص کی جا سکتی ہیں۔
اس کے علاوہ سرکاری مفاد کو سامنے رکھ کر کچھ مقررہ اسامیاں یا محکمے کسی ایک صنف کے افراد کے لیے مخصوص کیے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ان اسامیوں یا محکموں سے متعلق فرائض دوسری صنف کے افراد مناسب طور پر ادا کر سکتے ہیں۔

۲۔ ذیلی دفعہ ۱ کی کوئی بات، ایک صوبائی حکومت یا صوبہ میں کسی مقامی یا کسی اور حاکم کو اس کے تحت کسی ایک اسامی یا کسی درجہ کی اسامیوں کے سلسلے میں تقرری سے پہلے اس صوبہ میں رہائش سے متعلق شرائط عاید کرنے سے نہیں روک سکے گی یہ اختیار جس مدت کے لیے قابلِ استعمال

ہے وہ تین سال سے زیادہ نہ ہو گی ۔

تحفظِ ثقافت و تحریر و زبان

دفعہ ۲۸ دفعہ ۱۵۱ کے دائرے کے اندر شہریوں کے کسی حصے کو جن کی واضح طور پر زبان، رسم الخط اور ثقافت موجود ہو ان کی حفاظت کا حق حاصل ہو گا ۔ اس مقصد کے لیے قانون کے مطابق ادارے بھی قائم کیے جا سکتے ہیں ۔

تبصرہ : اس حق سے ہر صوبہ کے ثقافتی روایات کے پنپنے کے امکانات روشن ہو گئے ہیں ہر صوبہ، ہر اقلیت اور ہر فرقہ کو اپنی ثقافت تحریر اور زبان کے تحفظ کا حق مل گیا ہے ۔ اور اس طرح کسی کیلئے پالیسی کی فضا میں سانس لینے کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

مختصر جائزہ : بنیادی حقوق کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ حقوق بھارتی جمہوریہ سے بھی زیادہ واضح ہیں ۔ وہاں اچھوتوں اور دیگر اقلیتوں سے جو کچھ ہو رہا ہے اور جس طرح بنیادی حقوق کے بلند بانگ دعویٰ کی نفی کی جا رہی ہے وہ قرائن سے ظاہر ہے اُس کے برعکس پاکستان کے آئین میں مندرج حقوق عملاً نافذ ہوں گے اور اکثریت کے ساتھ ساتھ اقلیت کو بھی اطمینان نصیب ہو گا ۔ جائیداد کے بارے میں تحفظ بھی ہے، اور استحصال پسندوں کے لیے خطرہ بھی ۔ البتہ امتناعی نظر بندی کے سلسلہ میں قوانین میں ترمیم کی گنجائش نکل سکتی ہے ۔ اور اسمبلی کے ارکان کو اس کا حق پہنچتا ہے ۔ مجموعی طور پر بنیادی حقوق موزوں ہیں ۔

طریقِ عمل کے اصُول

دفعہ ۲۹ ذیلی دفعہ ۱۔ جو اصول اس باب کے ذریعے مقرر کیے گئے ہیں انہیں طریقِ عمل کے اصول کہا جائے گا۔ اور ریاست کے ہر شعبہ و حاکم اور شعبہ و حاکم کی خاطر فرائض ادا کرنے والے ہر شخص کی ذمہ داری ہوگی کہ جہاں تک ان اصولوں سے ریاست کے شعبہ و حاکم کا تعلق ہو وہاں تک ان کے مطابق کام کرے۔

۲۔ جس حد تک کسی خاص اصول پر عمل کا تعلق۔ اس مقصد کے لیے موجود ذرائع سے ہو گا اس حد تک متعلقہ اصول کو وسائل کی موجودگی میں مشروط تصور کیا جائے گا۔

۳۔ ہر سال کے سلسلے میں وفاق سے متعلقہ امور کے لیے صدر اور صوبوں سے متعلقہ امور کے لیے ہر صوبہ کا گورنر، طریقِ عمل کے اصولوں پر عملدرآمد سے متعلق سالانہ رپورٹ کی تیاری اور وفاقی امور کے لیے قومی اسمبلی میں و صوبائی کے امور کے لیے صوبائی اسمبلی میں اسے پیش کرنے کا موجب ہوگا۔ اور ضرورت کے مطابق قومی یا صوبائی اسمبلی کے طریقہ کار میں گنجائش پیدا کر کے اس رپورٹ پر تبادلہ خیالات کیا جائے گا۔

دفعہ ۳۰ ذیلی دفعہ ۱۔ طے کرنے کی ذمہ داری کہ ریاست کے کسی شعبہ یا حاکم یا اس کی خاطر کام کرنے والے کسی فرد کا کوئی اقدام طریقِ عمل کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں ریاست کے متعلقہ شعبہ یا حاکم یا اس کی خاطر فرائض ادا کرنے والے کسی فرد کی ہی ذمہ داری ہوگی۔

۲۔ کسی قانون کے تحت کیے جانے والے کسی اقدام کی ضابطگی کو اس بنیاد پر عدالت میں زیرِ استفسار نہیں لایا جائے گا کہ وہ طریقِ عمل کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے۔ اور اس بنیاد پر ریاست یا اس کے کسی شعبہ یا حاکم یا اس کی خاطر کام کرنے والے کسی فرد کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۳۱ ذیلی دفعہ ۱۔ پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی اسلام کے بنیادی تصورات کے مطابق ڈھالنے کا موقع فراہم کرنے کے لیے اور انہیں قرآن مجید و سنت

ؔ بھارت میں گزشتہ ربع صدی میں ۸۰۰۰ ہندو مسلم فسادات ہوئے گویا ہر سال ۳۰۵ فسادات ہوئے

نبوی کا مفہوم سمجھنے میں مدد دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے اور سہولتیں فراہم کی جائیں گی ۔

۲۔ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے ریاست کی کوشش یہ ہوگی کہ

الف : قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم لازمی کی جائے عربی زبان سکھانے اور سمجھانے کے لیے سہولتیں دی جائیں اور اس رجحان کی ہمت افزائی کی جائے اور قرآن مجید کی بالکل صحیح طباعت اور اشاعت کا بندوبست کیا جائے ۔

ب : اسلام کے اخلاقی اصولوں کو یکجا کیا جائے اور ان پر عملدرآمد کو آگے بڑھایا جائے ۔

ج : مساجد، زکوٰۃ اور اوقاف کے نظام کو مناسب انداز میں چلایا جائے ۔

دفعہ ۳۲ ۔ ریاست ، بلدیاتی انتظامیہ کے ان اداروں کی طرف افزائی کرے گی جو متعلقہ علاقوں کے منتخب نمایندوں پر مشتمل ہو اور ایسے اداروں میں مزدوروں، کسانوں و خواتین کی خصوصی نمایندگی دی جائے گی ۔

دفعہ ۳۳ ۔ ریاست شہریوں کے درمیان مقامی، نسلی، قبائلی فرقہ پرستانہ اور صوبائی تعصبات کی ہمت شکنی کرے گی ۔

دفعہ ۳۴ ۔ قومی زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی مکمل شرکت کی ضمانت دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے ۔

دفعہ ۳۵ ۔ ریاست ، شادی کے رواج ، خاندان ، ماں اور بچے کی حفاظت کرے گی ۔

دفعہ ۳۶ ۔ ریاست ، اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا جن میں وفاقی و صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمایندگی کا حق شامل ہے تحفظ کرے گی ۔

دفعہ ۳۷ ۔ ریاست

الف : خصوصی توجہ کے ساتھ پسماندہ علاقوں اور طبقوں کے تعلیمی و معاشی مفادات کے لیے کام کرے گی ۔

ب : ممکنہ حد تک کم سے کم وقت کے اندر ناخواندگی دور کرے گی اور ثانوی حد تک مفت لازمی تعلیم کا بندوبست کرے گی ۔

ج : ٹیکنیکل اور پیشہ ورانہ تعلیم سب کے لیے قابل حصول اور اعلیٰ تعلیم صلاحیت کی بنیاد پر سب کے لیے ممکن بنائے گی ۔

د ۔ کم اخراجات پر جلد انصاف کی ضمانت دے گی ۔

ہ ۔ یہ انتظام کرے گی کہ ہر فرد کو منصفانہ اور انسانوں کے لیے موزوں و معقول حالات کار فراہم ہوں ۔ بچوں اور خواتین کو ایسے کاموں کے لیے نہ رکھا جائے جو ان کی عمر اور صنف کے لیے موزوں نہ ہوں ۔ اور خواتین کو دوران ملازمت زچگی کے موقع پر جملہ سہولتیں دی جائیں گی ۔

ر ۔ مختلف علاقوں کے لوگوں کو تعلیم، تربیت، زرعی و صنعتی ترقی اور دیگر ذرائع سے اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں میں جن میں پاکستان کی سرکاری ملازمت بھی شامل ہے پوری طرح شرکت کریں ۔

ز ۔ عصمت فروشی، قمار بازی، نقصان دہ منشی ادویہ کا استعمال، فحش لٹریچر و اشتہارات کی طباعت، اشاعت، گردش اور نمائش ختم کرائے گی ۔

ح ۔ شراب کا استعمال بند کرائے گی سوا اس کے کہ یہ طبی مقاصد کے لیے اور غیر مسلموں کے ضمن میں مذہبی مقاصد کے لیے ہو اور

ط ۔ عوام کی ضرورتوں اور آسانی کے تقاضوں کے مطابق معاملات کو نمٹانے کے لیے سرکاری انتظامیہ میں مرکزیت کم کرے گی ۔

دفعہ ۳۸ ۔ ریاست

الف ۔ دولت، ذرائع پیداوار اور ان کی تقسیم جس کے چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے تھوڑے سے لوگوں کا فائدہ اور عمومی مفادات کو شدید نقصان پہنچتا ہے، کے خاتمہ کے ذریعہ آجر و ماجور اور زمیندار و مزارع کے درمیان منصفانہ تعلق کے ذریعے اور معیار زندگی کی بہتری کے ذریعہ عوام کی خوشحالی کی ضمانت دے گی ۔

ب ۔ ملکی وسائل کے دائرے کے اندر شہریوں کو کام، جائز معاوضہ اور مناسب آرام و چھٹی کی سہولتیں فراہم کرے گی ۔

ج ۔ پاکستان کے لیے خدمات کی بجاآوری میں مصروف تمام افراد کے لیے لازمی سماجی بیمہ یا دیگر ذرائع سے سماجی تحفظ کا انتظام کرے گی ۔

د ۔ بیروزگاری، ناتوانی، بیماری کی بنا پر وقتی یا مستقل طور پر روزی کمانے سے معذور تمام شہریوں کے لیے زندگی کی سہولتوں مثلاً خوراک، لباس، مکان، تعلیم اور علاج کا بندوبست

بلحاظ صنف، ذات پات اور نسل کرے گی۔

ہ: پاکستان کی ملازمت میں شامل افراد کے مختلف طبقات کے بشمول، افراد کی آمدنی اور اجر میں فرق کم کرے گی اور

و: ربا کو جلد از جلد ختم کر دے گی۔

دفعہ ۳۹۔ ریاست پاکستان کے تمام حصوں سے لوگوں کو پاکستان کی مسلح افواج میں شمولیت کے قابل بنائے گی۔

دفعہ ۴۰۔ ریاست اسلامی اتحاد کی بنیادوں پر مسلم ممالک کے درمیان برادرانہ تعلقات کا تحفظ کرے گی اور انہیں مزید مستحکم بنائے گی۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کے مشترکہ مفادات کی حمایت کرے گی۔ بین الاقوامی امن اور سلامتی کی جدوجہد کو آگے بڑھائے گی تمام ملکوں کے درمیان دوستانہ اور خیر سگالی کے جذبات کو پروان چڑھائے گی اور بین الاقوامی تنازعات کو پرامن مذاکرات کے ذریعے طے کرنے کے رجحان کی ہمت افزائی کرے گی۔

وفاق پاکستان

صدر مملکت

آئین ۱۹۷۳ء میں ریاستی سربراہ صدر کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس دستور کے تحت ملک میں پارلیمانی نظام استوار ہوگا لہٰذا وزیر اعظم کا منصب بھی تشکیل دیا گیا ہے۔ صدر کو ریاستی سربراہ کی حیثیت حاصل ہوگی جبکہ حکومتی سربراہ وزیر اعظم کی ہوگا۔

صدر پاکستان کے اوصاف

دستور کے مطابق ہر وہ شخص صدر بننے کا اہل ہوگا جو

۱۔ مسلمان ہو

۲۔ کم از کم ۴۵ سال کا ہو

۳۔ قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے لیے ضروری اہلیت رکھتا ہو۔ [1]

تبصرہ: صدر کے مذکورہ بالا اوصاف واضح ہیں۔

بعض حضرات "مسلمان" کے لفظ پر معترض ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمان ہونے کی شرط کسی غیر مسلم لیکن قابل ترین شخص کو اس منصب سے محروم کر دیتی ہے اس اعتراض میں اس لیے وزن نہیں کہ ہر ملک اپنی نظریاتی حدود کی حفاظت کرتا ہے۔ پاکستان کی اساس اسلامی آئیڈیالوجی ہے روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اسلامی آئیڈیالوجی کی حفاظت کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی آئیڈیالوجی کی حفاظت نظریہ کا معتقد و متبع ہی کر سکتا ہے اور یہ شخص ہی ہو سکتا ہے۔ مزید برآں یہ اصول دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت برطانیہ کا بھی ہے جہاں جہاں سربراہ مملکت کا کلیسائے انگلستان کا پیروکار ہونا ضروری ہے۔

دستور میں صدر کی عمر ۴۵ سال رکھی گئی ہے۔ یہ عمر پختگی، تجربہ کی وسعت اور باریک بینی کی حامل ہوتی ہے بھارتی آئین میں صدر کی عمر ۳۵ سال رکھی گئی ہے۔

صدر کا انتخاب

دستور میں مذکور ہے کہ صدر کا انتخاب دستور کے دوسرے شیڈول کی دفعات کے مطابق پارلیمان کے ارکان پارلیمان کے

---

[1] دفعہ ۴۱

مشترکہ اجلاس میں کریں گے۔ [1] عہدہ پر موجود صدر کی میعاد ختم ہونے سے زیادہ سے زیادہ ساٹھ دن پہلے اور تیس دن بعد نئے صدر کا انتخاب ہوگا۔

اگر قومی اسمبلی ٹوٹ جانے کی وجہ سے مذکورہ بالا مدت کے دوران انتخاب نہ ہو سکے تو یہ انتخاب قومی اسمبلی کے لیے عام انتخابات کے بعد ۳۰ دن کے اندر ہوگا [2]

اگر صدر کا عہدہ خالی ہو جائے تو نئے صدر کا انتخاب یہ عہدہ خالی ہو جانے کے بعد زیادہ سے زیادہ ۳۰ دن کے اندر ہوگا۔ اگر قومی اسمبلی ٹوٹ جانے کے سبب یہ انتخاب مذکورہ مدت میں نہ ہو سکے تو یہ قومی اسمبلی کے لیے عام انتخابات کے بعد تیس دن کے اندر ہوگا۔ [3]

تبصرہ: مذکورہ بالا انتخابات میں اس مدت کا تعین موجود ہے کہ صدر کے عہدہ کی مدت ختم ہونے سے کتنی دیر پہلے انتخاب ہو ہمارے دستور میں ایسا نہیں ہے۔

طریق انتخاب

صدر کے طریق انتخاب کو آئین کے شیڈول ۲ میں بیان کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

۱۔ چیف الیکشن کمشنر (جسے اس جگہ کمشنر لکھا جائے گا) صدر کے انتخاب کا انعقاد عمل میں لائے گا اور خود الیکشن کا ریٹرننگ آفیسر ہوگا۔

۲۔ کمشنر سرکاری گزٹ میں ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے طے کرے گا۔

ا۔ وقت، تاریخ اور مقام برائے نامزدگی امیدواران اور برائے پڑتال نامزدگی کاغذات۔

ب۔ نام واپس لینے کی آخری تاریخ اور

ج۔ ووٹ لینے کے لیے مقام، تاریخ اور وقت

۳۔ پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا کوئی فرد کسی شخص کے کاغذات نامزدگی برائے صدارت مقررہ تاریخ کی دوپہر سے پہلے کمشنر کے پاس جمع کرا دے گا اور اگر کمشنر موجود نہیں ہوگا تو الیکشن کمشن کے سیکرٹری کے حوالے کرے گا۔ ضروری ہوگا کہ صدارتی عہدے کے لیے نامزد کیے جانے والا فرد انتخاب میں حصہ لینے کا اہل ہو۔ نامزدگی کے کاغذات پر ایوان کے کسی ممبر کی تجویز اور کسی بھی ایوان کے ممبر کی تائید کا ہونا ضروری ہوگا۔ نامزدگی کے کاغذ پہ ساتھ امیدوار کی تحریر بھی شامل ہوگی۔ کہ وہ انتخاب میں حصہ لینے کو تیار ہے

---

[1] ۴۱/۲ [2] ۴۱/۳ [3] ۴۱/۵

پارلیمنٹ کا کوئی رکن صرف ایک امیدوار کی تجویز یا تائید کر سکتا ہے اگر کوئی رکن ایک سے زیادہ کاغذات پر بطور تجویز کنندہ یا تائید کنندہ کے دستخط کرے گا تو متعلقہ تمام کاغذاتِ نامزدگی مسترد کر دیے جائیں گے۔

۴۔ کمشنر ایک مقررہ جگہ پر مقررہ تاریخ پر مقررہ وقت کے مطابق کاغذاتِ نامزدگی کی پڑتال کرے گا۔

۵۔ ہر امیدوار یا اس کا کوئی نمائندہ اس بات کا اہل ہو گا کہ کاغذات کی پڑتال کے موقع پر کارروائی دیکھ سکے اور دوسرے امیدواروں کے بارے میں اگر کوئی اعتراض ہو تو اٹھا سکے۔

۶۔ جس امیدوار کے کاغذات مکمل پائے جائیں گے اسے اختیار ہو گا کہ ایک مقررہ تاریخ کی دوپہر تک اپنے کاغذاتِ نامزدگی واپس لے لے۔ کاغذاتِ نامزدگی کی واپسی کے لیے وہ کمشنر کو اپنی تحریر میں ایک نوٹس دے گا۔ کمشنر کی عدم موجودگی میں وہ نوٹس کو الیکشن کمشن کے سیکرٹری کے حوالے کرے گا۔ نوٹس دینے کے لیے وہی مقام ہو گا جہاں نامزدگیاں وصول کی جائیں گی۔

۷۔ اگر ایک کے علاوہ باقی تمام امیدوار اپنے کاغذات واپس لے لیں گے تو کمشنر اس فرد کو منتخب قرار دے گا۔

۸۔ اگر کوئی بھی باقاعدہ طور پر نامزد کردہ امیدوار میدان میں نہیں رہے گا تو انتخاب کی ساری کارروائی نئے سرے سے شروع کی جائے گی۔

۹۔ کوئی رکن جس کی نامزدگی کو الیکشن کمشن نے منظور کر لیا ہو۔ اپنا نام واپس نہیں لیتا اور فوت ہو جاتا ہے تو کمشنر انتخاب کی ساری کارروائی اس طرح سے منعقد کرے گا جیسے نیا انتخاب منعقد ہونا ہو۔

۱۰۔ اگر کوئی بھی کاغذاتِ نامزدگی واپس نہیں لیتا یا واپس لینے کے باوجود دو یا دو سے زیادہ امیدوار میدان میں رہ جاتے ہیں تو کمشنر ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے باقاعدہ امیدواروں کے نام کا اعلان کر دے گا اور صدارتی انتخاب منعقد کروانے کے لیے کارروائی شروع کر دے گا۔ جو اس شیڈول کے اگلے پیراگراف میں بیان کی گئی ہے۔

۱۱۔ کمشنر کی درخواست پر سپیکر پارلیمنٹ کا اجلاس بلائے گا جو مشترکہ طور پر منعقد ہو گا اور

انتخاب کے لیے وقت۔ مقام اور تاریخ کا تعین بھی کر دیا جائے گا۔

۱۲ : کمشنر انتخابات کے انعقاد کے لیے ایک پریذائیڈنگ آفیسر مقرر کرے گا۔

۱۳ : انتخابات خفیہ رائے دہی کی بنیاد پر ہوں گے۔

۱۴ : کمشنر دونوں ایوانوں کے ارکان کی ایک مکمل فہرست پریذائیڈنگ آفیسر کے حوالے کریگا
دیہ تمام ارکان اس شیڈول میں ووٹر پکارے جائیں گے ، جو ووٹ دینے کے اہل ہوں گے

۱۵ : بلیٹ پیپرز کو ان کی کاؤنٹر فائل سمیت ایک کتابی شکل میں باندھا جائے گا نمبر شمار صرف
کاؤنٹر فائلوں پر درج ہوں گے یہ بلیٹ پیپر پریذائیڈنگ آفیسر کو بھیجے جائیں گے۔

۱۶ ۔ ہر بلیٹ پیپر پر تمام باقاعدہ امیدواروں کے نام حروف تہجی کے حساب سے درج
ہوں گے ہر ووٹر کو ایک بلیٹ پیپر جس پر پریذائیڈنگ آفیسر کے دستخط ہوں گے۔
دیا جائے گا۔ اس سے پیشتر متعلقہ ووٹر کی اچھی طرح شناخت کی جائے گی۔ ووٹر کا
نام جسے بلیٹ پیپر دیا جائے گا ، کاؤنٹر فائل پر درج ہو گا۔ ووٹر اپنی پسند کے امیدوار
کے سامنے اس کا نشان لگاتے ہوئے اپنی پسند کے مطابق اپنے ووٹ کا استعمال کریگا

۱۷ ۔ ووٹر کے ہاتھوں نشان زدہ بلیٹ پیپر ایک بلیٹ بکس میں ڈال دیا جائے گا جو
پریذائیڈنگ آفیسر کے سامنے پڑا ہو گا۔

۱۸ ۔ اگر کوئی بلیٹ ووٹر کے ہاتھوں خراب ہو جائے گا تو وہ اسے پریذائیڈنگ آفیسر کو
واپس کر دے گا جو ووٹر کو ایک نیا بلیٹ پیپر دے گا اور پہلے بلیٹ پیپر کو
کینسل کرتے ہوئے کاؤنٹر فائل پر اس کے لیے نشان لگا دے گا۔

۱۹ ۔ ایک بلیٹ پیپر غیر قانونی سمجھا جائے گا اگر

i : بلیٹ پیپر پر کوئی ایسا نشان یا تحریر موجود ہو گی جس سے ووٹر کا پتہ چل سکتا ہو۔

ii : بلیٹ پیپر پر پریذائیڈنگ آفیسر کے دستخط ثبت نہیں ہوں گے۔

iii : کسی امیدوار کے نام کے سامنے کراس کا نشان نہ لگایا گیا ہو گا۔

iv : کراس کا نشان دو یا دو سے زیادہ امیدواروں کے ناموں کے سامنے لگایا
گیا ہو گا۔

v : یہ یقین نہ ہو گا کہ کس امیدوار کے نام کے سامنے نشان لگایا گیا ہو۔

۲۰ : انتخاب کے خاتمہ پر پریذائیڈنگ آفیسر امیدواروں یا ان کے باقاعدہ نمائندوں کے

سامنے، جیسے امیدواروں کی مرضی ہو، بیلٹ بکس کھول کر خالی کر دے گا۔ ہر امیدوار کو ملنے والے ووٹوں کو گننے گا اور ایک تحریر کے ساتھ تمام ووٹوں کو ان کی گنتی کے حساب سمیت کمشنر کو روانہ کر دے گا۔

۲۱۔ کمشنر امیدواروں یا ان کے باقاعدہ نمایندوں کے سامنے جیسا کہ ان کی مرضی ہو، تمام بیلٹ پیپروں کا معائنہ کرے گا اور غیر قانونی ووٹوں کو مسترد کر دے گا اس کے بعد ہر امیدوار کے حق میں دیے گئے ووٹوں کی گنتی کرے گا۔

۲۲: اگر دو امیدوار ہوں گے تو جو زیادہ تعداد میں ووٹ حاصل کرے گا کمشنر اسے کامیاب قرار دے گا۔

۲۳۔ اگر تین یا زیادہ امیدوار ہوں گے اور ان میں سے ایک کو باقی تمام امیدواروں کے مجموعی ووٹوں سے زیادہ ووٹ ملیں گے تو کمشنر اسے کامیاب امیدوار قرار دے دے گا۔

۲۴۔ اگر تین یا تین سے زیادہ امیدوار ہوں گے اور ان میں سے کوئی بھی پچھلے پیراگراف میں دیے گئے ووٹ حاصل نہ کر سکے گا تو پچھلی شقوں کے مطابق صدر کا انتخاب نئے سرے سے منعقد کیا جائے گا۔ پہلے انتخاب میں سب سے کم ووٹ حاصل کرنے والا امیدوار اس انتخاب میں حصہ نہیں لے سکے گا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ایک امیدوار باقی امیدواروں کے مجموعی ووٹوں سے زیادہ ووٹ حاصل نہیں کرے گا۔

۲۵: جب انتخاب کا نتیجہ طے ہو جائیگا تو کمشنر وفاقی حکومت کو مطلع کر دے گا۔ وفاقی حکومت اسے سرکاری گزٹ میں شائع کر دے گی۔

۲۶: کمشنر صدر کی مرضی کے ساتھ اس شیڈول کے مقاصد کے حصول کے لیے سرکاری گزٹ کے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ قواعد وضوابط بنائیگا۔

تبصرہ: صدر کے انتخاب کا یہ طریقہ سادہ ہے اگر بھارتی دستور کا جائزہ لیا جائے تو بہت پیچیدہ طریقہ سامنے آئے گا۔ دستور پاکستان میں مرکزی مقننہ کے دونوں ایوان صدر کو منتخب کرتے ہیں جبکہ بھارت میں صدر کے انتخاب میں لوک سبھا، راجیہ سبھا اور ریاستی مجالس قانون ساز کے اراکین بھی حصہ لیتے ہیں۔ ریاستوں کی آبادی کے

مختلف تناسب کے سبب اراکین مجالس قانون ساز کے حلقے کے ووٹوں کا تعین کرنے کے لیے مخصوص طریق کار ہے۔ اسی طرح مرکزی مقننہ کے ارکان کے ووٹوں کی تعداد کا تعین مخصوص طریقے سے عمل میں آتا ہے۔

میعادِ منصب

دستور کے مطابق صدرِ مملکت کو اپنا عہدہ سنبھالنے کے پانچ سال بعد تک صدر رہنے کا حق حاصل ہو گا لیکن اس مدت کے خاتمہ کے باوجود بھی وہ صدر رہ سکتا ہے جب تک نیا صدر اپنا عہدہ نہیں سنبھالتا۔ [۱]

دوبارہ انتخاب

دستور کی حدود میں رہ کر ایک شخص جو صدارت کی خدمت انجام دے رہا ہو، دوبارہ صدر منتخب کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی شخص متواتر دو میعاد دوں تک صدر رہنے کے بعد یہ عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔

تبصرہ اس دفعہ سے صدر کے تیسری بار منتخب ہونے کی راہ بند کر دی گئی ہے۔ بھارتی دستور میں صدر کے بار بار منتخب ہونے کا امکان موجود ہے یہ اور بات ہے کہ صدر راجندر پرشاد نے اپنی مرضی سے تیسری مرتبہ منتخب ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ اس روایت کو مستقبل میں قائم رکھنا بھارتی رہنماؤں کا کام ہے ورنہ آئینی طور پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔

صدارتی امیدوار کے لیے دیگر شرائط

بمطابق دستور صدارتی امیدوار کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ صدر پاکستان کی سرکاری ملازمت میں کسی ایسے عہدے پر فائز نہ ہو جس سے مالی فائدہ ملتا ہو۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حیثیت رکھے جس میں خدمات کا معاوضہ حاصل کرنے کا حق ہو۔ [۲]

صدر پارلیمان یا کسی صوبائی اسمبلی کی رکنیت کا امیدوار نہیں ہو گا اور اگر پارلیمان یا کسی صوبائی اسمبلی کا رکن صدر منتخب ہو جائے تو اس کی نشست اسی دن خالی ہو جائے گی جس دن وہ صدر کا عہدہ سنبھالے گا۔ [۳]

صدر اپنا عہدہ سنبھالنے سے قبل چیف جسٹس آف پاکستان کے سامنے حلف اٹھائے گا جس کا طریقہ شیڈول میں بتایا گیا ہے [۴]

---

[۱] دفعہ ۴۴ [۲] دفعہ ۴۳ (۱) [۳] دفعہ ۴۳ (۲) [۴] دفعہ ۴۲

تبصرہ: اس حلف نامہ میں مسلمان ہونے کے اقرار کے ساتھ پانچ چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ توحید الٰہی، صحائف آسمانی جن میں قرآن حکیم کو سب سے آخری صحیفہ مانا جائے گا، حضور صلعم کو خاتم النبیین ماننا، یوم قیامت اور قرآن حکیم اور سنت کے تقاضوں اور تعلیمات پر ایمان۔ حلف نامے کا متن یوں ہے۔

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور خدا پر میرا یقین کامل ہے اور اس کی کتاب قرآن پاک جو کہ آخری کتاب ہے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر خدا کی رحمت ہو، جن کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا قیامت کے دن رسول کی سنت اور قرآن پاک کے احکامات پر میرا کامل ایمان ہے

میں پاکستان کا وفادار رہوں گا میں پاکستان کا صدر ہونے کی حیثیت سے قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے فرائض احسن طریقے سے پوری قابلیت سے وفاداری سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور قانون کی رُو سے اور ہمیشہ پاکستان کے اقتدارِ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے ملک کی سالمیت استحکام اچھائی اور خوشحالی کے لیے کام کروں گا۔

میں اسلامی نظریہ حیات کے لیے کمربستہ رہوں گا جو کہ وجودِ پاکستان کی بنیاد ہے۔
میں اپنے قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دوں گا۔

میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی پوری حفاظت کروں گا ہر حال میں قانون کے مطابق ہر فرد سے برابر کا سلوک کروں گا بغیر کسی ڈر، لالچ، مفاد، پیار و محبت یا کسی ذاتی برائی کا انتقام لینے کے لیے۔ اور میں براہِ راست یا بالواسطہ کسی شخص کو کسی ایسی بات سے باخبر یا مطلع نہ کروں گا جو صدرِ پاکستان کی حیثیت سے میرے علم میں لائی جائیگی ماسوا کہ اپنے فرائض کے سلسلہ میں ایسا کرنا میرے لیے لازم ہو۔

صدر کی علیحدگی

دستور میں صدر کو اس کے منصب سے الگ کرنے کا طریقہ بیان کر دیا گیا ہے صدر کو جسمانی یا ذہنی نااہلی یا آئین کی خلاف ورزی یا سنگین بے ضابطگی کے الزام کی بنا پر اس کے عہدے سے الگ کیا جاسکتا ہے[1] کسی ایوان کے کم از کم نصف ارکان قومی اسمبلی کے سپیکر یا چیئرمین کو تحریری طور

---

[1] ۴۷ آ

پر یہ نوٹس دے سکتے ہیں کہ وہ صدر کی علیحدگی کے لیے قرارداد پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ایسے نوٹس میں صدر کی نااہلیت کے کوائف یا اس پر الزامات بیان کیے جائیں گے۔

کوئی نوٹس چیرمین کو وصول ہو تو وہ اسے فوری طور پر سپیکر تک پہنچائے گا۔

سپیکر نوٹس وصول کرنے کے بعد تین دن کے اندر اس نوٹس کی نقل صدر کو بھجوائے گا۔

سپیکر نوٹس کی وصولی کے بعد کم از کم سات دن کے بعد اور زیادہ سے زیادہ چودہ دن کے اندر دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بلائے گا۔

مشترکہ اجلاس اس وجہ یا الزام کی تفتیش کرے گا یا کروائے گا جس کی بنیاد پر یہ نوٹس دیا گیا ہو گا۔

صدر کو تفتیش کے دوران اور مشترکہ اجلاس میں پیش ہونے اور اپنا موقف بیان کرنے کا حق ہو گا۔

اگر تفتیش کے دوران غور کرنے کے بعد مشترکہ اجلاس میں کل ارکان کی دو تہائی ووٹوں کی تعداد سے یہ قرارداد منظور ہو جائے کہ صدر یہ عہدہ سنبھالنے کا اہل نہیں یا اس نے آئین کی خلاف ورزی یا کوئی سنگین بے ضابطگی کی ہے تو اس قرارداد کی منظوری کے ساتھ ہی صدارت کے عہدہ سے الگ ہو جائے گا۔

تبصرہ: صدر کی علیحدگی کے لیے مختلف ممالک کے دساتیر میں جو طریقے اپنائے گئے ہیں ان میں مرکزی مقننہ کو مواخذہ کا حق ہوتا ہے امریکہ میں سینٹ صدر کی علیحدگی کی منظوری دیتا ہے۔ بھارت میں کوئی ایوان بھی مواخذہ کی تحریک چلا سکتا ہے پاکستان میں مرکز کے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس منعقد کیا جاتا ہے۔ اور صدر کی علیحدگی کا فیصلہ کیا جاتا ہے بھارت میں صدر کی علیحدگی کی تحریک کے لیے ¼ ارکان درخواست دے سکتے ہیں جبکہ پاکستان میں نصف ارکان تحریک علیحدگی کی درخواست پیش کر سکتے ہیں اور اس کی منظوری کے لیے مرکزی مقننہ کے ممبران کی ⅔ اکثریت درکار ہوتی ہے مزید برآں موجودہ دور میں اور دستور پاکستان ۱۹۶۲ء میں صدر کی علیحدگی کے سلسلہ میں ایک واضح فرق ہے۔ ۱۹۶۲ء کے دستور میں اگر اسمبلی علیحدگی کی قرارداد نامنظور کر دیتی اور اسمبلی کے نصف ارکان بھی اسے رد کر دیتے تو محرکین اپنی اسمبلی کی نشستیں کھو دیتے تھے۔ اس کے علاوہ دستور ۱۹۶۲ء میں محرکین تحریک کی تعداد اسمبلی کے ⅓ اراکین تھے مگر موجودہ آئین میں اسمبلی کے نصف ارکان علیحدگی کے لیے درخواست دے سکتے ہیں آئین ۱۹۶۲ء

ہیں ایسی قرارداد کی منظوری کے لیے اسمبلی کے ارکان کی ۳/۴ اکثریت درکار تھی مگر موجودہ آئین میں یہ تعداد ایوان کا ۲/۳ ہے۔

صدر کے اختیارات

صدر پاکستان کے اختیارات اس طرح وضع کیے گئے ہیں کہ وہ آئینی آمر نہ بن سکے۔ صدر پاکستان کی مثال بھارتی صدر یا امریکی صدر سے بالکل مختلف ہے۔

انتظامی

صدر کو ریاستی سربراہ کی حیثیت حاصل ہے صدر اپنے زیر نگرانی امور کو وزیر اعظم اور مجلس وزراء کے سپرد کر کے کام چلاتا ہے۔ صدر کو ملکی نظم و نسق، اندرونی حالات اور بیرونی حالات اور دیگر ملکی پالیسیوں سے باخبر رکھنا وزیر اعظم کا فرض ہوگا۔ وزیر اعظم صدر کو مشورہ بھی دے گا اور ان مشوروں پر عمل کرنا صدر کے لیے لازم ہوگا۔ صدرِ مملکت جو بھی احکامات جاری کرے گا وزیر اعظم کے دستخطوں سے اس کی توثیق لازمی ہو گی۔ صدرِ مملکت کسی صوبے کے گورنر کی اطلاع پر یقین کر لینے کے بعد صوبے میں ضروری جاننے تو صدر راج نافذ کر سکتا ہے وہ صوبے کے نظم و نسق کو خود زیر نگرانی لا سکتا ہے یا گورنر کو اپنے اختیارات تفویض کر سکتا ہے۔ امریکی صدر بھی انتظامی امور کا نگران ہوتا ہے۔ مگر امریکی صدر کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔ جبکہ پاکستانی صدر اپنے اختیارات آئین کی حدود میں رہ کر استعمال کرنے کیلیے وزیر اعظم کے مشورے کا پابند ہے اس طرح وزیر اعظم صدر کے احکام میں برابر کا شریک ہے۔

اختیارِ تقرر

صدرِ مملکت کو مملکت کے مختلف شعبوں میں تقرر کے اختیارات حاصل ہیں۔

۱۔ صدر وزیر اعظم کا تقرر کرتا ہے اگرچہ اصلاً یہ تقرر پارلیمان کی اکثریتی پارٹی اپنے کسی نمائندہ کا نام پیش کر کے کرتی ہے۔

۲۔ صدر صوبوں کے گورنروں کا تقرر کرتا ہے جو صدر کی خوشنودی تک اپنے عہدوں پر برقرار رہتے ہیں۔

۳۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر بھی صدرِ مملکت کرتا ہے۔

۴۔ سپریم کورٹ کے دوسرے ججوں کا تقرر بھی صدر، چیف جسٹس آف پاکستان کے مشورے سے کرتا ہے۔

۵۔ سپریم کورٹ میں قائمقام چیف جسٹس مقرر کرنے کے لیے صدر اپنے اختیارات استعمال کرتا ہے
۶۔ کسی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر، صدر چیف جسٹس آف پاکستان اور متعلقہ صوبے کے گورنر کے مشورہ سے کرتا ہے۔

۷۔ ہائی کورٹ کے کسی جج کے تقرر کے لیے صدر چیف جسٹس آف پاکستان متعلقہ صوبے کے گورنر اور متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے مشورہ کرتا ہے اور پھر تقرر کرتا ہے۔
۸۔ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی جگہ ضرورت پڑنے پر قائم مقام چیف جسٹس بھی صدر مقرر کرتا ہے۔

۹۔ مندرجہ ذیل کا تقرر بھی صدر کرتا ہے۔
پاکستان کا اٹارنی جنرل۔
۱۰۔ پاکستان کا آڈیٹر اور کمپٹرولر
۱۱۔ قومی مالیاتی کمیشن کے ارکان
۱۲۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان
۱۳۔ چیف الیکشن کمشنر
۱۴۔ تینوں افواج کے سربراہوں کا تقرر

اس کے علاوہ بہت سے دوسرے تقرر، ترقیاں اور معزولیاں صدر کر سکتا ہے۔

اختیارات متعلق بہ مقننہ

مقننہ کے سلسلے میں بھی صدر کو خاصے اختیارات حاصل ہیں صدر پارلیمان کے دونوں ایوانوں یا کسی ایک ایوان کو خطاب کر سکتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے ارکان کا اجلاس طلب کر سکتا ہے صدر کو وقتاً فوقتاً پارلیمان کے ایک یا دونوں ایوانوں کا اجلاس طلب کرنے یا دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بلانے کا اختیار ہوگا۔ وہ اجلاس کے مقام اور وقت کا تعین بھی کرے گا۔ کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔ مقننہ میں منظور ہونے والا ہر بل صدر سات دن کے اندر اندر اس کی منظوری دے گا۔ اسمبلی توڑنے کا حق رکھتا ہے۔

اختیارات متعلق بہ عدلیہ

صدر کو کسی ٹربیونل یا مجرم کی سزا کو معاف یا معطل کرنے کا اختیار ہوگا۔ خود جاری کر سکے گا

اختیارات متعلق بہ دفاع

قانون کے تحت صدر کو اختیار ہو گا کہ وہ ملٹری بحریہ اور فضائیہ کو ترقی دے ان افواج کے ریزرو دستے بھی رکھے جائیں گے۔ صدر ان افواج میں کمیشن عطا کرنے کا مجاز ہو گا۔ صدر کو تینوں افواج کے سربراہوں کا تقرر عمل میں لانے اور ان کی تنخواہوں کے تعین کا بھی اختیار ہو گا ملکی سالمیت کے پیش نظر اور بیرونی جارحیت کی صورت میں صدر کو ہنگامی اعلان کا اختیار ہو گا

آرڈی ننس کے نفاذ کے صدارتی اختیارات:

صدر کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ ان دنوں میں فوری ضرورت اور حالات کے تقاضوں کے تحت آرڈی ننس نافذ کر دے جب قومی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو۔

ایسا ہر آرڈی ننس وہی طاقت رکھے گا جو پارلیمنٹ سے منظور کیے ہوئے کسی ایکٹ کو حاصل ہو گی اور اس پر بھی عام قانون سازی کی طرح ہی پابندیوں کا اطلاق ہو گا لیکن ہر ایسا آرڈی ننس

(۱) چار ماہ گزر جانے کے بعد خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اگر اس سے پیشتر اسمبلی کا اجلاس منعقد ہو گا تو آرڈی ننس کو اسمبلی کے سامنے رکھا جائے گا اگر اسمبلی اسے نامنظور کرنے کا ایک ریز ولیوشن منظور کر لے گا تو آرڈی ننس ختم ہو جائے گا۔

(۱۱) اگر اس کا تعلق وفاقی قانون سازی کی فہرست کے دوسرے حصے سے ہو گا تو اسے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ایسا آرڈی ننس بھی چار ماہ گزر جانے پر ختم ہو جائے گا اس سے پیشتر بھی اگر کسی ایک ایوان میں آرڈی ننس کے خلاف ریز ولیوشن کی توثیق ہو جائے گی تو یہ از خود ختم ہو جائے گا۔

ب۔ صدر جب چاہے آرڈیننس واپس لے سکے گا

اگر کوئی آرڈی ننس قومی اسمبلی میں متعارف ہو جائے گا تو اسے باقاعدہ قانون کا درجہ حاصل ہو جائے گا [1]

مشکلات کو دور کرنے کا صدارتی اختیار

آئین کے نفاذ کے روز سے پہلے اور نفاذ کے تین ماہ بعد تک اگر مشکل پیش آئیگی تو صدر کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اپنے ایک حکم کے ذریعے ان مشکلات کو دور کرنے اور آئین کی مختلف شقوں کو مؤثر بنانے کے لیے ہدایات جاری کرے کہ ایک خاص عرصہ کے لیے

---

[1] دفعہ ۸۹

(ج) جس حکم میں ذکر ہوگا آئین کی شقوں کو بدلا جائے، ان میں اضافہ کیا جائے یا ان کا کوئی حصہ ختم کیا جائے۔

اس سلسلہ میں صدر کو پارلیمان میں یہ حکم نامہ پیش کرنا ہوگا تاکہ اس کی توثیق ہو سکے۔

ہنگامی حالات کے اعلان کا اختیار

اگر صدر کو اس امر کا یقین ہو کہ ایسی ہنگامی صورتِ حال موجود ہے جس میں پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سلامتی جنگ، خارجی جارحیت اور صوبائی حکومت کے کنٹرول سے باہر داخلی انتشار کے باعث خطرے میں ہے تو وہ ہنگامی حالات کا اعلان جاری کر سکتا ہے۔

ہنگامی حالات کے اعلان کے ساتھ ہی صدر ایک حکم جاری کرے گا جس کے ذریعے عدلیہ کے بنیادی حقوق کے متعلق تمام اختیارات معطل کر دے گا۔ باب اول کے دوسرے حصے میں مندرج بنیادی حقوق معطل کر دیے جائیں گے۔ عدلیہ میں اس سلسلے میں جاری کاروائی معطل سمجھی جائے گی اگر ان کا تعلق بنیادی حقوق یا ان کی خلاف ورزی سے ہوگا۔ تمام بنیادی حقوق معطل سمجھے جائیں گے یہ تعطل پورے پاکستان میں یا پاکستان کے کسی بھی حصے میں قائم ہو سکے گا۔

اگر صدر کو رپورٹ موصول ہو یا گورنر اسے اطلاع دے کہ صوبے کی انتظامی صورتِ حال تسلی بخش نہیں اور وہ یقین کرے گا کہ صوبے کی انتظامی مشنری آئین کے مطابق نظم و نسق نہیں چلا سکتی۔ اس حالت میں وہ خود (یا دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں صورتِ حال کے متعلق کوئی قرارداد منظور کی جانے پر) ایک اعلان جاری کرے گا جس کے ذریعے وہ خود صوبائی انتظامی مشنری سنبھال لے گا۔ صوبے کے گورنر کو اپنی جانب سے اختیارات سنبھالنے کی ہدایت دے گا صدر صوبے کے تمام اختیارات حاصل کر سکے گا سوائے صوبائی اسمبلی کے اختیارات کے وہ واضح کرے گا کہ صوبائی اسمبلی اپنے اختیارات کو پارلیمنٹ کے تحت رہ کر استعمال کرے گی پارلیمنٹ خود بھی اسمبلی کے اختیارات کو استعمال کر سکتی ہے۔

وہ حالات پر غور کرنے کے بعد ایسی شقیں نافذ کر سکے گا جنہیں ضروری سمجھے گا تاکہ ہنگامی حالات کے اعلان کے مقاصد پورے ہو سکیں۔ اس طرح وہ آئین کی چند شقوں کو مکمل طور پر یا ان کے کسی حصے کو معطل کر سکے گا جو صوبائی انتظامیہ کے اختیارات سے متعلق ہونگی۔

البتہ صدر کو ہائی کورٹ کے اختیارات کو ختم کرنے کا جواز نہیں مل سکے گا۔ وہ نہ تو خود ایسے اختیار کو اپنے ہاتھوں میں لے سکے گا اور نہ ہی گورنر کو کوئی ایسی ہدایت جاری کر سکے گا

جو آئین کی رو سے ہائی کورٹ کو حاصل ہوں گی۔ ہائی کورٹ سے متعلق آئین کی کسی شق کو معطل کرنے کا اختیار صدر کو حاصل نہ ہوگا۔

اگر صدر کو ملک کے معاشی حالات کو دیکھتے ہوئے یقین ہوگا کہ پاکستان میں معاشی زندگی مالی استحکام یا پاکستان میں کریڈٹ کا کوئی شدید خطرہ درپیش ہے تو وہ صوبوں کے گورنر کے ساتھ مشورے کے بعد مالی لحاظ سے ہنگامی حالات کا اعلان کر سکے گا اس اعلان کے جاری ہوتے ہی وفاقی حکومت کی انتظامی مشینری کا دائرہ کار وسیع ہو جائے گا وہ صوبائی حکومتوں یا حکومت کو ہدایات جاری کر سکے گا تاکہ مخصوص مالیاتی اصولوں

پر صوبے یا صوبوں میں عمل کیا جا سکے۔ صدر ملک کے معاشی نظام کے مفاد کے لیے جو ہدایات بھی چاہے گا تمام صوبوں یا صوبے کو جاری کر سکے گا تاکہ مالی استحکام پیدا کیا جا سکے۔

آئین میں دیے گئے کسی بھی اصول کے باوجود ہنگامی حالات میں ایسی ہدایات جاری کی جا سکتی ہیں جن کی رو سے صوبائی حکومت کے ملازمین چاہے وہ کسی بھی درجے کے ہوں انکے الاؤنسوں اور تنخواہوں میں کمی کی جا سکتی ہے۔

یہاں یہ امر یاد رہے کہ مالی بحران کے سبب صدر عدلیہ کے جج صاحبان کی تنخواہوں وغیرہ میں کمی نہ کرے گا۔

صدر کی حیثیت — جائزہ

صدر پاکستان کو آئین کے تحت گوناگوں اختیارات حاصل ہیں۔ لیکن اس کی حیثیت امریکی صدر جیسی نہیں ہے۔ صدر پاکستان کے واختیارات اس لحاظ سے بھارتی صدر سے بھی جداگانہ ہیں، کہ صدر پاکستان کو وزیر اعظم کا مشورہ ہر حال میں ماننا ہوگا۔ اور اپنے احکام پر وزیر اعظم کے دستخط کرانے ہوں گے۔ اس طرح وزیر اعظم صدر کے احکام پر اثر انداز ہی نہیں ہو گا بلکہ صدر کے اختیارات کی تحدید کر دی گئی ہے۔ تاکہ صدر کو اپنی مرضی سے من مانی کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ صدر کی اہمیت کا مسئلہ اس وقت شدت اختیار کر جاتا ہے جب کسی پارلیمنٹ میں کسی بھی جماعت کو اکثریت حاصل نہ ہو صدر کی ضرورت و اہمیت ہے۔ بہر حال مفر نہیں۔ عملاً وزیر اعظم ہی حقیقی سربراہ ہوگا کیونکہ اس کے مشوروں کا صدر کو پابند ہونا ضروری ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے موجودہ آئین کے مطابق مرکزی مقننہ (پارلیمان) دو ایوانی ہوگی۔ ایوان زیریں کو قومی اسمبلی اور ایوان بالا کو سینٹ کہا جائے گا۔

قومی اسمبلی — پارلیمان کا ایوان زیریں

تعداد ارکان و انتخاب اسمبلی

بمطابق دستور قومی اسمبلی دوسو ارکان پر مشتمل ہوگی ان ممبران کو آزادانہ اور براہ راست انتخاب کے ذریعے منتخب کیا جائے گا۔ ارکان اسمبلی کو صرف وہی شخص ووٹ دے سکے گا جو پاکستانی شہری ہو، اٹھارہ سال سے کم نہ ہو۔ انتخابی فہرست میں اس کا نام مندرج ہو اور وہ ناقص الذہن قرار نہ پاچکا ہو۔[1]

یہاں یہ صراحت کر دینا ضروری ہے کہ دستور میں خاص طور پر مذکور ہے کہ اسمبلی کے پہلے عام انتخاب کے لیے یا دوسرے انتخاب سے پہلے کسی خالی نشست پر انتخاب کے لیے ووٹر کی عمر کی حد ۲۱ سال ہوگی۔ قومی اسمبلی کی نشستوں کی تعداد تازہ ترین مردم شماری کے سرکاری نتائج کے مطابق ہر صوبے، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں اور وفاقی دارالحکومت کے لیے آبادی کی بنیاد پر مخصوص کی جائیں گی۔ ارکان اسمبلی میں عورتوں کو شامل کرنے کے لیے مذکور ہے کہ دستور کے نفاذ کے دن سے دس سال بعد تک یا قومی اسمبلی کے لیے دوسرے عام انتخابات کے انعقاد تک جو کوئی بعد میں پڑے مقررہ نشستوں کے علاوہ مزید دس نشستیں عورتوں کے لیے مخصوص ہوں گی ان نشستوں میں سے بمطابق دستور و قانون ہر صوبے کا حق ہوگا لیکن ہر صوبہ کے لیے مخصوص کی جانے والی خواتین کی نشستوں کے لیے متعلقہ صوبے کی اسمبلی انتخابی ادارہ ہوگی۔ صدر مملکت ایک حکم کے ذریعے وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کو ملنے والی قومی اسمبلی کی نشستوں کو پُر کرنے کے لیے جو طریقہ کار چاہے متعین کر سکتا ہے۔[2]

۱؎ دفعہ ۵۱ ۲؎ دفعہ ۵۱ (۶)

میعادِ اسمبلی

قومی اسمبلی کی مدت پانچ سال تک ہو گی جو پہلے اجلاس کے دن سے شروع ہو گی بشرطیکہ اسمبلی کو اس سے پہلے توڑ نہ دیا جائے۔

قومی اسمبلی کی برخاستگی

قومی اسمبلی کو توڑنے میں وزیرِ اعظم صدر کو مشورہ دے گا اس مشورہ کے اڑتالیس گھنٹے بعد اسمبلی ختم ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ وزیرِ اعظم اسمبلی کی برخاستگی کے مشورہ دینے کے وقت حقیقی وزیرِ اعظم ہو یعنی اس کے خلاف عدمِ اعتماد کی قرارداد قومی اسمبلی میں پیش نہ کی جا چکی ہو یا اس کے خلاف ایسی قرارداد منظور نہ ہو چکی ہو یا وہ اپنے استعفےٰ سے یا قومی اسمبلی ٹوٹنے کے بعد بھی عہدہ نہ سنبھالے ہوئے ہو یا وہ کوئی وفاقی وزیر نہ ہو جو دفعہ ۹۵ کی شق نمبر ایک یا تین کے تحت وزیرِ اعظم کے فرائض انجام دے رہا ہو۔

ارکانِ اسمبلی کی شرائط اہلیت و نااہلیت و محرومیِ رکنیت

اسمبلی کی رکنیت کے لیے صرف وہی شخص کھڑا ہو سکتا ہے جو

ا۔ پاکستان کا شہری ہو

ب۔ قومی اسمبلی کی ممبری کے لیے اس کی عمر کم از کم ۲۵ سال ہو اور اس کا نام قومی اسمبلی کے انتخابات کے لیے تیار شدہ کسی فہرست رائے دہندگان میں درج ہو۔ اگر قومی اسمبلی کی رکنیت کا امیدوار غیر صحت مند ذہن رکھتا ہو اور اس امر کا اعلان عدلیہ نے کیا ہو یا غیر سبکدوش دیوالیہ ہو یا پاکستان کا شہری نہ رہا ہو یا کسی غیر ملک کی شہریت اختیار کر لی ہو۔ یا وہ قانوناً اہلیت میں مزاحم نہ ہونے والے عہدے سے مختلف طور پر حکومتِ پاکستان کے کسی نفع بخش عہدے پر فائز ہو تو وہ رکنیت کے نااہل قرار پائے گا [۱]

اگر کسی رکنِ اسمبلی کی اہلیت کے بارے میں شک پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ یوں ہو گا کہ اسپیکر الیکشن کمشنر سے رجوع کرے گا جو ممبر کی رکنیت اسمبلی برقرار رکھنے یا اسے نااہل قرار دینے کا فیصلہ دے گا اور اس کی نشست خالی قرار پائے گی۔ ایوان سے مسلسل چالیس دن غیر حاضر رہنے والے رکن کی نشست خالی قرار دی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ سپیکر کے نام استعفیٰ دینے

---

[۱] دفعہ ۶۲

سے بھی رکنیت جاتی رہتی ہے۔

ارکانِ اسمبلی کے لیے مراعات و تحفظات

ارکانِ اسمبلی قوم کے نمائندے ہونے کے سبب مراعات کے مستحق ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ سکون و دلجوئی سے قانون سازی کر سکیں۔ بمطابق دستور ہر رکن اسمبلی منتخب ہونے کے بعد حلف اٹھائے گا۔ اسے پارلیمانی طریق کار کی حدود میں رہ کر پارلیمان میں اظہار تقریر کی آزادی ہوگی اور کسی رکن کے خلاف کسی عدالت میں اس کی تقریر یا اس کے ووٹ کے بارے میں کوئی قانونی کارروائی نہ کی جاسکے گی اس طرح کسی شخص کو پارلیمان کی تقریر، کسی مسئلہ پر دیے گئے ووٹ یا کارروائی کی خبر جو پارلیمان کی سند کے ساتھ شائع ہوئی ہو، کوئی عدالتی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ دوسرے معاملات پارلیمان کی مراعات، حقوق و مراعات اور ممبران کی مراعات، حقوق و مراعات کا تعین وقتاً فوقتاً ملکی قوانین کے ذریعے کیا جائے گا۔ اس تعین سے پہلے ارکان کو وہ تمام مراعات حاصل ہونگی جو قومی اسمبلی اور اسکی کمیٹیوں اور ممبران کو حاصل ہوں گی۔

سپیکر

قومی اسمبلی کا ایک سپیکر اور ایک ڈپٹی سپیکر ہوگا۔

سپیکر کا انتخاب اور کام

ہر بار عام انتخابات کے بعد قومی اسمبلی اپنے پہلے اجلاس میں اور تمام دوسرے کاموں کو چھوڑ کر اپنے ممبران میں سے ایک سپیکر اور ایک ڈپٹی سپیکر کا انتخاب کرے گی اور جب کبھی سپیکر یا ڈپٹی سپیکر کا عہدہ خالی ہوگا اسمبلی دوسرے اسپیکر یا ڈپٹی سپیکر کو ضرورت کے مطابق منتخب کرے گی۔

۲۔ جب کسی رکن کو اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر منتخب کر لیا جائے گا تو عہدہ سنبھالنے سے پہلے اسے تیسرے گوشوارے میں درج طریقے کے مطابق قومی اسمبلی کے سامنے حلف لینا ہوگا۔

۳۔ جب اسپیکر کا عہدہ خالی ہوگا یا وہ غیر حاضر ہوگا یا کسی بنا پر اپنے فرائض ادا کرنے سے قاصر ہوگا تو ڈپٹی اسپیکر بطور اسپیکر کام کرے گا۔ اور اگر اس وقت ڈپٹی اسپیکر بھی موجود نہیں ہے یا کسی وجہ سے اسپیکر کے فرائض ادا کرنے سے قاصر ہے تو کوئی ایسا رکن جسکے بارے میں اسمبلی کے طریقہ کار میں وضاحت ہو اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرے گا۔

اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کسی ایسے اجلاس کی صدارت نہیں کرے گا جس میں اسے عہدے سے ہٹانے کی قرارداد پر غور ہو رہا ہو۔

اسپیکر، صدر کے نام اپنی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

ڈپٹی اسپیکر، اسپیکر کے نام اپنی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے گا اگر

الف : وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دے۔

ب : وہ اسمبلی کا رکن نہ رہے یا

ج : اسمبلی کی ایک قرارداد کے ذریعہ سے جس کے لیے کم از کم سات دن کا نوٹس دیا گیا ہو اور جو اسمبلی کے تمام ارکان کی اکثریت سے منظور کی گئی ہو۔ اسے عہدے سے ہٹا دیا گیا ہو۔

جب قومی اسمبلی توڑ دی جائے گی تو سپیکر اپنے عہدے پر برقرار رہے گا۔ اس وقت تک جب تک کہ منتخب ہونے والی دوسری اسمبلی میں منتخب ہونے والا اسپیکر عہدہ سنبھالنے کے لیے نہ پہنچ سکے۔

اسمبلی کا کورم، انعقاد اجلاس و التوائے اجلاس

مطابق دستور اسمبلی کے اجلاس کے لیے ارکان اسمبلی کی ⅟₄ تعداد درکار ہو گی۔ اس سے کم تعداد کی صورت میں سپیکر یا تو نشست کو معطل کر سکتا ہے اور یا نشست کو ملتوی کر سکتا ہے صدر وقتاً فوقتاً اور ایسے وقت پر جسے وہ مناسب سمجھے، کسی ایک ایوان کا اجلاس یا مشترکہ اجلاس طلب کر سکتا ہے اور اسے ملتوی بھی کر سکتا ہے۔ ہر سال قومی اسمبلی کے کم از کم دو اجلاس منعقد ہوں گے اور ایک اجلاس کی آخری نشست سے لے کر دوسرے اجلاس کی پہلی نشست کے لیے مقررہ تاریخ تک کے درمیان ایک سو بیس دن کے زیادہ وقفہ نہ ہو گا۔ بشرطیکہ قومی اسمبلی کا اجلاس ہر سال میں کام کے ایک سو تیس دن سے کم جاری نہ رہے۔ کوئی ایسا مطالبہ پیش ہونے کے چودہ دن کے اندر جس کے حق میں قومی اسمبلی کے تمام ارکان نے دستخط کر دیے ہوں اسمبلی کا سپیکر اپنی رائے کے مطابق مناسب وقت پہ اسمبلی کا اجلاس طلب کرے گا اور جب کہ اس نے ہی اجلاس طلب کیا ہو وہ اسے ملتوی بھی کر سکتا ہے۔ [1]

---

[1] دفعہ ۵۴ / ۱، ۲، ۳

طریقِ قانون سازی

اسمبلی میں قانون سازی کا مخصوص طریقِ کار متعین کر دیا گیا ہے ۔ کوہر ایوان اپنی کاروائی کے طریق کار کا تعین خود کرے گا ۔ ایوان کی کسی کاروائی کو اس بنار پر کالعدم قرار نہیں دیا جائے گا کہ اس میں کسی ایسے فرد یا افراد نے شرکت کی بحث میں حصہ لیا یا ووٹ دیا جو ایوان کے ممبر نہ تھے ۔ جب تک طریق کار وضع نہ ہوگا اسمبلی صدر کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق سارہی کارروائی انجام دے گی ۔

وفاقی فہرست کے حصہ اوّل سے متعلق مسودات

وفاقی قانون سازی کی فہرست میں حصہ اوّل میں مذکور امور سے متعلق جو مسودہ ہوگا اسے قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا اگر یہاں اسے منظور کر لیا گیا تو پھر اسے ایوان بالا (سینٹ) میں منظوری کے لیے بھیجا جائے گا ۔ سینٹ اسے ۹۰ دن کے اندر منظور کرے گی یا اس میں ترمیم تجویز کر دے گی یا اسے مسترد کر دے گی ۔ اگر سینٹ ۹۰ دن کے اندر کوئی قدم نہ اٹھائے تو بل بلا ترمیم پاس متصور ہوگا ۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آئین میں کسی ترمیم کی منظوری کے لیے بھی سینٹ کی منظوری ۹۰ دن کے اندر درکار ہوتی ہے لیکن اگر سینٹ اس مدت میں کوئی قدم نہ اٹھائے تو بل مسترد متصور ہوگا ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عام قانون سازی کے تحت دفعہ ۷ میں مذکور امور طے کرنے کے لیے سینٹ اگر کوئی قدم نہ بھی اٹھائے تو اسمبلی کی منظوری ہی بل کے پاس ہونے کے لیے کافی ہے جبکہ آئین میں ترمیم کے لیے دونوں ایوانوں کی منظوری ضروری ہے ۔

سینٹ جس بل کی منظوری بلا ترمیم یا ترمیم سے دے دی گی یا خاموش رہ کر بل کو پاس ہونے کا موقع دے گی تو یہ بل صدر کے پاس توثیق کے لیے بھیجا جائے گا ۔ اگر بل میں سینٹ ترمیم کرے یا اسے مسترد کر دے تو پھر پہلے بل قومی اسمبلی میں واپس بھیجا جائے گا ۔ اگر اسمبلی اسے دوبارہ منظور کر لے تو اسے براہِ راست صدر کی منظوری کے لیے بھیج دیا جائے گا ۔ یہ کام صدر کا ہوگا کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ منظوری کے لیے بھیجا جانے والا بل وفاقی قانون سازی کی فہرست کے حصہ اول سے متعلق ہے یا نہیں ۔ اس سلسلہ میں صدر کا فیصلہ قطعی ہوگا ۔ وفاقی قانون سازی کی فہرست اور متضاد امور کی قانون سازی کی فہرست سے مراد وہ امور ہیں جو چوتھی شیڈول میں مذکور ہیں (ان کی فہرست آئین کے آخر میں درج ہے ۔

وفاقی یا متصلہ معاملات کی قانون سازی کی فہرست حصہ دوم کے امور سے متعلق مسودات

وفاقی یا متصلہ امور کی قانون سازی کی فہرست حصہ دوم سے متعلق بل کسی بھی ایوان میں پیش کیا جا سکے گا۔ ایک ایوان سے منظوری حاصل ہونے کے بعد بل دوسرے ایوان کو بھیج دیا جائے گا جو بل کو تسلیم کر لے گا۔ اسی صورت میں بل صدر کو بھیج دیا جائے گا اگر دوسرا ایوان بل میں ترمیم کرے گا تو پھر معاملہ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کے سپرد کیا جائے گا یہ اجلاس صدر طلب کر سکے گا۔ مشترکہ اجلاس میں اگر بل کو دونوں ایوانوں کے ارکان کی اکثریت بلا ترمیم یا ترمیم کے ساتھ منظور کرے گی تو اسے صدر کی منظوری کے لیے بھیج دیا جائے گا۔

مشترکہ اجلاس کا طریقہ کار

مشترکہ اجلاس بلانے کے بعد اسمبلی کے سپیکر اور سینٹ کے چیرمین کی رائے سے صدر اجلاس کے لیے طریقہ کار طے کر سکے گا

مشترکہ اجلاس کی صدارت کرے گا اس کی غیر موجودگی میں صدارت کون کرے گا اس کا فیصلہ مشترکہ اجلاس کے لیے طے کردہ طریقہ کار کے اصولوں کے مطابق کیا جائے گا [1]

مشترکہ اجلاس میں ہر فیصلہ حاضر ارکان کی اکثریت کرے گی۔

مالی مسودات

مالی بل کو پہلے پہل قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا اگر اسے منظور کر لیا جائے گا تو سینٹ کو پیش کیے بغیر اسے صدر کی منظوری کے لیے بھیج دیا جائے گا گویا بھارت کی لوک سبھا کی طرح مالی بل کی منظوری کا تعلق صرف قومی اسمبلی سے ہوگا اور جیسے بھارت میں راجیہ سبھا کی منظوری ضروری نہیں ہوتی اسی طرح مالی بل کے سلسلے میں سینٹ کی منظوری کو بھی ضروری نہیں سمجھا گیا۔ مالی بل کیا ہوگا ؟ اس کا فیصلہ کر دیا گیا ہے جو دفعہ ۷۳ کی ذیلی دفعہ ۲ میں مذکور ہے

و۔ محصولات کا نفاذ یا خاتمہ، کسی محصول میں کمی یا تبدیلی نیز محصول سے متعلق کوئی اور قانون۔

ب۔ قرض مانگنے، وفاقی حکومت کی طرف سے کسی قسم کی تبدیلی یا وفاقی حکومت کے مالی فرائض سے متعلق کوئی قانون۔

ج۔ وفاقی اجتماعی فنڈ کی نگرانی، اس فنڈ سے رقوم کی ادائیگی یا اس فنڈ میں رقوم کا جمع کرانا

د۔ وفاقی اجتماعی فنڈ سے کسی قسم کی ادائیگی یا ادائیگی میں کسی قسم کی تبدیلی

س۔ وفاقی یا صوبائی حکومت کے حساب و کتاب کا آڈٹ

ش۔ گزشتہ پیراگرافوں میں دیے گئے امور سے متعلق کوئی معاملہ

---

[1] دفعہ ۵۴

ر : وفاقی پبلک اکاؤنٹ کے سلسلے میں رقوم کی وصولی اور ایسی رقوم کی نگرانی۔

کسی بل کو مالی قرار دینے سے پیشتر اس بات کا یقین کر لیا جائے گا کہ

و : اس میں کسی قسم کا جرمانہ ہوگا یا اسے بدلنے کا معاملہ ہوگا یا لائسنس کی فیس کی ادائیگی کا سلسلہ ہوگا۔

ب : مقامی مقاصد کے لیے مقامی افسران کی جانب سے لگائے جانیوالے، معاف کیے جانیوالے، بدلے جانیوالے ٹیکس یا ان ٹیکسوں سے متعلق کے قانون۔

اگر کسی بل کو مالی قرار دینے میں اختلاف پیدا ہوگا تو سپیکر کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔ بھارتی دستور میں بھی ایسا ہی ہے مالی بل پر سپیکر کا تصدیق نامہ موجود ہوگا کہ بل مالی نوعیت کا ہے۔ یہ بل تصدیق نامہ سمیت صدر کو منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔

کوئی بھی ایسا مالی بل یا ایسا بل جس کی منظوری سے مرکزی سرمایہ سے اخراجات کا مسئلہ پیدا ہوگا اور عوامی اکاؤنٹ سے رقوم درکار ہوں گی یا جس کا سکہ بازی اور کرنسی پر اثر ہوگا یا سٹیٹ بنک آف پاکستان سے متعلق ہوگا، پہلے مرکزی حکومت کے پاس بھیجا جائے گا اور حکومت کی مرضی سے ایوان میں پیش کیا جاسکے گا۔ بھارتی دستور میں بھی بل صدر کی مرضی کے مطابق لوک سبھا میں پیش کیا جاتا ہے

صدر کی منظوری

ہر بل کے لیے صدر کی منظوری ضروری ہے مسوداتِ زر کے سوا ہر بل اسمبلی اور سینٹ میں منظور ہو کر صدر کے پاس توثیق کے لیے پہنچے گا۔

مسوداتِ زر کا بل صدر کی منظوری سے ایوان میں پیش کیا جائے گا۔ صدر کے پاس جو بل توثیق کے لیے بھیجا جائے گا صدر سات روز کے اندر اس کی منظوری دے گا۔ اگر وہ مدت مقررہ میں منظور نہ کرے اور خاموش رہے تو بل منظور متصور ہوگا اس طرح بل پارلیمنٹ ایکٹ بن جائے گا۔

مالیاتی طریقہ کار

مالیاتی طریقہ کار کے مطابق وفاقی اجتماعی فنڈ کی نگرانی، اس سے رقم کی ادائیگی و وصولی اور مرکزی حکومت کی جانب سے وصول ہونیوالی تمام رقوم کو پارلیمان کے ایک ایکٹ کے تحت منظم کیا جائے گا تاآنکہ صدر کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی حکم نافذ کیا جائے گا۔

پورے مالی سال کے لیے آمدن و اخراجات کا تخمینہ سالانہ بجٹ رپورٹ ہوگی۔ مالیاتی طریق کار میں قومی اجتماعی فنڈ سے متعلق اخراجات کو قومی اسمبلی میں زیر بحث تو لایا جائے گا مگر اس پر رائے شماری نہ ہوگی۔ گویا اسمبلی اسے رد کرنے یا منظور کرنے کا حق نہیں رکھتی البتہ دیگر

اخراجات سے متعلق ایک سالانہ تخمینہ قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ جو گرانٹ کے مطالبے پر مشتمل ہو گا۔ اور اسمبلی اس تخمینے کو منظور یا رد کرنے یا اس میں کمی و بیشی کرنے کی مجاز ہو گی۔ لیکن بشرطیکہ دوسرے عام انتخابات یا پہلی مدت کے آغاز سے دس سال کے اندر (جو کوئی بعد میں آئے) کسی مطالبے میں کمی کے بغیر بل کو منظور کیا جائے گا۔ ایوان میں اکثریت کسی مطالبے کو سرے سے رد کر سکے گی مطالبہ زر کو وفاقی حکومت کے مشورہ کے ساتھ ہی مانا جا سکے گا۔ [1] اسمبلی کی طرف سے دی گئی گرانٹ کی منظوری پر وزیر اعظم اپنے دستخط کر کے اسے مستند شیڈول کی شکل دے گا۔ وفاقی اجتماعی فنڈ سے اٹھنے والے اخراجات کو ادا کرنے کے لیے سرمایہ کی منظوری جس کا ذکر بجٹ میں آچکا ہے وزیر اعظم کے دستخطوں سے شیڈول کی مستند شکل پائے گا۔ مستند کردہ شیڈول قومی اسمبلی کے سامنے رکھا جائے گا۔ مگر اس پر نہ بحث ہو گی اور نہ ووٹنگ

وفاقی حکومت کی طرف سے فالتو بجٹ رپورٹ بھی تیار کی جا سکتی ہے قومی اسمبلی کو حق ہو گا کہ وہ مالی معاملات میں پیشگی گرانٹ دے سکے جو کہ مالی سال کے کسی حصہ کے خرچ کے تخمینہ کے متعلق ہو لیکن یہ مدت چار ماہ ہو سکتی ہے۔ اسمبلی کی برخاستگی کی صورت میں بھی وفاقی حکومت اجتماعی قومی فنڈ سے روپیہ صرف کر سکتی ہے۔ وفاقی حکومت کے مالیاتی حق خاصے ہیں۔ کئی معاملات میں پارلیمان کی رائے شمار کی درکار نہیں

وزراء سے جواب طلبی کا اختیار

اسمبلی کو وزراء سے سوالات کرنے اور کسی وزیر سے بھی اس سے متعلق امر کا جواب طلب کرنے کا اختیار رکھتی ہے اسمبلی وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک چلانے کا استحقاق بھی رکھتی ہے صرف وہی وزیر اعظم اچھا اور کامیاب سربراہ ثابت ہو سکتا ہے جس کی پارٹی انتہائی مضبوط ڈسپلن کو اپنا کر اتحاد کا مظاہرہ کرے تاکہ وزارت کو اسمبلی کے مواخذہ کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔

عدلیہ سے متعلق اختیارات

پارلیمان سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے کسی جج کی کارکردگی پر بحث نہ کر سکے گا۔

---

[1] دفعہ ۸۲

عدالتیں پارلیمان کی کارروائی سے متعلق تفتیش نہ کر سکیں گی ۔

پارلیمان کی کسی کارروائی کی قانونی حیثیت کو طریق کار میں بے قاعدگی کی بنیاد پر عدالت میں چیلنج نہ کیا جا سکے گا۔ کوئی افسر یا پارلیمان کا کوئی رکن جسے آئین کے مطابق پارلیمان کے طریق کار کو طے کرنے کا اختیار ہوگا کسی عدالت میں اپنے فرائض کے متعلق ذمہ دار نہیں ہوگا ۔

تبصرہ ۔ قومی اسمبلی پارلیمان کا ایوان زیریں ہے ۔ ایوان بالا کو سینیٹ کا نام دیا گیا ہے دو ایوانی مقننہ کا طریق کار ہر پارلیمانی نظام کا خاصہ ہے ۔ جن بڑے بڑے ممالک میں پارلیمانی نظام ہے وہاں مرکز میں دو ایوانی مقننہ ہے برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ کی وفاقیہ، بھارت وغیرہ ایسے ممالک ہیں جہاں پارلیمانی نظام رائج ہے ۔ اور مرکزی مقننہ دو ایوانی ہے ۔ امریکہ، جاپان اور فرانس میں بھی مرکزی مقننہ دو ایوانی ہوتی ہے ۔ پاکستان میں بوگرہ فارمولا میں مرکزی مقننہ دو ایوانی تھی ۔ پاکستان میں ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دستور میں مقننہ دو ایوانی نہ تھی ۔

دستور ۱۹۷۳ء میں وفاقی مقننہ دو ایوانی ہے اور دونوں ایوانوں کو عام قانون سازی میں مساوی اختیارات حاصل ہیں ۔ البتہ زری مسودہ کے سلسلہ میں مسودہ قانون کو ایوان زیریں میں پیش کرنا ضروری ہے اور سینیٹ کی منظوری بھی ضروری نہیں ہے ۔ آئین میں ترمیم کا بل دونوں ایوانوں کی منظوری سے پاس ہو سکتا ہے بوقت ضرورت دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بھی بلایا جا سکتا ہے ۔

قومی اسمبلی وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کر سکتی ہے عدلیہ کے سلسلہ میں پارلیمان کے اختیارات محدود ہیں ۔ پارلیمان ججوں کو معزول نہیں کر سکتی حالانکہ دیگر ممالک میں منتخب مجلس قانون ساز کے دونوں ایوان مل کر بھی جج کے خلاف قرارداد منظور کرا سکتے ہیں برطانیہ میں پارلیمان، امریکہ میں کانگرس ججوں کو معزول کر سکتے ہیں ۔ آسٹریلیا، کینیڈا، بھارت، جنوبی افریقہ کا وفاق اور جاپان میں ارکان اسمبلی کو عدلیہ کے کسی جج کے خلاف تحریک پیش کرنے کا استحقاق ہے پاکستان میں ایک اصول یہ اختیار کر لیا گیا ہے کہ سپریم جوڈیشل کونسل تشکیل دے دی گئی ہے جو ججوں کی معزولی سے متعلق تحقیق کرتی ہے ۔

سینٹ — ایوانِ بالا

تعداد ممبران وطریقۂ انتخاب

بمطابق دستور سینیٹ ۶۳ ممبران پر مشتمل ہوگی۔ ان ممبران میں سے چودہ ارکان ہر صوبائی اسمبلی کے ارکان منتخب کریں گے۔ پانچ ارکان کا چناؤ مرکز کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں سے قومی اسمبلی کے ارکان کریں گے۔ دو ارکان کا انتخاب وفاقی دارالحکومت سے اس طریقہ سے کیا جائے گا جسے صدرِ مملکت مناسب سمجھے۔ ہر صوبے کو تفویض کردہ نشستوں کو پر کرنے کے لیے مناسب نمائندگی کے طریقے سے واحد قابلِ انتقال ووٹ استعمال کیا جائے گا۔

میعادِ ایوان

سینیٹ کو معزول نہ کیا جاسکے گا۔ اس کے ہر رکن کے عہدے کی میعاد چار سال ہوگی جن میں سے آدھے ارکان ہر دوسرے سال ریٹائر ہوجائیں گے مرکز کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں کے تین ارکان پہلے دو سال کے خاتمے پر سینیٹ کی رکنیت سے الگ ہوجائیں گے۔ اور باقی دو ارکان اگلے دو سال کے خاتمے پر ریٹائر ہونگے اگر کوئی نشست خالی ہوجائے گی تو نیا منتخب ہونیوالا فرد نشست خالی کرنے والے فرد کی بقایا مدت تک سینیٹ کا رکن رہے گا۔

ارکانِ سینیٹ کی شرائطِ اہلیت و نااہلیت

ارکانِ سینیٹ کے لیے وہی شرائطِ اہلیت ونااہلیت ہیں جو قومی اسمبلی کے ارکان کے لیے ہیں البتہ سینیٹ کے رکن کی عمر ۳۰ سال ہونی چاہیے۔ جبکہ قومی اسمبلی کے رکن کی عمر ۲۵ سال ہے۔

مراعات

ارکانِ سینیٹ کو بھی وہی مراعات حاصل ہیں جو قومی اسمبلی کے ارکان کو ہیں۔

طریقِ انتخاب

سینیٹ کا انتخاب ابھی باقی ہے۔ طریقہ کار طے کرنا ابھی باقی ہے۔

اختیارات و فرائض

سینیٹ میں مسوداتِ زر کے سوا ہر بل پیش کیا جائے گا۔ سینیٹ ایوانِ زیریں کے بل کی تصدیق و تائید ۹۰ دن کی مدت

پیش کرے گا۔ اگر سینیٹ چاہے تو بل من وعن تسلیم کر لے ورنہ ترمیم کرکے واپس بھیج دے سینیٹ بل کو بالکل رد بھی کر سکتا ہے۔ مالی بل کے سلسلہ میں سینیٹ کی منظوری ضروری نہیں۔ عدلیہ سے متعلق سینیٹ کو اسمبلی جیسے اختیارات ہیں۔ آئینی ترمیم کے سلسلہ میں سینیٹ بل کے بارہ میں خاموشی اختیار کر لے تو قومی اسمبلی کا منظور کردہ بل بھی غیر منظور متصور ہوگا۔ لیکن عام قانون سازی میں اگر سینیٹ ۹۰ دن میں منظوری نہ دے اور خاموشی اختیار کرلے تو بل پاس متصور ہوگا۔

چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین

سینیٹ کی تشکیل مکمل ہونے کے بعد، اس کے پہلے اجلاس میں ۱۔ ارکان دوسرے کاموں کو علیحدہ رکھ کر اپنے میں سے ایک چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب کریں گے اور جب کبھی چیئرمین یا ڈپٹی چیئرمین کا عہدہ خالی ہوگا تو سینیٹ اپنے کسی ممبر کو چیئرمین یا ضرورت کے مطابق ڈپٹی چیئرمین منتخب کرے گی۔

۲۔ چیئرمین و ڈپٹی چیئرمین کی مدت کار، اس دن سے جبکہ وہ عہدہ سنبھالیں گے دو سال ہوگی۔

پہلی قومی اسمبلی اور پہلی سینیٹ

پہلی قومی اسمبلی ان افراد پر مشتمل ہوگی جو قومی اسمبلی میں حلف اٹھائیں گے۔ اسمبلی ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء تک جاری رہے گی سوائے اس کے کہ اسے پہلے ہی معزول کر دیا جائے۔

پہلی قومی اسمبلی کے رکن بننے کے لیے وہی اہلیتیں اور نا اہلیتیں ہوں گی جو عبوری آئین میں مذکور ہیں آئین کے نفاذ کے بعد خالی ہونے والی اسامیوں کو پر کرنے کے لیے نئے آئین میں دیے گئے اصول تسلیم کیے جائیں گے۔

آئین کے نفاذ کے روز سے تین ماہ تک کا عرصہ گزرنے تک کوئی ایسا فرد قومی اسمبلی کی رکنیت جاری نہیں رکھ سکے گا۔ جو حکومت پاکستان کے تحت کوئی نفع بخش عہدہ سنبھالے ہوئے ہوگا۔

اگر کوئی رکن بیک وقت قومی اور صوبائی اسمبلی کا رکن ہوگا تو وہ کسی اسمبلی میں بھی نہ بیٹھ سکے گا جب تک کہ وہ ان میں سے ایک نشست سے مستعفی نہ ہوجائے۔

پہلی قومی اسمبلی کی نشست خالی قرار دی جا چکی ہے یہ نشست دستور کے یوم آغاز کو بھی خالی ہو) دیے جانے پر اس کو پر کیا جائے گا۔ اور اس کے لیے وہی طریقہ استعمال ہوگا جو

آئین کے نفاذ سے پہلے تھا۔ پہلی اسمبلی میں حلف اٹھانے والا کوئی رکن اس وقت تک اسمبلی میں نہ بیٹھ سکے گا اور نہ ووٹ دے سکے گا جب تک کہ حلف نہ اٹھائے۔ اگر وہ سپیکر سے چھٹی نہ لے گا تو پہلے اجلاس کے دن سے اکیس دن تک غیر حاضر رہے گا تو اس کی نشست اس عرصہ کے گزرنے پر خالی قرار پائے گی۔

پہلی سینٹ

یہ سینٹ ۴۵ ارکان پر مشتمل ہو گی اور یہ تعداد پہلی اسمبلی کے وجود رکھنے تک قائم رہے گی۔ سینٹ کے لیے چنے گئے ارکان دو گروپوں میں منقسم کر دیے جائیں گے۔ یہ فیصلہ پرچیاں ڈال کر کیا جائے گا۔ پہلے گروپ میں ہر صوبے کے پانچ، وفاق کی زیر نگرانی قبائلی علاقوں سے ایک اور وفاقی دارالحکومت سے ایک رکن لیا جائے گا۔ پہلے گروپ کے ارکان کی میعاد عہدہ دو سال اور دوسرے گروپ کے ارکان کی میعاد عہدہ چار سال ہو گی جو افراد سینٹ کے ریٹائر ہونے والے ممبران کے جانشین بنیں گے چار سال عہدہ پر فائز رہیں گے۔ خالی ہونے والی نشست پر فائز ہونے والا اتنی مدت فائز رہے گا جو پہلے فرد کی میعاد سے بچی ہو گی۔

جونہی پہلی قومی اسمبلی کے پہلے انتخابات ہوں گے سینٹ کے لیے ہر صوبہ سے چار زائد ارکان اور مرکز کی زیر نگرانی قبائلی علاقوں سے دو زائد ارکان چنیں جائیں گے۔ اس طرح چنے جانے والے افراد میں سے آدھے افراد کے عہدے کی میعاد وہ ہو گی جو گروپ دوم میں شامل سینٹ کے ارکان کی تعداد میں سے پہنچ جائے گی زائد ارکان کا انتخاب بھی پرچیوں کے ذریعے ہو گا۔

تبصرہ: برطانیہ میں ایوان بالا کو سینیٹ کے بجائے دارالامراء کہا جاتا ہے جس کے امراء کی امارت امیر کی موت تک قائم رہتی ہے ۔ کینیڈا میں بھی ارکان عمر بھر کے لیے متعین کیے جاتے ہیں ان کی تقرری جماعتی بنیادوں پر کی جاتی ہے ۔ آسٹریلیا میں سینیٹ کے ممبران چھ سال کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں ان ارکان کی نصف تعداد ہر تین سال بعد ریٹائر ہو جاتی ہے یونین آف جنوبی امریکہ کے سینیٹ میں ارکان ۵ سال کے لیے چنے جاتے ہیں ۔ آئرش فری سٹیٹ میں بھی سینیٹ کے ارکان ۵ سال کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں جاپان میں ایوان بالا کو ہاؤس آف کونسلرز کہا جاتا ہے جس کے ارکان چھ سال کے لیے چنے جاتے ہیں اور ہر تین سال بعد ارکان کی نصف تعداد کا انتخاب نو کیا جاتا ہے بھارت میں بھی ایوان بالا ہے جسے راجیہ سبھا کہا جاتا ہے راجیہ سبھا کے ارکان کی کل تعداد ہر دو سال کے بعد ریٹائر ہو جائے گی یعنی ہر رکن زیادہ سے زیادہ چھ سال ایوان بالا کا ممبر رہ سکتا ہے بھارت میں ہر ریاست سے مساوی سینیٹرز نہیں لیے جاتے ۔ امریکہ میں ہر ریاست سے دو سینیٹرز لیے جاتے ہیں اسی طرح پاکستان میں بھی سینیٹ کے ہر صوبہ سے مساوی نمائندے لیے جائیں گے ۔ مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقوں سے بھی الگ ممبران لیے جائیں گے ۔ وفاقی دارالحکومت سے بھی ممبران لیے جائیں گے ۔ پاکستان کی پہلی سینیٹ کے ۴۵ ارکان کا انتخاب ہونے والا ہے [1]

---

[1] یہ سطور جون کے وسط میں لکھی جا رہی ہیں

وفاقی حکومت ـــــ وزیرِ اعظم

آئین میں وزیر اعظم کو انتظامی سربراہ قرار دیا گیا ہے وفاق کے انتظامی اختیارات وفاقی حکومت صدر کے نام پر استعمال کرے گی۔ حکومت وزیر اعظم اور وفاقی وزیروں پر مشتمل ہو گی۔ وفاقی وزراء وزیر اعظم کے ذریعے کام کریں گے وزرائے مملکت کا تقرر بھی کیا جائے گا۔

آئین میں صراحت موجود ہے کہ وزیر اعظم اپنے اختیارات کی انجام دہی میں براہ راست یا وفاقی وزراء کے ذریعے کام کر سکتا ہے۔ وزیر اعظم اور وفاقی وزراء اجتماعی طور پر قومی اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ یہ بات برطانوی جمہوریت اور بھارتی جمہوریہ کو فاق میں موجود ہے۔ اور پارلیمانی نظام کا خاصہ ہے۔ وزیر اعظم اور وفاقی وزرا مجلس وزراء میں شامل ہوں گے۔

طریق انتخاب

بمطابق آئین قومی اسمبلی کے عام انتخابات کے بعد بیسویں روز اسمبلی کا اجلاس ہو گا۔ جسے صدر طلب کرے گا۔ سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب عمل میں آنے کے بعد کسی اسمبلی کارروائی کے بجائے بحث کے بعد اپنے مسلمان ارکان میں سے کسی ایک کو وزیر اعظم منتخب کرے گی۔ یہ انتخاب قومی اسمبلی کے کل ارکان کی اکثریت کے ووٹوں سے ہو گا۔ اگر کسی رکن کو پہلے پولنگ میں اکثریت حاصل نہ ہو تو ان دو ارکان کے درمیان دوبارہ پولنگ ہو گا جو پہلے پولنگ میں پہلے دو نمبر پر زیادہ ووٹ لیں گے جس رکن کو ایوان میں موجود اور ووٹ دینے والے ارکان کی اکثریت کے ووٹ حاصل ہو جائیں گے۔ اسے منتخب وزیر اعظم قرار دے دیا جائے گا مزید یہ کہ اگر دو یا دو سے زیادہ ارکان کو زیادہ سے زیادہ ملنے والے ووٹوں کی تعداد برابر ہو گی تو ان کے انتخاب کے لیے پولنگ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک کو موجود اور ووٹر ارکان کی اکثریت کے ووٹ حاصل ہوں گے اس طرح جو شخص بھی وزیر اعظم چنا جائے گا اسے صدر کی طرف سے وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کی دعوت دی جائے گی۔

لہ دفعہ ۹۰ ؎ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وزارتِ عظمیٰ کے لیے دو یا دو سے زیادہ ارکان ہوں گے

حلفِ وفاداری

وزیر اعظم کو وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے سے پیشتر حلفِ وفاداری اٹھانا ہوگا ۔ یہ حلف صدر کے سامنے اٹھایا جائے گا حلف نامہ منفرد قسم کا ہے اور اسلامی روح کی غمازی کرتا ہے ۔ حلف نامہ یوں ہے ۔

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور خدا پہ میرا ایمان ہے اور قادر مطلق کی توحید ، خدا ئے تعالےٰ کے صحائف ، قرآن حکیم جو ان صحائف میں آخری صحیفہ ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ان کے خاتم النبیین ہونے ، یوم قیامت اور قرآن وسنت کی جملہ تعلیمات پر کامل ایمان رکھتا ہوں ۔

میں پاکستان کا وفادار رہوں گا ۔ میں پاکستان کا وزیر اعظم ہونے کی حیثیت سے قسم کھاتا ہوں کہ اپنے فرائض کو حسن طریقہ سے اور پوری قابلیت و وفاداری سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور قانون کی رُو سے سرانجام دوں گا اور ہمیشہ ملکی استحکام ، سالمیت ، بہتری اور خوشحالی کے لیے کام کروں گا ۔ میں اسلامی نظریہ حیات کے لیے کمربستہ رہوں گا جو کہ وجود پاکستان کی بنیاد ہے میں اپنے قومی مفادات کو ذاتی مفاد پر ترجیح دونگا میں ہر حال میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی پوری حفاظت کروں گا ۔ میں قانون کی رو سے ہر فرد سے ہر حال میں برابر کا سلوک کرونگا بغیر کسی ڈر یا لالچ کے ذاتی مفاد پیار ومحبت یا ذاتی انتقام لینے کے قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو پورا کروں گا ۔

کسی شخص کو کسی ایسی بات سے باخبر یا مطلع نہ کروں گا جو وزیر اعظم پاکستان کی حیثیت سے میرے علم میں لائی جائے گی ۔ ماسوا کہ اپنے فرائض کے سلسلہ میں مجھے ایسا کرنا پڑے ۔

تنخواہ ومراعات وغیرہ

آئین سے مطابق نفاذ آئین کے دو سال بعد تک وزیر اعظم ودیگر حکومتی ارکان کا ذکر بھی ہے ۔ کی تنخواہ ، مراعات اور الاؤنسوں کا تعین کیا جائے گا ۔ اس وقت تک وزیر اعظم کو نفاذ آئین سے قبل جو تنخواہ ، مراعات اور الاؤنس ملتے ہیں وہی ملتے رہیں گے ۔ وزیر اعظم کو سکونت رہائش گاہ اور دیگر سہولتیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ وہ اپنے فرائض بخوبی ادا کر سکے ۔

میعادِ منصب

وزیر اعظم اس وقت تک عہدے پر رہے گا جب تک وزیر اعظم یہ عہدہ نہیں سنبھالتا ۔

قائم مقام وزیر اعظم

دفعہ ۹۵ کی رُو سے قرار پایا ہے کہ اگر وزیر اعظم فوت ہو جائے یا اس کے قومی اسمبلی رکنیت سے الگ ہو جانے

کے باعث وزیراعظم کا عہدہ خالی ہو جائے تو صدر سب سے سینئر وفاقی وزیر سے مستقل طور پر وزیراعظم کا عہدہ سنبھالنے کو کہے گا اور وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت اس وقت تک اپنے عہدوں پر موجود رہیں گے جب تک نیا وزیراعظم منتخب ہو کر اپنا عہدہ سنبھال لے۔

اگر وزیراعظم کی موت یا وزیراعظم کا عہدہ خالی ہو جانے کے وقت قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو تو قومی اسمبلی فوری طور پر وزیراعظم کا انتخاب کرے گی اور اگر قومی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو تو قومی اسمبلی کا اجلاس وزیراعظم کی موت یا اس کا عہدہ خالی ہو جانے کے بعد چودہ دن کے اندر اندر ہوگا جس میں وزیراعظم منتخب کیا جائے گا۔

مزید برآں جب وزیراعظم پاکستان سے غیر حاضری یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض انجام نہ دے سکتا ہو تو سب سے سینئر وفاقی وزیر اس وقت تک وزیراعظم کے فرائض سر انجام دے گا جب تک کہ وزیراعظم واپس نہ آجائے۔ یا اپنے فرائض دوبارہ انجام دینا شروع نہ کر دے۔ آئین اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ سب سے سینئر وفاقی وزیر وہ وفاقی وزیر سمجھا جائے گا جسے اس وقت صدر نامزد کرے۔

وزیراعظم کا استعفیٰ یا برطرفی بذریعہ تحریک عدم اعتماد وغیرہ

وزیراعظم چاہے تو خود ہی تحریری طور پر صدر کو اپنا استعفیٰ پیش کر سکتا ہے وزیراعظم کے مستعفی ہونے کے بعد وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت بھی اپنے عہدے چھوڑ دیں گے۔ اگر قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران وزیراعظم استعفیٰ دے دے تو اسمبلی فوری طور پر نئے وزیراعظم کا انتخاب کرے گی اور اگر استعفیٰ کے وقت قومی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو تو صدر چودہ دن کے اندر اسمبلی کا اجلاس طلب کرے گا تاکہ وزیراعظم منتخب کیا جا سکے گا۔ اس کے علاوہ

۱۔ قومی اسمبلی میں وزیراعظم پر عدم اعتماد کی قرارداد منظور کی جا سکتی ہے۔

۲۔ قرارداد قومی اسمبلی میں اس وقت تک پیش نہیں کی جائے گی جب تک اس میں متبادل وزیراعظم کے طور پر اسمبلی کے کسی رکن کا نام شامل نہ ہو۔

۳۔ اوپر بتائی گئی قرارداد اس وقت قومی اسمبلی میں پیش نہیں کی جائے گی جب اسمبلی سالانہ بجٹ سٹیٹمنٹ میں شامل مطالبات زیر غور کر رہی ہو۔

۴۔ اوپر بتائی گئی قرارداد پر اسے اسمبلی میں پیش کیے جانے کے بعد کم از کم

تین دن اور زیادہ سے زیادہ سات دن کے اندر رائے شماری کی جائے گی۔

۵۔ اگر اوپر بتائی گئی قرارداد قومی اسمبلی کے کل ارکان کی اکثریت کے ووٹوں سے منظور ہو جائے تو صدر اس رکن کو وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالنے کو کہے گا جس کا نام متبادل وزیر اعظم کے طور پر قرارداد میں دیا گیا ہو۔ اور جب وہ عہدہ سنبھال لے گا تو پہلے وزیر اعظم کے مقرر کیے ہوئے وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت اپنے عہدے چھوڑ دیں گے

آئین ھذا کے نفاذ کے دن یا قومی اسمبلی کے لیے دوسرے عام انتخابات سے جو بھی بعد میں آئے دس سال کے عرصہ تک قرارداد کی حمایت میں ایسے رکن کا ووٹ جو قومی اسمبلی میں کسی سیاسی پارٹی کے امیدوار کی حیثیت سے منتخب ہوا ہے۔ مسترد کر دیا جائے گا اگر اس کی سیاسی پارٹی کے ارکان کی اکثریت ایسی قرارداد کی منظوری کے خلاف ووٹ دے

۶۔ اگر اوپر بتائی گئی قرارداد نامنظور ہو جائے تو اس کے بعد چھ مہینے تک ایسی کوئی دوسری قرارداد پیش نہیں کی جا سکے گی۔

تبصرہ ۲ مذکورہ بالا طریقہ سے عدم اعتماد کی قرارداد پیش کر کے نامنظور کرنے کی صورت میں یہ ہوگا کہ آئندہ چھ ماہ تک اسی قسم کی قرارداد پیش نہ کی جا سکے گی دوسری بات جو نئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر عدم اعتماد کی قرارداد میں حصہ لینے والی سیاسی جماعتوں سے کسی جماعت کے کچھ ارکان قرارداد کی حمایت میں ووٹ دیں۔ جبکہ اکثریت ایسا نہ کرے تو اقلیت کے ووٹ شمار نہ ہوں گے۔ مثلاً فرض کیجیے کہ اسمبلی میں کونسل لیگ پارلیمانی گروپ کے سات ارکان ہیں اور چار ارکان عدم اعتماد کی تحریک کے خلاف ووٹ دیتے ہیں جبکہ باقی تین قرارداد کے حق میں رائے دیتے ہیں۔ تو ان تین حامیوں کے ووٹ شمار نہ ہوں گے وزیر اعظم کے خلاف تحریک میں اکثریتی رائے ۲/۳ ارکان اسمبلی نہیں رکھی جیسے کہ ۱۹۶۲ء کے پاکستانی آئین میں تھے مزید برآں، محرکین تحریک اسمبلی کی رکنیت برقرار رکھیں گے۔ خواہ عدم اعتماد کی قرارداد منظور ہو یا نہ ہو۔ ۱۹۶۲ء کے دستور میں یہ امر لازم تھا کہ عدم اعتماد کی قرارداد کے محرکین اسمبلی کی نشستوں سے محروم ہو جاتے اگر قرارداد کے حق میں ارکان اسمبلی کی نصف تعداد ووٹ نہ دیتی۔ مزید برآں جب عدم اعتماد کی تحریک چل رہی ہو گی تو وزیر اعظم قرارداد کی منظوری یا نامنظوری کے فیصلے تک اسمبلی توڑنے کا مجاز نہ ہو گا۔ تاکہ اگر ارکان اسمبلی کی اکثریت اس کے خلاف ہو تو اس کی جگہ نیا وزیر اعظم آنے کا امکان موجود رہے بعض حلقے تحریک عدم اعتماد پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ وزیر اعظم کے خلاف اسمبلی کے کل ارکان

کی ۳/۲ اکثریت رکھی گئی ہے اور اسمبلی میں موجود اور ووٹنگ میں حصہ لینے والے ارکان کی تعداد کا ۳/۲ حصہ کافی نہیں سمجھا گیا اس سلسلہ میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ گزشتہ ربع صدی میں وزیر اعظموں کا جو حشر کیا جاتا رہا ہے وہ تاریخ پاکستان میں رقم ہے اور ظاہر و باہر ہے۔ موجودہ آئین میں وزیر اعظم کو تحفظ دیا گیا ہے تاکہ وہ سکون سے حکومت کر سکے اور کثیر المقاصد پالیسیوں کو بااحسن عملی جامہ پہنا سکے۔ موجودہ آئین مستقل آئین ہے۔ اور آئندہ جو پارٹی بھی برسر اقتدار آئے گی اس کا منتخب کردہ وزیر اعظم انہیں مراعات و تحفظات کا مستحق ٹھہرے گا جن مراعات و تحفظات کا حقدار موجودہ اسمبلی (۷۷ ۱۹ء تک رہنے والی اسمبلی) کا منتخب کردہ وزیر اعظم ہوگا۔ دراصل بعض لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ موجودہ برسر اقتدار پارٹی نے سارا اقتدار اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے اور آئین میں اپنے لیے خاص مراعات رکھی ہیں اولاً تو یہ بات غیر ضروری ہے کیوں کہ آئین کسی ایک پارٹی کا تشکیل کردہ نہیں بلکہ اس میں اپوزیشن کی ترامیم شامل ہیں ثانیاً پیپلز پارٹی نے اسمبلی کے انتخابات تو کروانے ہی ہیں ایسی صورت میں جو پارٹی کامیاب ہوگی وہ حکومت کرے گی اور اسی آئین ۷۳ ۱۹ء کے تحت کرے گی کیا اس وقت اسے یہی مراعات حاصل نہ ہوں گی ؟ ثالثاً "آئین پتھر کی طرح غیر لچکدار اور جامد تو نہیں اس میں ترامیم بھی ہو سکتی ہیں اور باہمی مفاہمت سے ہر معاملہ طے کیا جا سکتا ہے۔ ایسے حالات میں معترضین کے لیے کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہنی چاہیئے۔

برسبیل تذکرہ ایک بات اور بتا دی جائے کہ برطانیہ میں کابینہ کو آمرانہ حیثیت حاصل ہے اس کے متعدد اسباب ہیں جن میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ کابینہ اور دارالعوام کو ایک دوسرے سے ایک خوف لاحق ہوتا ہے۔ دارالعوام کو کالعدم کروا سکتی ہے۔ اور دارالعوام بھی وزیر اعظم کیخلاف عدم اعتماد کی قرارداد منظور کر سکتا ہے دراصل رواج کے مطابق اگر وزارت ناکام ہو جائے تو وزیر اعظم وزراء مستعفی نہیں ہوتا اور اگر وہ بادشاہ سے درخواست کرے کہ دارالعوام کو توڑ دیا جائے تو بادشاہ ایسا کرے گا۔ دوبارہ انتخابات ہوں گے اور اگر وزارت اب بھی اکثریتی ووٹ نہ لے سکے تو وزیر اعظم مستعفی ہو جائے گا۔ دارالعوام کالعدم ہو جائے تو اس کے ارکان کو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کئی ارکان دوبارہ منتخب نہیں ہو سکتے اور پھر انتخابی مہم پر خرچہ بھی کافی آتا ہے یہی وجہ ہے کہ دارالعوام سوچ سمجھ کر وزیر اعظم کے خلاف قدم اٹھاتا ہے موجودہ پاکستانی دستور میں وزیر اعظم اس وقت اسمبلی نہ توڑ سکے گا جب اس کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد اسمبلی میں زیر غور ہو اگر یہ قرارداد منظور ہو جائے تو وزیر اعظم مستعفی ہو جائے گا اور قرارداد میں مندرج نام والا شخص نیا وزیر اعظم قرار پائے گا۔

وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت

آئین میں وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت کا ذکر ہے ۔ وزیر اعظم پارلیمان کے اراکین میں سے وفاقی وزیروں اور وزرائے مملکت کا تقرر کرے گا وزیر اعظم اور وفاقی وزراء مجلس وزراء کابینہ تشکیل دیں گے ایسے وفاقی وزیروں اور وزرائے مملکت کی تعداد جو سینیٹ کے ارکان ہوں گے کبھی بھی وفاقی وزیروں کی کل تعداد کے ¼ سے زیادہ نہ ہوگی ۔ کوئی وفاقی وزیر یا وزیر مملکت اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے تیسرے شیڈول والے طریقے کے مطابق صدر کے سامنے حلف اٹھائے گا کوئی وفاقی وزیر یا وزیر مملکت وزیر اعظم کے نام تحریری طور پر استعفیٰ دے سکتا ہے یا وزیر اعظم اسے اس کے عہدہ سے الگ کر سکتا ہے ۔

اجتماعی ذمہ داری

وزیر اعظم اور وفاقی وزراء پارلیمان کو جوابدہ ہوں گے ۔ وزیر اعظم مجلس وزراء[ل] کا سربراہ ہوگا اور پارلیمانی نظام کے مطابق ساری کابینہ اجتماعی طور پر پارلیمان کو جوابدہ ہوگی ۔ ایک وزیر کے خلاف منظور ہونے والی عدم اعتماد کی قرارداد ساری کابینہ کے خلاف منصور ہوگی اور وزیر اعظم سمیت ساری وفاقی کو مستعفی ہونا پڑے گا ۔ اجتماعی ذمہ داری کی نوعیت کچھ یوں ہوتی ہے ۔

۱ ۔ ارکان کابینہ ایک دوسرے کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں کابینہ کی حیثیت ایک مضبوط ٹیم کی سی ہوگی جس میں ایک فیصلے پر پہنچنے کے بعد اختلاف رائے کی گنجائش نہ ہوگی وزیر اعظم ایسے وزیر کو کابینہ سے الگ کر سکے گا جو مجلس وزراء کے دیگر ممبران سے اختلاف رکھے گا ہر وزیر دوسرے وزیر سے مدد لے سکتا ہے اور اپنی مشکلات میں مشورہ کر سکتا ہے وزیر اعظم بھی اپنے ساتھیوں کو مشورہ دے کر اپنی ٹیم کو مضبوط بنا سکتا ہے ورنہ ایک وزیر کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد ساری کابینہ کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے ۔

۲ ۔ ارکان پارلیمان کو بھی جوابدہ ہوتے ہیں پارلیمان کے سوالات کا جواب دینا وزراء کا فرض ہوتا ہے کسی محکمے کے وزیر سے اس کے محکمے سے متعلق جو سوال پوچھا جائے گا وہ اسکا جواب دے گا ۔ کسی پالیسی کے بارہ میں کابینہ کے اجلاس میں طے شدہ امور کے مطابق وزیر پارلیمان سے

ل ۔ مجلس وزراء کے الفاظ آئین میں مذکور نہیں لیکن درپردہ یہی مفہوم ہے اور پارلیمانی نظام کی روایت بھی یہی ہے ۔ مجلس وزراء کو کابینہ بھی کہا جاتا ہے ۔

خطاب کر سکے گا۔ اسی میں کابینہ کی سلامتی ہوتی ہے کابینہ کو اسمبلی کا اعتماد حاصل نہ رہے تو کسی بھی وزیر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک چلائی جا سکتی ہے۔

۳۔ کابینہ کے ارکان پارٹی کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اگر پارٹی ہائی کمان وزارت کی پالیسی سے اختلاف پر اتر آئے اور وزارت کی حمایت سے دستبردار ہو جائے تو وزارت پارلیمان کا اعتماد کھو دے گی ایسی صورتِ حال بہت کم پیش آتی ہے مگر میک ملن وزارت کا زوال اسی سلسلہ کی ایک مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعظم کابینہ کو مضبوط بنانے اور وزارت کو یکجہ کرنے کے لیے کئی وزراء کو استعفیٰ دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔

پاکستان میں وزیر اعظم اور وفاقی وزراء پارلیمان کو جوابدہ ہوں گے اور یہ جوابدہی اجتماعی ہو گی۔

وزیراعظم اور وزراء کے فرائض

(مجلس وزراء کا کام)

مجلس وزراء کا سب سے بڑا کام انتظامی امور کے لیے پالیسی بنانا ہے یہ پالیسی پارٹی کے منشور کے مطابق عمل میں آتی ہے تاکہ عوام سے کیے گئے وعدے پورے کیے جا سکیں۔

مجلس وزراء پارلیمان کو جواب دہ ہونے کے سبب پارلیمان کو اپنی ضرورت اور ان کی ضرورت کے لیے ضروری اقدامات سے آگاہ کرتی ہے پارلیمان کا اجلاس بلانا، اجلاس ملتوی کرانا، وغیرہ دراصل وزیراعظم کے مشورہ ہی سے ممکن ہے۔

ملک میں سول سروس انتظامی امور میں ہاتھ بٹاتی ہے مگر وفاقی حکومت کی سفارش پر پارلیمان قانون کے تحت وفاقی حکومت کے ماتحت افسران اور حکام کو فرائض تفویض کر سکتی ہے[1] مزید برآں وفاقی حکومت اپنے کاموں کی ترتیب اور انجام دہی کو باقاعدہ بنا سکتی ہے اور اسے اس کی آسان انجام دہی کے لیے ماتحت افسروں یا حکام کو تفویض کر سکتی ہے[2]

وزیراعظم کے اختیارات و فرائض

آئین میں وزیراعظم کے اختیارات و فرائض کا مختصر تذکرہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ صدر کو محض ذی وقار شخصیت رہنا پڑتا ہے اور پاکستانی دستور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ صدر وزیراعظم کے مشورہ کا نہ صرف پابند ہوگا بلکہ صدر کے احکامات پر وزیراعظم کے توثیقی دستخط بھی درکار ہوں گے گویا وزیراعظم کے اختیارات سبھی کچھ ہیں اور پارلیمانی نظام کی یہی سب سے نمایاں خوبی ہوتی ہے۔ وزیراعظم حقیقی سربراہ ہوتا ہے جو عوام کا منتخب نمایندہ ہوتا ہے آئین پاکستان میں وزیراعظم انتظامی امور کا سربراہ ہوگا۔ اجتماعی ذمہ داری کے اصول کے تحت وزیراعظم اپنی وزارت کے لیے وزراء کا تقرر کرے گا اور پارلیمان کی رہنمائی کرے گا۔ اپنے وزراء کی مدد کرے گا۔ اور انہیں رفقائے کار سمجھے گا وزیراعظم کسی بھی وزیر کو برطرف کرنے کا حق دار ہوگا۔ اجتماعی ذمہ داری کے تحت یہ امر ضروری بھی ہے کہ ورنہ کابینہ کا ایک وزیر بھی کابینہ کے فیصلوں سے یک سر انحراف

---

[1] دفعہ ۹۸ [2] دفعہ ۹۹/۱

کرے گا تو نقصان ساری کابینہ کا ہوگا ۔ مزید برآں وزیر اعظم ضروری سمجھے تو صدر کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے سکتا ہے وزیر اعظم عام پارلیمانی نظام کے اصولوں کی طرح صدر اور کابینہ کے مابین ایک کڑی کی حیثیت رکھتا ہے ۔ وہ صدر کو اپنی پالیسیوں سے آگاہ کرے گا اسے کابینہ کے اجلاس کی صدارت کرنا ہوگی اور اپنے وزرار کے اختلافات بھی طے کرے گا ۔

مالیات کے سلسلہ میں بھی وزیر اعظم کو خاصے اختیارات حاصل ہوں گے وفاقی حکومت اس وقت بھی اجتماعی قومی فنڈ سے بجٹ کے مطابق رقم لینے کی مجاز ہوگی جبکہ اسمبلی توڑ دی گئی ہو ۔ وزیر اعظم اپنے دستخطوں سے اسمبلی کی منظور کردہ گرانٹ کو مستند شکل دے گا ۔ صدر کو وزیر اعظم کے مشورے کا پابند بنا کر صدر کے اختیارات پر ایک طرح کی پابندی لگائی گئی ہے حالاں کہ وزیر اعظم صدر کو مشورہ بھی دے گا اور اس کے مشورے کو کسی عدالت میں چیلنج بھی نہیں کیا جا سکے گا ۔ اسمبلی توڑنے کی تجویز بھی وزیر اعظم ہی پیش کر سکے گا ۔ گویا وزیر اعظم کے اختیارات پارلیمانی نظام کے اصولوں کے مطابق حقیقی ہیں وہ عملاً انتظامی سربراہ ہے ۔ مزید برآں ، صدر کے نام پر جو حکم بھی جاری ہو اس کے بارہ میں وثوق سے تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس سلسلہ میں وزیر اعظم نے کیا مشورہ دیا تھا ۔ صدر جوابدہ نہیں ہوتا بلکہ حکومت کی ناکامی کی ذمہ داری وزیر اعظم کے کندھوں پر ہی پڑتی ہے ۔ اسی لیے وزیر اعظم کو محتاط ہو کر کام کرنا پڑتا ہے ۔

برطانیہ میں بادشاہ صرف (TITULAR HEAD) ہوتا ہے اصل حاکم وزیر اعظم ہوتا ہے اگر صدر کو اس قدر اختیارات دے دیے جائیں جو امریکی صدر کو حاصل ہیں تو یہ معاملہ نظری طور پر پارلیمانی روح کے خلاف ہوتا مزید برآں بھارت میں صدر کو اس قدر زیادہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کسی وقت بھی وفاقی دستور کو وحدانی شکل دے سکتا ہے ۔ ہنگامی صورت حال میں اسے مخصوص اختیارات حاصل ہیں یہ تو اتفاق ہے کہ اب تک بھارت میں ایسے صدر آئے ہیں جو کسی نہ کسی طرح تحریک آزادی میں شریک رہے ہیں اور بھارت پر مطلق العنانی کرنے کے خلاف ہیں ۔ ورنہ آئینی طور پر تو صدر بھارتی وزیر اعظم کا مشورہ ماننے کا پابند نہیں حالاں کہ وزیر اعظم اکثریتی جماعت کا نمائندہ ہوتا ہے ۔ اور اکثریتی جماعت کی جڑیں عوام میں ہوتی ہیں پاکستان میں وزیر اعظم کو صدر کے احکام پر توثیقی دستخط کرنے سے برطانیہ کی وہ روایت تازہ ہو جاتی ہے جہاں شاہ انگلستان کے حکم نامہ پر کسی وزیر کے تصدیقی دستخط ضروری ہوتے ہیں ایسا ہونا بھی چاہیے کیوں کہ صدر اپنے کسی فعل کے لیے جوابدہ نہیں بلکہ جوابدہ وزیر اعظم ہے ۔ موجودہ دستور میں وفاقی حکومت کا قیام وزیر اعظم اور مجلس وزرار چلائے گی اگرچہ دستور میں مجلس وزرار کا ذکر نہیں ہے مگر پارلیمانی روایات اور نظیر کے مطابق صدر

کو امداد دینے کے لیے وفاقی وزراء کی ایک ٹیم معاونت و امداد کرے گی جس کا سربراہ وزیراعظم ہو گا اس ٹیم میں اصولاً وزیراعظم، وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت بھرتی کرے گا عام پارلیمانی روایت کے پیش نظر وزیراعظم ایسے وزراء کا انتخاب کرے گا جو اس سے بھرپور تعاون کریں۔ یہ وزراء پارلیمان سے لیے جائیں گے۔ وزیراعظم اور وفاقی وزراء کی ٹیم مجلس وزراء کی طرح ہو گی اور اجتماعی طور پر اسمبلی کو جوابدہ ہو گی۔

وزیر مملکت کا

کام وفاقی وزراء کے ساتھ مل کر حکومتی پالیسی کو بہتر بنانے میں امداد دینا ہے بھارتی دستور میں وزیر مملکت مجلس وزراء کے ساتھ کام کرتے ہیں پاکستان کے عبوری آئین ۱۹۷۲ء میں بھی ایک وزارتی کونسل کی سفارش کی گئی ہے۔ مجلس وزراء بھی اسی قسم کی شئے ہو گی جو وزیراعظم کی قیادت میں صدر کو مدد دے گی اگرچہ دستور میں وزیراعظم اور وفاقی وزراء کے فرائض و اختیارات تفصیلاً درج نہیں مگر پارلیمانی روایات کے پیش نظر اصل اختیارات وزیراعظم اور اس کے وزراء کے ہاتھ میں ہوں گے اگر کبھی اسمبلی کسی ایک وزیر کے خلاف بھی عدم اعتماد کی قرارداد منظور کر لے تو صرف وہی وزارت سے معزول نہ ہو گا بلکہ ساری وزارت ختم ہو جائے گی۔ اسی لیے وزیراعظم اپنی ٹیم کو سوچ سمجھ کر منتخب کرتا ہے ہر وفاقی وزیر کو ایسا محکمہ دے گا جس کے سلسلے میں وہ باحسن جواب دہی کر سکے۔ مجلس وزراء اپنے اجلاس کی ہر کارروائی خفیہ رکھے گی اور اجلاس میں طے شدہ امر پر کوئی وزیر بعد میں اختلاف نہ کر سکے گا وزیراعظم کسی بھی وزیر کو معزول کر سکے گا۔

صوبے ــــ گورنر

پارلیمانی نظام میں گورنر صوبے میں اسی حیثیت سے کام کرتا ہے جس حیثیت سے صدر مرکز میں کام کرتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ گورنر کا دائرۂ کار صوبے تک محدود ہوتا ہے جبکہ صدر کا پورے وفاق تک۔

گورنر کا تقرر اور اوصاف بمطابق آئین گورنر کا تقرر صدرِ مملکت کرے گا اور گورنر صدر کی خوشنودی تک اپنے عہدے پر متمکن رہے گا۔ گورنر اس شخص کو مقرر کیا جا سکے گا جو (ا) قومی اسمبلی کا رکن بننے کا اہل ہو (ب) ۳۵ سال کا ہو۔

گورنر کیلئے شرائط گورنر کو پاکستان میں نفع بخش عہدے پر کام نہ کرنا ہو گا۔ اور نہ ہی ایسی ملازمت اختیار کرنا ہو گی۔ گورنر کو پارلیمان یا صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کی اجازت نہ ہو گی اگر گورنر پارلیمان یا صوبائی اسمبلی کا رکن ہو گا تو اسے یہ رکنیت چھوڑ دینا ہو گی اور اس کی نشست خالی قرار پائے گی۔ گورنر وزیرِ اعلیٰ کے مشوروں پر لازمی عمل کرے گا۔

میعادِ عہدہ گورنر، صدرِ مملکت کی خوشنودی تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے۔

قائم مقام گورنر گورنر کے پاکستان سے غیر حاضر ہونے یا اپنے فرائض انجام دینے کے قابل نہ ہونے پر صدر کو اختیار ہو گا کہ وہ کسی دوسرے فرد کو نامزد کر دے۔

اختیارات و فرائض **انتظامی**۔ گورنر صوبائی سربراہ ہو گا جس کے نام پر انتظامی اختیارات کا استعمال صوبائی حکومت کرے گی۔ یہ حکومت وزیرِ اعلیٰ اور وزراء پر مشتمل ہو گی۔ وزیرِ اعلیٰ گورنر کو ان تمام معاملات سے آگاہ رکھے گا جن کا تعلق صوبائی انتظام یا اسمبلی میں قانون سازی کی تجاویز سے ہو گا اگر گورنر صوبے کے بارے میں صدر کو یہ رپورٹ دے دے کہ صوبے میں انتظامی صورتحال غیر تسلی بخش ہے اور انتظامی امور بمطابق آئین پورے نہیں ہو رہے تو صدر یقین ہونے کے بعد اور قانون کے مطابق خود صوبہ کی انتظامی مشینری سنبھالے گا یا صوبے کے گورنر کو اپنی

جانب سے اختیارات سنبھالنے کی ہدایت جاری کرے گا۔ انتظامی امور کے سلسلہ میں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ پاکستان میں بھارتی دستور کے برعکس گورنر کو صرف صدر کی خوشنودی حاصل نہ ہونی چاہیئے بلکہ اسے وزیرِ اعلیٰ کے مشورہ پر بھی لازماً عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ اس طرح گورنر کو وزیرِ اعلیٰ سے موافقت کی فضا برقرار رکھنا ہوگی۔

اختیارِ تقرر صوبائی گورنر کو تقرر کے بھی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ انتظامی اور دیگر امور کی خاطر وہ وزیرِ اعلیٰ کو وزارت سازی کی دعوت دے گا اس طرح اس کی مدد کے لیے اور مشورہ دینے کے لیے ایک مجلسِ وزراء بن جائے گی۔ صوبے کے ہائی کورٹ کے کسی جج کے تقرر کے لیے گورنر سے بھی مشورہ لیا جاتا ہے۔ گورنر ایڈووکیٹ جنرل کا تقرر بھی کرتا ہے۔ بھارت میں سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کی نشست خالی ہونے پر نئے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے تقرر کرنے کے اختیارات ہیں مگر پاکستان میں ارکان صوبائی اسمبلی اپنے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب کرتے ہیں۔ اگر سپیکر یا ڈپٹی سپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے تو ارکانِ اسمبلی نئے سرے سے انتخاب کرتے ہیں۔

اختیارات متعلق بہ مقننہ و قانون سازی گورنر کو مقننہ اور قانون سازی کے بھی اختیارات حاصل ہیں۔ گورنر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اسمبلی کا اجلاس بلاتا رہے اور اس کے مقام انعقاد اور وقت کا تعین بھی کرتا رہے اور اجلاس کو ملتوی بھی کر سکے۔ گورنر وزیرِ اعلیٰ کے کہنے پر اسمبلی کو توڑ بھی سکتا ہے اور اس طرح ۴۸ گھنٹے کے بعد اسمبلی ختم ہو جائے گی۔ گورنر اسمبلی کو خطاب کرنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ کوئی بل اس وقت تک اسمبلی کا ایکٹ نہیں بن سکتا جب تک اس کی گورنر توثیق نہ کرے۔ گورنر اس کے علاوہ خود بھی آرڈی ننس جاری کر سکتا ہے۔

آرڈی ننس[1] (۱) سوا اس زمانے کے جبکہ صوبائی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو، اگر گورنر یہ سمجھتا ہو کہ ایسے حالات موجود ہیں جن میں فوری اقدام ضروری ہے تو وہ حالات کے تقاضوں کے مطابق آرڈیننس جاری و نافذ کر سکتا ہے۔

(۲) اس دفعہ کے تحت نافذ کیا جانے والا آرڈی ننس پارلیمان کے ایکٹ کی طرح مؤثر ہوگا اور ایسی ہی پابندیوں کے ساتھ ہوگا جیسی کہ صوبائی اسمبلی پر قانون بنانے کے سلسلے میں ہیں لیکن ایسے ہر آرڈی ننس کو۔

(الف) صوبائی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ اور یہ نفاذ کے دن سے تین ماہ کی مدت گذرنے سے

---

[1] دفعہ ۱۲۸

پہلے صوبائی اسمبلی کی ایک ایسی قرارداد سے جس میں اسے نامنظور کر دیا جائے منسوخ قرار پائے گا۔
(ب) گورنر کسی بھی وقت اسے واپس لے سکتا ہے۔
(۳) ذیلی دفعہ ۲ کے تقاضوں کو متاثر کیے بغیر صوبائی اسمبلی کے سامنے لائے جانے والے آرڈیننس کو اسمبلی میں پیش ہوتے والا ایل تصور کیا جائے گا۔

گورنر کی حیثیت — ایک جائزہ

گورنر صوبے میں صدرِ مملکت کی طرف نامزد کردہ فرد ہے جو صدر کی خوشنودی تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔ بظاہر گورنر کے نام پر تمام احکام جاری ہوں گے اور وزیرِ اعلیٰ حقیقی سربراہ ہوگا جس کے مشورے پر عمل کرنا گورنر کا فرض ہوگا۔ دراصل وزیرِ اعلیٰ صوبائی اسمبلی کو جوابدہ ہوتا ہے اور اجتماعی ذمہ داری کے اصول کے تحت ساری وزارت کو مستعفی ہونا پڑتا ہے بشرطیکہ کسی ایک وزیر کے خلاف بھی عدمِ اعتماد کی قرارداد منظور ہو جائے۔

گورنر ہی وزیرِ اعلیٰ مقرر کرتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں وہ اکثریتی جماعت کے منتخب کردہ شخص کو وزیرِ اعلیٰ مقرر کرتا ہے اگر اسمبلی میں کسی پارٹی کی واضح اکثریت نہ ہو تو گورنر وزیرِ اعلیٰ کے تقرر میں اپنی مرضی سے بھی کام لیتا ہے۔ گورنر صوبے میں ہنگامی صورتِ حال کو محسوس کر کے صدر کو مطلع کر سکتا ہے اور اس طرح صوبے میں صدر راج نافذ ہو سکتا ہے اور صدر خود یا صوبے کے گورنر کے ذریعے انتظام سنبھال سکتا ہے اس طرح صوبے میں کاملاً گورنر ہی کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ بھارت کی ریاست کیرالہ میں دو دفعہ صدر راج نافذ کیا جا چکا ہے۔

گورنر کو مقننہ اور قانون سازی سے متعلق بھی اختیار حاصل ہے مگر ہر معاملہ میں وزیرِ اعلیٰ کی رائے پر عمل کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ اگر وزیرِ اعلیٰ اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے تو گورنر اسمبلی توڑ دے گا۔ الغرض مرکز میں جو اختیارات صدر کو حاصل ہوتے ہیں وہی اختیارات کم پیمانے پر گورنر کو صوبے میں حاصل ہوتے ہیں۔

صوبائی اسمبلیاں

صوبائی اسمبلی مطابق دستور ہر صوبے کی اپنی اسمبلی ہوگی جو صوبائی اسمبلی کہلائے گی۔ اس اسمبلی کے ارکان کا براہ راست اور آزادانہ انتخاب کیا جائے گا۔

بلوچستان — ۴۰
شمال مغربی سرحدی صوبہ — ۸۰
پنجاب — ۲۴۰
سندھ — ۱۰۰

اسمبلی کے ارکان کو منتخب کرنے کے واسطے پاکستان کا ہر شہری جو ۱۸ سال کا ہو اور جس کا نام صوبے کے کسی علاقے کی انتخابی فہرست میں درج ہو ووٹ دے سکے گا بشرطیکہ وہ دماغی طور پر صحیح الدماغ ہو اور کسی عدالت نے اسے خرابی دماغ کا مالک قرار نہ دیا ہو۔

آئین میں ایک شرط واضح کردی گئی ہے کہ عام انتخاب میں منتخب ہونے والی صوبائی اسمبلی کی کوئی نشست خالی قرار پائے گی تو دوسرے عام انتخابات کے انعقاد سے پہلے ووٹر کی عمر ۱۸ کے بجائے ۲۱ سال ہوگی۔

پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کی صوبائی اسمبلیوں میں عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں، پارسیوں اور اچھوتوں کے لیے مخصوص کی گئی ہیں۔

بلوچستان — ۱
سرحدی صوبہ — ۱
پنجاب — ۳
سندھ — ۲

اس کے علاوہ نئے نظام کے آغاز کے دن سے دس سال تک یا دوسرے عام انتخابات کے انعقاد تک (جو بھی بعد میں وقوع پذیر ہو) عورتوں کے لیے زائد نشستیں مخصوص کی جائیں گی۔ ان کی تعداد متعلقہ اسمبلی کے تمام ارکان کا پانچ فیصد ہوگی (عام ارکان سے مراد اقلیتوں کے نمائندوں کے علاوہ ارکان ہیں)

عام انتخابات کے انعقاد کے بعد جب بھی قابلِ عمل ہوگا عورتوں اور عیسائیوں، ہندوؤں سکھوں، بدھوں، پارسیوں اور اچھوتوں کے لیے رکھی جائیں گی۔

ارکانِ اسمبلی کی رکنیت کے لیے اہلیتیں صوبائی اسمبلی کی رکنیت حاصل کرنے کے لیے امیدوار کے لیے ضروری ہے کہ

(۱) پاکستانی شہری ہو۔ (۲) پچیس سال سے کم نہ ہو۔ (۳) صوبائی اسمبلی کی انتخابی فہرست میں اس کا نام درج ہو۔ اس میں پارلیمان کی مقرر کردہ اہلیتیں بھی ہونی چاہئیں جو وہ قانون کے تحت مقرر کرے۔

میعادِ اسمبلی صوبائی اسمبلی ۵ سال تک اپنے فرائض سرانجام دے گی۔ یہ مدت اس کے پہلے اجلاس کے انعقاد کے روز سے شروع ہوگی۔ میعاد گزرنے کے بعد خود بخود ختم ہو جائے گی۔ بشرطیکہ اس سے پہلے اسمبلی توڑ نہ دی گئی ہو۔

سپیکر اور ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی اپنے انتخاب کے بعد اپنے پہلے اجلاس میں کوئی اور کام کیے بغیر اپنے ارکان میں سے ایک سپیکر اور ایک ڈپٹی سپیکر کا انتخاب عمل میں لائے گی اگر سپیکر یا ڈپٹی سپیکر کی نشست بعدازاں کبھی خالی ہو جائے گی تو اسمبلی اس کے لیے نئے سرے سے انتخاب کرے گی۔

صوبائی اسمبلی کے اجلاس کی طلبی اور التواء گورنر کو اختیار ہوگا کہ وہ وقتاً فوقتاً اسمبلی کا اجلاس بلاتا رہے اور اس کے لیے مقام اور وقت کا تعین کرے یا اسمبلی کے اجلاس کو ملتوی کر دے۔ اسمبلی کو خطاب کرنے کا حق بھی گورنر کو ہوگا اس سلسلہ میں وہ ارکان کو حاضر ہونے کو کہہ سکتا ہے۔ صوبائی اسمبلی میں ایڈووکیٹ جنرل کو بھی بحث کرنے کا حق ہوگا لیکن وہ ووٹ نہ دے سکے گا۔

صوبائی اسمبلی کی معزولی گورنر کو اختیار حاصل ہوگا کہ وزیرِ اعلیٰ کے مشورے کے تحت صوبائی اسمبلی کو توڑ دے۔ ایسا مشورہ دینے کے اڑتالیس گھنٹوں کے بعد اسمبلی خود بخود ٹوٹ جائے گی۔ اور وزیرِ اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک زیرِ غور ہو یا تحریک منظور ہو چکی ہو تو وزیرِ اعلیٰ اسمبلی توڑنے کا مشورہ نہ دے سکے گا۔ کوئی صوبائی وزیر جو وزیرِ اعلیٰ کا قائم مقام ہوگا اسمبلی توڑنے کا مشورہ نہ دے سکے گا۔

اسمبلی میں طریقِ قانون سازی اسمبلی میں اکثریت سے منظور ہو جانے والا بل گورنر کے پاس توثیق کے لیے بھی جائے گا۔ گورنر بل کی منظوری سات رنز

کے اندر دے گا۔ اگر وہ منظوری نہ دے سکے اور مدت مقررہ گزر جائے تو بھی بل منظور سمجھا جائے گا۔ گورنر کی منظوری کے بعد بل اسمبلی کا بنایا ہوا ایکٹ کہلائے گا۔

کوئی ایسا مالی بل یا مالی امور سے متعلق ایسی ترمیم اسمبلی میں صوبائی حکومت کی پیشگی منظوری کے بغیر پیش نہ کی جاسکے گی جس کے اخراجات کے لیے صوبائی اجتماعی فنڈ یا عوامی اکاؤنٹ سے رقوم مطلوب ہونگی۔

مالی بل کا مسودہ اس وقت مالی بل کہلائے گا جب اس میں ان باتوں کا ذکر ہوگا۔

• کسی ٹیکس کے نفاذ، خاتمے، وصولیابی، تبدیلی اور اسے ضابطے میں لانے کے امور۔

• صوبائی حکومت کی جانب سے قرض لینے یا کوئی گارنٹی دینے، یا حکومت کی مالی زیر باریوں سے تعلق رکھنے والے کسی قانون میں ترمیم کے امور۔

• صوبائی کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ کی تحویل، اس میں رقومات داخل کرنے اور اس میں سے رقومات نکالنے کے امور۔

• صوبائی کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ پر کوئی بار لگانے یا کسی ایسے بار میں تبدیلی یا اس میں خاتمے کے امور۔

• صوبے کے عوامی حساب میں رقومات کی وصولیابی، ان رقومات کی تحویل اور ان رقومات کی اجرائی کے امور۔

• کوئی ایسا معاملہ جو محض حادثاتی طور پر مندرجہ بالا پیراگرافوں میں درج امور سے وابستہ ہو جائے۔

(۳) محض مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر کسی ایسے بل کو مالیاتی نہیں سمجھا جائے گا۔ جو گنجائش فراہم کرے۔

• کسی جرمانے کے نفاذ یا اس میں تبدیلی کے لیے یا کسی تاوان یا کسی لائسنس کے لیے فیس کے مطالبہ یا ادائیگی کے لیے یا کسی اور خدمت کے معاوضے کے لیے یا

• کسی مقامی حاکم یا مقامی مقاصد کے لیے مخصوص ادارے کی طرف سے کسی مقامی ٹیکس کے نفاذ، خاتمے وصولیابی، تبدیلی اور اسے ضابطے کے تحت لانے کے لیے۔

(۴) اگر کسی بل کے بارے میں یہ مسئلہ پیدا ہوگا کہ وہ مالیاتی بل ہے یا نہیں تو صوبائی اسمبلی کے سپیکر کا فیصلہ قطعی سمجھا جائے گا۔

(۵) ہر مالیاتی بل جب توثیق کے لیے گورنر کو پیش کیا جائے گا تو اس کے ساتھ صوبائی اسمبلی کے سپیکر کی تحریر میں یہ صداقت نامہ بھی ہوگا کہ یہ ایک مالیاتی بل ہے ایسا صداقت نامہ تمام مقاصد کے لیے ہوگا اور اس کے بارے میں کوئی استفسار نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ بل کی توثیق گورنر کرے گا جو سات روز کے اندر منظوری دے گا۔

صوبائی اجتماعی فنڈ اور پبلک اکاؤنٹ کی نگرانی صوبائی اجتماعی فنڈ اور عوامی اکاؤنٹ کی نگرانی، صوبائی اجتماعی فنڈ سے رقوم کی ادائیگی یا ان کے لیے رقوم کی وصولی، اور صوبائی حکومت کی طرف سے وصول ہونے والی تمام رقوم اور صوبائی عوامی اکاؤنٹ سے رقوم کی ادائیگی و وصولی وغیرہ جیسے تمام معاملات کو گورنر کے خصوصی حکم کے نفاذ سے پہلے تک صوبائی اسمبلی کے منظور کردہ ایک ایکٹ کی رو سے چلایا جائے گا۔

سالانہ بجٹ ہر مالی سال میں صوبائی حکومت سال بھر کا آمدن و اخراجات کا تخمینہ مرتب کر کے صوبائی اسمبلی کی منظوری کے لیے پیش کرے گی یہ سالانہ بجٹ کہلائے گا۔ سالانہ بجٹ رپورٹ میں صوبائی اجتماعی فنڈ سے حاصل کیے جانے والے سرمایہ کی تفصیل، اور اسی فنڈ سے پورے کیے جانے والے دوسرے اخراجات کا ذکر ہوگا۔ ریونیو پر اٹھنے والے اخراجات الگ ذکر درکار ہوگا۔

طریقۂ کار صوبائی اجتماعی فنڈ سے پورے کیے جانے والے اخراجات کی تفصیل کو صوبائی اسمبلی میں پیش کیا جا سکے گا۔ اس پر بحث ہو سکے گی مگر ووٹنگ نہیں کرائی جائے گی۔ دوسرے اخراجات کی تفصیل بھی اسمبلی میں پیش ہو سکے گی اس پر بحث ہو سکے گی۔ مطالبات زر سے متعلق شقوں کو ایوان میں ووٹنگ کے لیے رکھا جائے گا اور اسمبلی کو مطالبات زر منظور کرنے یا رد کرنے کا اظہار کر دے گی یا رقوم میں کمی کی منظوری دے دے گی۔ البتہ پہلے دن سے دس سال تک کے عرصہ کے لیے یا دوسرے عام انتخابات کے انعقاد تک (جو بھی بعد میں وقوع پذیر ہو) اسمبلی کے کل ارکان کی اکثریت کے ساتھ مطالبات زر کو رد کیا جا سکے گا۔ اگر ایسا نہ ہو سکے گا تو مطالبات زر تسلیم سمجھے جائیں گے۔ ان میں کمی نہ کی جا سکے گی۔ صوبائی حکومت کی سفارش کے بغیر گرانٹ کی منظوری کا مسودہ ایوان میں پیش نہ کیا جا سکے گا۔ اگر صوبائی حکومت ضمنی بجٹ کی صورت میں حل پیش کرے تو وہ بھی اسمبلی میں منظور کر لیا جائے گا اسمبلی کو اختیار ہوگا کہ وہ کوئی پیشگی گرانٹ منظور کر دے جس کا تعلق مالی سال کے جانچے ہوئے اخراجات سے ہو۔

اسمبلی کی معزولی کی صورت میں صوبائی اسمبلی منظور شدہ بجٹ کے مطابق صوبائی اجتماعی فنڈ سے اخراجات کی منظوری دے سکے گی۔

پہلی صوبائی اسمبلی صوبے کی پہلی اسمبلی دستور کے مطابق اتنے افراد پر مشتمل ہوگی جو آئین کے نفاذ کے روز سے فوراً پہلے اسمبلی کے ارکان ہوں گے اور یہ اسمبلی اگر معزول نہ کر دی گئی تو ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء تک جاری رہے گی۔ سوائے ان نشستوں کے جو بعض وجوہ کی بناء پر خالی ہو جائیں گی او

ان پر نئے افراد منتخب ہو جائیں گے ۔ باقی تمام نشستوں کے لیے رکنیت کی اہلیتیں اور نا اہلیتیں وہی ہوں گی جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری آئین میں درج ہیں ۔

کوئی فرد جو پاکستان کی منفعت بخش سرکاری ملازمت پر فائز ہو گا ۔ اسمبلی کی رکنیت کو آئین کے نفاذ کے روز سے تین ماہ بعد تک جاری رکھ سکے گا ۔ کسی ممبر کے فوت ہونے ، مستعفی ہونے یا عدالتی فیصلے کے مطابق اس کا انتخاب کالعدم قرار دیئے جانے پر اس کی سیٹ خالی ہو جائے گی تو اسے بالکل اسی طریقہ سے پُر کیا جائے گا جو آئین کے نفاذ سے پہلے مقرر ہو گا اس سلسلہ میں وہ نشستیں بھی آجائیں گی جو آئین کے نفاذ کے روز کے بعد خالی ہوں گی ۔

منتخب رکن حلف اٹھائے گا اور پھر اسمبلی میں بیٹھنے کا اہل قرار پائے گا ۔ اگر وہ سپیکر کو معقول وجہ بتائے اور چھٹی لیے بغیر پہلے اجلاس کے پہلے دن سے پہلے اکیس روز تک غیر حاضر رہے گا تو اس کی نشست خالی قرار پائے گی ۔

وزیرِ اعلیٰ

بمطابق آئین صوبہ میں انتظامی اختیارات کا استعمال گورنر کے نام سے صوبائی حکومت کرے گی جو وزیرِ اعلیٰ اور صوبائی وزراء پر مشتمل ہو گی ۔

وزیرِ اعلیٰ کو اختیار ہو گا کہ وہ خود انتظام چلائے یا اپنے وزراء کے ذریعے سے سرانجام دے۔

وزیرِ اعلیٰ کا انتخاب (۲) وزیرِ اعلیٰ کا انتخاب صوبائی اسمبلی کے کل ممبران کی اکثریت سے ہوگا لیکن اگر پہلی رائے شماری میں کسی رکن نے ایسی اکثریت حاصل نہ کی تو دوسری رائے شماری صرف ان دو ارکان کے درمیان کرائی جائے گی جنہوں نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے ہوں ۔ اور اس بار وہ رکن جو ایوان میں موجود ارکان کے ووٹوں کی اکثریت حاصل کرے منتخب وزیرِ اعلیٰ قرار دیا جائے گا ۔ اگر سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والے دو یا اس سے زائد ارکان کے حاصل کردہ ووٹوں کی تعداد پھر بھی برابر رہے تو پھر رائے شماری کرائی جائے گی ۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک رائے شماری کے وقت موجود ارکان کے ووٹوں کی اکثریت حاصل کرے ۔

جو ممبر منتخب ہو جائے گا اسے گورنر وزیرِ اعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کی دعوت دے گا اور وہ عہدہ سنبھالنے سے پہلے گورنر کے سامنے تیسرے گوشوارے میں درج خاکے کے مطابق اپنے عہدے کا حلف لے گا

میعادِ منصب وزیرِ اعلیٰ اپنے منصب پر اپنے جانشین کی آمد تک فائز رہے گا ۔ وزیرِ اعلیٰ اگر خود چاہے تو اپنے عہدے کا استعفیٰ گورنر کو پیش کر سکتا ہے ۔ وزیرِ اعلیٰ مستعفی ہو جائے تو صوبائی وزراء بھی برطرف سمجھے جاتے ہیں ۔ وزیرِ اعلیٰ کے استعفیٰ کے وقت اگر اسمبلی کا اجلاس ہو تو فوراً نیا وزیرِ اعلیٰ چنے گی ۔ اجلاس نہ ہو رہا ہو تو گورنر ۱۴ دن کے اندر اجلاس طلب کرے گا ۔

قائم مقام وزیرِ اعلیٰ اگر وزیرِ اعلیٰ کی موت واقع ہو جائے یا کوئی اور سبب ہو تو گورنر کے کہنے پر صوبائی وزراء میں سے سب سے سینئر وزیر وزارت اعلیٰ کا منصب سنبھالے گا ۔ وہ اپنے فرائض نئے وزیرِ اعلیٰ کے منصب سنبھالنے یا پرانے وزیرِ اعلیٰ کے کام پر واپس آجانے تک ادا کرے گا ۔

صوبائی وزراء وزیرِ اعلیٰ اپنی مدد کے لیے صوبائی وزراء چنے گا ۔ یہ وزیر، وزیرِ اعلیٰ کے کہنے پر استعفےٰ بھی دے سکیں گے ۔ یہ وزراء صوبائی اسمبلی کے ممبر ہوں گے اور صوبائی

محکمے سنبھالیں گے۔

وزیرِ اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ

وزیرِ اعلیٰ کے خلاف اسمبلی میں عدم اعتماد کی تحریک بھی چلائی جا سکتی ہے۔ قرارداد میں نئے وزیرِ اعلیٰ کا نام تجویز کیا جانا چاہیئے۔

مذکورہ قرارداد پر اس کے صوبائی اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد تین دن گذرنے سے پہلے اور سات دن گزر جانے کے بعد رائے شماری نہیں ہوگی۔ اگر مذکورہ قرارداد، صوبائی اسمبلی کے کل ارکان کی اکثریت سے منظور ہو جاتی ہے تو اس شخص سے جس کا نام اس قرارداد میں بطور جانشین درج ہو گا عہدہ سنبھالنے کے لیے کہے گا۔ اور اس کے عہدہ سنبھالنے پر اس کے پیشرو اور پیش رو کے مقرر کردہ صوبائی وزراء اپنے عہدوں پر برقرار نہیں رہیں گے۔

تاہم۔ دس سال کے عرصہ تک یا قومی اسمبلی کے لیے دوسرے عام انتخابات تک جو کوئی بعد میں آئے ایک ایسے ممبر کا ووٹ جو کسی سیاسی پارٹی کے امیدوار یا نامزد شدہ فرد کے طور پر صوبائی اسمبلی کے لیے منتخب ہوا ہو اور جس نے قرارداد عدم اعتماد کے حق میں ووٹ دیا ہو، ایسی صورت میں تسلیم نہیں کیا جائے گا جبکہ اس کی سیاسی پارٹی کے ممبران صوبائی اسمبلی کی اکثریت نے قرارداد کی منظوری کے خلاف ووٹ دیا ہو۔

(۲) اگر مذکورہ قرارداد منظور نہیں کی جاتی تو اسی طرح کی دوسری قرارداد آئندہ چھ ماہ تک پیش نہیں کی جائے گی۔

تبصرہ

وزیرِ اعلیٰ کی علیحدگی کے سلسلہ میں بھی مرکز میں وزیرِ اعظم کی علیحدگی والا طریقہ رکھا گیا ہے۔ یہاں بھی اکثریت کے ووٹ قرارداد کے حق میں ہوں تو اسے پاس سمجھا جائے گا۔ اس سلسلہ میں کسی سیاسی پارٹی کے اقلیتی ووٹوں کو قرارداد کی حمایت میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ وزارتِ اعلیٰ کے استحکام کی خاطر کیا گیا ہے۔ ورنہ ماضی کی طرح وزارتِ عظمیٰ کی طرح وزارتِ اعلیٰ بھی بحران کا شکار ہو جاتی۔

وزیرِ اعلیٰ کے اختیارات و فرائض

جس طرح مرکز میں وزیرِ اعظم کو اختیارات و فرائض حاصل ہیں، بعینہٖ صوبوں میں وزیرِ اعلیٰ کو چھوٹے پیمانے پر ایسے اختیارات حاصل ہیں۔ گورنر کو وزیرِ اعلیٰ کا مشورہ قبول کرنا ہو گا۔

اجتماعی ذمہ داری

مرکز میں وزیرِ اعظم اور اس کے وزراء پارلیمان کو اجتماعی طور پر ذمہ دار

ہوں گے۔ اسی طرح صوبوں میں وزیرِ اعلیٰ اور اس کے وزرار بھی صوبائی اسمبلی کے سامنے اجتماعی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اس لیے وزیرِ اعلیٰ ایک منتظم اور منضبط ٹیم منتخب کر سکے تاکہ وزارت کو استحکام نصیب ہو۔ اگر صوبائی اسمبلی کسی ایک وزیر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پاس کر دے تو ساری وزارت ناکام ہو جائے گی۔ اور مستعفیٰ ہو جائے گی۔ صوبائی وزرار کی مجلس میں وہ وزیر شامل ہوں گے جو ایک دوسرے کو بھی جوابدہ ہوں گے۔ کیونکہ ہر وزیر اپنے ساتھی سے ٹیم سپرٹ کے تحت پوچھنے کا حق دار ہو گا کہ وہ پارلیمان میں غلط رویّہ کیوں اختیار کرنا چاہتا ہے یا اس میں کیا کمزوری ہے تاکہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔ اسی طرح وزرار اسمبلی کو بھی جوابدہ ہوں گے۔ وزرار۔ وزیرِ اعلیٰ کو بھی جواب دہ ہوں گے جو ان کی ٹیم کا رہنما ہو گا۔

تبصرہ وزارتِ اعلیٰ کا منصب جس شخص کے حصہ میں آئے گا اسے صوبائی اسمبلی میں اکثریت حاصل ہو گی۔ اکثریتی پارٹی کا یہ منتخب کردہ نمائندہ اسمبلی کو جوابدہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے گورنر کو مشورہ دینے کا حق ہے اور گورنر اس مشورے کو ماننے کا پابند ہے۔ حکومتی پالیسی کی تیاری کا ذمہ دار وزیرِ اعلیٰ ہی ہوتا ہے اور پالیسی کی ناکامی کے سلسلہ میں اسمبلی کو جوابدہی کرنے کی ذمہ داری بھی اسی پر ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں وزیرِ اعلیٰ کو پالیسی کی کامیابی کے لیے گورنر کو مشورہ دینا چاہیئے۔

صوبہ کے لیے ایڈووکیٹ جنرل

مرکز میں اٹارنی جنرل ہوتا ہے اور صوبہ میں اس کے مماثل ایڈووکیٹ جنرل ہوتا ہے۔ ایڈووکیٹ جنرل کا تقرر گورنر کرتا ہے بشرطیکہ وہ ہائی کورٹ کا جج بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

ایڈووکیٹ جنرل کا فرض ہو گا کہ وہ قانونی معاملات میں حکومت کو مشورہ دے۔ وہ اُن دیگر قانونی فرائض کی انجام دہی کرنے کا بھی ذمہ دار ہو گا جو صوبائی حکومت اس کے سپرد کرے۔

گورنر کی خوشنودی تک ایڈووکیٹ جنرل کا تقرر باقی رہے گا۔ ایڈووکیٹ جنرل خود بھی استعفیٰ دے سکتا ہے۔

---

[1] مجلس وزرار سے مراد کابینہ ہے۔

وفاق اور صوبوں کے مابین تعلقات

تقسیم اختیارات متعلق بہ قانون سازی

۱ دستور کے دائرے کے اندر، پارلیمان پورے پاکستان کے لیے یا اس کے کسی حصے کے لیے قوانین بنا سکتی ہے۔ ان میں اصل علاقے سے علیحدہ رو بہ عمل آنے والے قوانین بھی شامل ہیں) اسی طرح صوبائی اسمبلی، اپنے صوبہ یا اس کے کسی حصے کے لیے قانون سازی کر سکتی ہے۔

دستور کے دائرے کے اندر،

(الف) ان تمام امور کے بارے میں جو وفاقی طور پر قابل قانون سازی موضوعات کی فہرست میں شامل ہیں۔ قانون سازی کا حق صرف پارلیمان کو ہوگا۔

(ب) ان امور کے بارے میں جو مشترکہ طور پر قابل قانون سازی موضوعات کی فہرست میں درج ہیں۔ قانون سازی کا حق پارلیمان اور کسی صوبائی اسمبلی دونوں کو حاصل ہوگا۔

(ج) جن امور کا تذکرہ وفاقی اور مشترکہ فہرست دونوں میں نہیں ہے ان کے بارے میں قانون سازی کا حق صرف صوبائی اسمبلی کو ہوگا۔ پارلیمان کو نہیں ہوگا۔ اور

(د) جو امور کسی فہرست میں درج نہیں ہیں اور جن کا تعلق وفاق کے ان علاقوں سے ہے جو کسی صوبہ میں شامل نہیں ہیں ان کے بارے میں قانون سازی کا حق صرف پارلیمان کو ہوگا۔

اگر صوبائی اسمبلی کے کسی ایکٹ کی کوئی گنجائش، پارلیمان کے کسی ایسے ایکٹ کی کسی گنجائش سے جس کے بارے میں پارلیمان کو قانون سازی کا حق ہے یا کسی ایسے موجودہ قانون کی کسی گنجائش سے جس کا تعلق مشترکہ فہرست سے ہو، متصادم ہوتی ہے تو پارلیمان کے ایکٹ کو خواہ وہ اسمبلی کے ایکٹ سے پہلے منظور ہوا ہو یا بعد میں۔ یا مذکورہ قانون کو صوبائی اسمبلی کے ایکٹ پر فوقیت حاصل ہوگی اور صوبائی ایکٹ تصادم کی حد تک کالعدم ہو جائے گا۔

اگر دو یا دو سے زیادہ صوبائی اسمبلیاں اس مضمون کی قرارداد منظور کرتی ہیں کہ پارلیمان چوتھے دستور سے میں درج کسی فہرست میں غیر موجود کسی معاملے کو باضابطہ بنانے کے لیے قانون سازی کرے۔ تو پارلیمان کو یہ اختیار ہوگا کہ اس معاملے کو باضابطہ بنانے کے لیے کسی ایکٹ کی منظوری دے لیکن اس طرح

---

۱ منقول ۔ دفعہ ۱۴۱ تا ۱۴۳

بننے والا قانون میں کسی ایسے صوبے کی اسمبلی جس پر اس کا اطلاق ہوتا ہو۔ ایک ایکٹ کی منظوری کے ذریعے ترمیم کر سکتی ہے یا منسوخ قرار دے سکتی ہے۔

(۲) کسی بل پر دفعہ ۱۰۱ کا اطلاق، اب دفعہ کی ذیلی دفعہ ۱ کے تحت بنائے جانے والے پارلیمان کے ایکٹ کے مطابق ہوگا۔

صوبوں اور وفاق کے درمیان انتظامی تعلقات

دفعہ ۱۴۵ (۱) صدر کسی صوبہ کے گورنر کو اپنے کارپرداز کے طور پر، ان علاقوں کے عمومی یا کوئی خصوصی کام کرنے کی ہدایت دے سکتا ہے۔ جو وفاق میں شامل ہیں لیکن کسی صوبہ میں شامل نہیں ہیں۔

(۲) ذیلی دفعہ ۱ کے تحت گورنر جو خدمات انجام دے گا، ان پر دفعہ ۱۰۵ کا اطلاق نہیں ہوگا۔

دفعہ ۱۴۶ (۱) ذیلی دفعہ ۱ دستور میں درج کسی بات کے باوجود، وفاقی حکومت، ایک صوبائی حکومت کی رضامندی سے مشروط یا غیر مشروط طور پر اس حکومت یا اس کے افسران کے ذمہ کچھ ایسے کام لگا سکتی ہے جو وفاق کے انتظامی دائرے میں آتے ہیں۔

(۲) پارلیمان کے ایکٹ کے ذریعہ کسی صوبہ یا اس کے افسران و حکام کو ایسا اختیار دیا جا سکتا ہے اور ان پر فرائض عائد کیے جا سکتے ہیں جن کے بارے میں صوبائی اسمبلی کو قانون سازی کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

(۳) جب اس دفعہ کے مطابق کسی صوبہ یا اس کے حکام اور افسران کو کچھ اختیارات و فرائض تفویض کر دیئے جائیں تو وفاق صوبہ کو وہ طے شدہ رقم ادا کرے گا۔ یا معاہدے کی خلاف ورزی کی بنا پر پاکستان کے چیف جسٹس کے مقرر کردہ ثالث کی معین کردہ وہ رقم ادا کرے گا جو وفاق کے اختیارات کے استعمال اور فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں صوبہ کو کرنے پڑیں گے۔

دفعہ ۱۴۷۔ دستور میں درج کسی بات کے باوجود، صوبائی حکومت، وفاقی حکومت کی رضامندی سے مشروط یا غیر مشروط طور پر اس حکومت یا اس کے حکام و افسران کو کچھ ایسے کاموں کی تکمیل کے فرائض سونپ سکتی ہے۔ جو صوبہ کے انتظامی دائرہ میں آتا ہو۔

دفعہ ۱۴۸۔ ذیلی دفعہ ۱ ہر صوبہ میں انتظامی حاکمیت اس طرح بروئے کار لائی جائے گی، کہ اس صوبہ پر لاگو ہونے والے وفاقی قوانین کی بجا آوری کا حق ادا ہو۔

(۲) اس باب کے تقاضوں کو متاثر کیے بغیر وفاق کی انتظامی حاکمیت کو کسی صوبہ میں بروئے کار لاتے وقت صوبہ کے مفادات کا خیال رکھا جائے گا۔

(۲) وفاق کا فرض ہو گا کہ وہ ہر صوبہ کو بیرونی جارحیت اور داخلی انتشار سے بچائے اور یہ جستجو و اطمینان کرے کہ ہر صوبہ میں حکومت دستور کے مطابق چلائی جا رہی ہے۔

دفعہ ۱۴۹۔ ذیلی دفعہ ۱ ہر صوبہ میں انتظامی حاکمیت اس طرح بروئے کار لائی جائے گی کہ وفاق کی انتظامی حاکمیت میں مزاحمت نہ ہو یا اسے نقصان نہ پہنچے اور وفاق کی حاکمیت کا دائرہ صوبہ کو ایسی ہدایات دینے تک وسیع ہو گا جنہیں وفاقی حکومت اس مقصد کے لیے ضروری سمجھے۔

(۲) وفاق کی انتظامی حاکمیت صوبوں کو ایسی ہدایات جاری کرنے تک بھی وسیع ہو گی جو مشترکہ فہرست میں درج کسی معاملے سے متعلق، اور ہدایات کا اختیار دینے والے کسی قانون کو صوبہ میں بالفعل لانے کے بارے میں ہوں۔

(۳) وفاق کی انتظامی حاکمیت صوبوں کی ایسی ہدایات جاری کرنے تک بھی وسیع ہو گی جو قومی اور فوجی اہمیت رکھنے والے ذرائع مواصلات کی تعمیر اور نگہداشت کے بارے میں ہوں۔

(۴) وفاق کی انتظامی حاکمیت صوبوں کو ایسی ہدایات جاری کرنے تک بھی وسیع ہو گی جو پاکستان یا اس کے کسی حصے میں امن و آشتی اور معاشی زندگی کو درپیش کسی خطرے سے نمٹنے کے لیے صوبہ کی انتظامی حاکمیت کے استعمال کے طریقے کے بارے میں ہوں۔

دفعہ ۱۵۰ پورے پاکستان میں ہر صوبہ کے قوانین اور عدالتی کارروائیوں پر مکمل اعتماد و اعتبار رکھا جائے گا۔

دفعہ ۱۵۱ ذیلی دفعہ ۱ پورے پاکستان میں، تجارت و معاشی لین دین ذیلی ۲ کے دائرے کے اندر آزادانہ ہو گا۔

(۲) پارلیمان، مفادِ عامہ کے پیشِ نظر دو صوبوں کے درمیان یا ایک صوبہ اور پاکستان کے کسی حصہ کے درمیان تجارت اور معاشی لین دین پر پابندیاں لگانے کے لیے قانون بنا سکتی ہے۔

(۳) کسی صوبائی اسمبلی یا کسی صوبائی حکومت کو اختیار نہیں ہو گا۔

الف۔ کوئی ایسا قانون بنانے یا کوئی ایسا انتظامی اقدام کرنے کا، جس کے مطابق کسی قسم یا کسی کیفیت کے سامان کو صوبہ سے برآمد کرنے یا اس میں لانے پہ پابندی عائد ہو۔ یا

(ب) کوئی ایسا ٹیکس لگانے کا جو اس صوبہ میں پیدا شدہ یا تیار کردہ سامان کو اسی طرح کے دوسرے سامان سے جو اس طور پر پیدا شدہ یا تیار کردہ نہ ہو۔ پہلے والے سامان کے حق میں ممیز کرے۔ یا جو۔ اس صوبہ سے باہر پیدا شدہ یا تیار کردہ سامان کو پاکستان کے کسی علاقہ میں پیدا شدہ یا تیار کردہ سامان

سے یا پاکستان کے کسی اور حصے میں پیدا شدہ یا تیار کردہ ایسے ہی سامان سے ممیز کرے۔

(۴) اگر ایک صوبائی اسمبلی کا کوئی ایسا ایکٹ جو صحت عامہ، امن عامہ یا عوامی اخلاق کی بہتری کے لیے یا صوبہ میں کسی انتہائی ضروری جنس کی کمی میں تخفیف کے لیے یا پودوں اور مویشیوں کو کسی بیماری سے بچانے کے لیے کوئی مناسب پابندی، صدر کے ایما سے لگاتا ہے تو وہ ایکٹ خلاف ضابطہ نہیں ہوگا۔

دفعہ ۱۵۲، اگر وفاق، کسی صوبہ میں واقع کسی جائیداد کو ان امور کے مطابق حاصل کرنا چاہے، جن کے بارے میں پارلیمان کو قانون سازی کا حق ہے، تو وہ صوبہ کو مذکورہ جائیداد وفاق کی خاطر حاصل کرنے کے لیے یا اگر وہ صوبہ کی ملکیت ہو تو اسے وفاق کو منتقل کرنے کے لیے کہہ سکتا ہے یہ معاملت ان شرائط پر جو باہم طے ہو جائیں، یا معاہدے میں رخنہ پڑنے پر پاکستان کے چیف جسٹس کے مقرر کردہ ثالث کی طے کی ہوئی شرائط پر ہوگی۔

مشترکہ مفادات کی کونسل — ہیئت ترکیبی

دفعہ ۱۵۳ (ذیلی دفعہ ۱) صدر مشترکہ مفادات کی ایک کونسل قائم کرے گا جسے اس باب میں صرف کونسل کہا جائے گا۔

(۲) مندرجہ ذیل افراد کونسل کے رکن ہوں گے۔

(الف) صوبوں کے وزراء اعلیٰ اور

(ب) اتنی ہی تعداد میں وفاقی حکومت کے نمائندے۔ جنہیں وزیر اعظم ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً نامزد کرے گا۔

(۳) اگر وزیر اعظم خود کونسل کا رکن ہے تو وہ اس کا چیئرمین ہوگا۔ لیکن اگر وہ کسی زمانے میں رکن نہ ہوا تو صدر کسی ایسے وفاقی وزیر کو جو کونسل کا رکن ہو، اس کا چیئرمین نامزد کر سکتا ہے۔

(۴) کونسل پارلیمان کے سامنے جواب دہ ہوگی۔

کونسل کے فرائض اور طریق کار

دفعہ ۱۵۴، ذیلی دفعہ ۱ کونسل وفاقی فہرست حصہ دوم میں درج امور اور مشترکہ فہرست کے اندراج نمبر ۳۴ کے ضمن میں، وفاقی معاملات کے دائرے کے اندر آنے والے امور کے بارے میں اصول وضع کرے گی۔ انہیں چلائے گی اور متعلقہ اداروں پر کنٹرول کرے گی اور ان پر نگرانی رکھے گی۔

(۲) کونسل کے فیصلے اکثریت کی رائے کے طور پر ظاہر کیے جائیں گے۔

(۳) جب تک پارلیمان، قانون کے ذریعہ سے اس سلسلہ میں بندوبست نہ کر دے تب تک کونسل اپنے لیے طریقہ کار کے اصول وضع کر سکتی ہے۔

(۴) پارلیمان، اپنے مشترکہ اجلاس میں وقتاً فوقتاً منظور کی جانے والی قرار دادوں کے مطابق وفاقی حکومت کے ذریعہ سے کونسل کو اقدام کے لیے عمومی نوعیت کی یا کسی معاملے میں خصوصی نوعیت کی ایسی ہدایات جاری کر سکتی ہے جنہیں پارلیمان درست اور منصفانہ تصور کرے۔ کونسل پر ایسی ہدایات کی پابندی لازم ہو گی۔

(۵) اگر وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت کونسل کے فیصلے سے غیر مطمئن ہو تو وہ مشترکہ اجلاس میں اس معاملہ کو پارلیمان کے سامنے رکھ سکتی ہے اس ضمن میں مشترکہ اجلاس کا فیصلہ قطعی ہو گا۔

پانی کی فراہمی میں رکاوٹ سے متعلق شکایات

دفعہ ۱۵۵، ذیلی دفعہ ۱۔ اگر کسی صوبہ، وفاقی حکومت یا وفاق کے زیر انتظام کسی علاقے کے مفادات یا اس میں رہنے والوں کے مفادات کسی قدرتی ذریعہ سے پانی حاصل کرنے کے سلسلے میں۔

(الف) کسی انتظامی اقدام یا قانون سے متاثر ہوں یا ہو سکتے ہوں جو کیا جا چکا ہے یا منظور ہو چکا ہے یا جو کیا جانے والا ہے یا منظور کیا جانے والا ہے۔ یا

(ب) کسی حاکم کی طرف سے اس پانی کے کنٹرول اور اس کی تقسیم کے سلسلے میں اپنے اختیارات کے عدم استعمال سے متاثر ہوں یا ہو سکتے ہوں۔ تو متعلقہ صوبائی حکومت یا وفاقی حکومت تحریری طور پر کونسل سے شکایت کر سکتی ہے۔

(۲) ایسی شکایت موصول ہونے پر کونسل معاملے پر غور و خوض کے بعد یا تو خود ہی فیصلہ دے دے گی یا صدر سے درخواست کرے گی کہ ایسے افراد پر مشتمل جو آبپاشی، انجینئرنگ، انتظامی امور مالیات اور قانون کے میدان میں مہارت رکھتے ہوں اور جنہیں صدر موزوں سمجھتا ہو۔ ایک کمشن مقرر کرے اس بات میں اسے صرف کمشن کہا جائے گا۔

(۳) جب تک کہ پارلیمان اس سلسلے میں قانون کے ذریعے کوئی اور بندوبست نہ کرے پاکستان کمشن آف انکوائری ایکٹ ۱۹۵۶ء چہارم برائے ۱۹۵۶ء جیسا کہ وہ دستور کے نفاذ کے پہلے دن سے فوراً قبل نافذ کرے۔ کونسل یا کمشن پر اس طرح لاگو ہو گا گویا کونسل یا کمشن کا قیام اس ایکٹ کے تحت عمل میں آیا ہے اور اس کے سیکشن نمبر ۵ کی تمام گنجائشیں ان پر لاگو ہوتی ہے اور اس کے سیکشن نمبر ۱۰ الے میں مذکورہ

اختیارات انہیں تفویض ہوئے ہیں۔

(۴) کمشن کی رپورٹ پر اور اگر کوئی ضمنی رپورٹ ہو تو اس پر بھی غور و خوض کے بعد کونسل ان تمام معاملات پر جو کمیشن کے سپرد کیے گئے تھے۔ اپنا فیصلہ دے گی۔

(۵) وفاقی حکومت اور زیر تصفیہ معاملے میں متعلقہ صوبائی حکومت کا فرض ہوگا کہ، اگر کوئی قانون مزاحم ہو تو اس کے باوجود اور دفعہ ۱۵۴ کی ذیلی دفعہ ۵ کے دائرے کے اندر کونسل کے فیصلے کی تکمیل اس کی شرائط اور منشا و مدعا کے مطابق کریں۔

(۶) جو معاملہ کونسل کے پاس ہوگا یا ماضی میں اس کے پاس رہا ہوگا اس کے بارے میں کسی پارٹی کی طرف سے کوئی عدالتی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اس کے علاوہ کسی فرد کے خلاف بھی اس معاملے میں جو کونسل میں ہوگا۔ جو کونسل میں رہا ہوگا یا ایسے معاملے میں جو کونسل میں پیش ہو سکتا ہے یا جسے پیش ہونا چاہیئے۔ کوئی عدالتی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

قومی اقتصادی کونسل

دفعہ ۱۵۶، ذیلی دفعہ ۱:۔ صدر ایک قومی اقتصادی کونسل قائم کرے گا جو اس کے چیئرمین کی حیثیت میں وزیر اعظم اور ان ارکان پر مشتمل ہوگی جنہیں صدر نامزد کرے۔ لیکن۔ صدر ہر صوبہ سے ایک رکن اس صوبہ کی حکومت کی سفارش پر ضرور نامزد کرے گا۔

(۲) قومی اقتصادی کونسل ملک کی مکمل معاشی صورتحال کا جائزہ لے گی اور وفاقی حکومت و صوبائی حکومتوں کو مشورہ دینے کی غرض سے مالی، تجارتی، سماجی اور معاشی پالیسیوں کے سلسلے میں وہ طریق کار کے اصولوں سے جو حصہ ۲ کے باب دوم میں بیان کئے گئے ہیں رہنمائی حاصل کرے گی۔

بجلی

دفعہ ۱۵۷ ذیلی دفعہ ۱۔ وفاقی حکومت کسی صوبہ میں بجلی پیدا کرنے کے لیے پن بجلی تھرمل بجلی کی تنصیبات اور گرڈ اسٹیشنوں کی تعمیر کر سکتی ہے۔ یا ان کی تعمیر کی موجب ہو سکتی ہے۔ اور بجلی کی ترسیل کے لیے بین الصوبائی لائن قائم کر سکتی ہے یا ان کے قیام کی موجب ہو سکتی ہے۔

(۲) کسی صوبہ کی حکومت۔

(الف) یہ مطالبہ کر سکتی ہے کہ جتنی بجلی اس صوبہ کو گرڈ اسٹیشن سے ملتی ہے وہ اکٹھی فراہم کی جائے تاکہ اسے صوبہ کے اندر فراہم و تقسیم کیا جائے۔

(ب) اپنے صوبہ کی حدود کے اندر بجلی کے صرفے پر ٹیکس لگا سکتی ہے۔

(ج) اپنے صوبے کی حدود کے اندر بجلی گھر اور گرڈ اسٹیشن قائم کر سکتی ہے اور بجلی کی ترسیلی لائنیں ڈال سکتی ہے۔

(د) اپنے صوبہ کی حدود کے اندر بجلی کی فروخت کے لیے شرح مقرر کر سکتی ہے۔

دفعہ ۱۵۸، جس صوبے کے اندر قدرتی گیس کا منبع واقع ہوگا اسے دستور کے نفاذ کے پہلے دن موجود وعدوں اور پابندیوں کے ساتھ مشروط طور پر اپنی ضروریات پوری کرنے کے سلسلے میں پاکستان کے دوسرے حصوں پر ترجیح حاصل ہوگی۔

دفعہ ۱۵۹ ذیلی دفعہ ۱، وفاقی حکومت کسی صوبائی حکومت کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات کے متعلق ایسے فرائض تفویض کرنے سے بغیر کسی معقول کے انکار نہیں کرے گی جن کے تحت اس کی حکومت۔

(الف) اپنے صوبہ کے اندر ٹرانسمیٹر قائم اور استعمال کر سکے۔

(ب) اپنے صوبے کے اندر ٹرانسمیٹر قائم کرنے اور اسے بروئے کار لانے کے سلسلے میں۔ نشریات موصول کرنے والے آلات پر استعمال پر فیس عائد کرے اور کوئی نظم قائم کر سکے۔ تاہم اس ذیلی دفعہ کی کوئی ایسی تشریح نہیں کی جائے گی جس کے مطابق وفاقی حکومت کے لیے وفاقی حکومت کے اپنے یا اس کے اختیار کے تحت کام کرنے والے افراد کے قائم کردہ ٹرانسمیٹروں کے اوپر کنٹرول یا اجازت کے مطابق نشریات موصول کرنے والے آلات کے استعمال پر کنٹرول۔ کسی صوبائی حکومت کے سپرد کرنا ضروری ہو جائے۔

(۲) اس ضمن میں جو فرائض صوبائی حکومت کو سونپے جائیں گے وہ ان شرائط کے مطابق ادا کیے جائیں گے جو وفاقی حکومت عائد کرے۔ ان شرائط میں۔ دستور میں درج کسی بات کے باوجود مالیات سے متعلق شرائط شامل ہیں لیکن قانونی اعتبار سے وفاقی حکومت کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ صوبائی حکومت کے ذریعہ یا اس کے اختیار کے تحت کام کرنے والے افراد کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ یا براڈ کاسٹ ہونے والے مواد پر کوئی شرط عائد کرے۔

(۳) براڈ کاسٹنگ اور ٹیلی کاسٹنگ سے تعلق رکھنے والا ہر وفاقی قانون اس طرح کا ہوگا کہ اس کے مطابق اس دفعہ میں بیان شدہ گنجائشوں کی تعمیل کی ضمانت مل جائے۔

(۴) اگر اس طرح کا کوئی مسئلہ پیدا ہوا کہ کسی صوبائی حکومت پر عائد کی جانے والی شرائط قانون کے مطابق عائد کی گئی ہیں یا نہیں یا یہ کہ وفاقی حکومت کی طرف سے فرائض تفویض کرنے کے معاملے میں انکار کسی معقول وجہ کے بغیر ہے تو اس کا فیصلہ پاکستان کے چیف جسٹس کا مقرر کردہ ثالث کرے گا۔

(۵) اس دفعہ کی کوئی ایسی تشریح نہیں کی جائے گی جس کے مطابق، پاکستان یا اس کے کسی حصہ میں امن آتشی کو درپیش کسی خطرناک مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں وفاقی حکومت دستور میں دیئے گئے اختیارات محدود ہو جائیں۔

وفاق اور صوبوں کے درمیان محاصل کی تقسیم

قومی مالیاتی کمیشن دستور کے نفاذ کے دن سے چھ ماہ کے اندر اور اس کے بعد وقفے وقفے سے جو پانچ سال سے زیادہ کا نہیں ہوگا، صدر ایک قومی مالیاتی کمیشن تشکیل دے گا۔ جو وفاقی حکومت کے وزیر خزانہ، صوبائی حکومتوں کے وزراء خزانہ اور ان دوسرے افراد پر مشتمل ہوگا جنہیں صدر، صوبائی گورنروں سے صلاح مشورے کے ساتھ مقرر کرسکتا ہے۔

(۲) قومی مالیاتی کمیشن کا فرض ہوگا کہ صدر کو سفارشات پیش کرے۔

(الف) ذیلی دفعہ ۳ میں مذکورہ ٹیکسوں کی خالص آمدنی کی وفاق اور صوبوں کے درمیان تقسیم کے سلسلے میں۔

(ب) وفاقی حکومت کی طرف سے صوبوں کو مالی امداد دینے کے سلسلے میں۔

(ج) دستور میں درج وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے قرض لینے کے اختیار کو استعمال کرنے کے سلسلے میں۔

(د) کسی بھی ایسے مالیات سے متعلقہ معاملے میں جو صدر کمیشن کے سپرد کرے۔

(۳) جن ٹیکسوں کا ذکر ذیلی دفعہ ۲ کی شق (الف) میں کیا گیا ہے وہ پارلیمان کے اختیار کے مطابق وصول کیے جانے والے مندرجہ ذیل ٹیکس ہیں۔

(اول) آمدنی سے متعلق مختلف ٹیکس جن میں کارپوریشن ٹیکس شامل ہے لیکن وہ ٹیکس شامل نہیں ہیں جو فیڈرل کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ سے دی جانے تنخواہوں سے ہونے والی آمدنی پر لاگو ہوں۔

(دوم) خرید و فروخت پر لاگو ٹیکس۔

(سوم) کپاس پر برآمدی محصولات اور وہ دوسرے برآمدی محصولات جن کی صدر تخصیص کرے۔

(چہارم) ایسے آبکاری محصولات جن کی صدر تخصیص کر دے۔ اور

(پنجم) ایسے دوسرے ٹیکس جن کی صدر تخصیص کر دے۔

(۴) قومی مالیاتی کمیشن کی سفارشات موصول ہونے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہوگا صدر اپنے حکم کے ذریعہ

اور ذیلی دفعہ ۲ کی شق۔ الف، کے تحت کمیشن کی سفارشات کے مطابق، ذیلی دفعہ ۳ میں مذکورہ خالص آمدنی میں وہ حصہ متعین کرے گا جو کسی صوبے کو دیا جاتا ہے اس کے بعد وہ حصہ متعلقہ صوبہ کی حکومت کو ادا کیا جائے گا۔ اور دفعہ ۸، کی گنجائشوں کے باوجود فیڈرل کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

(۵) قومی مالیاتی کمیشن کی سفارشات اور ان کے مطابق کیے جانے والے اقدامات کے بارے میں ایک وضاحتی یادداشت دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے پیش کی جائے گی۔

(۶) ذیلی دفعہ ۴ کے مطابق حکم جاری کرنے سے پہلے کسی بھی وقت اگر صدر واجب اور ضروری سمجھے تو ایک حکم کے ذریعے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے درمیان محاصل کی تقسیم سے متعلق قانون میں ترمیم و اصلاح کر سکتا ہے۔

(۷) جن صوبوں کو مالی مدد کی ضرورت ہو انہیں صدر اپنے حکم کے ذریعے صوبوں کے محاصل میں سے مالی امداد دے سکتا ہے۔ یہ امداد فیڈرل کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ میں سے لی جائے گی۔

دفعہ ۱۶۱ ذیلی دفعہ ا دفعہ ۷۸ کی گنجائشوں کے باوجود قدرتی گیس کے منبع پر عائد کیے جانے والے اور وہیں وصول کیے جانے والے وفاق کے آبکاری محصول کی خالص آمدنی اور وفاقی حکومت کے وصول کردہ مالکانہ (رائلٹی) کی خالص آمدنی۔ فیڈرل کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ میں داخل کی جائے اور اس صوبہ کے سپرد کر دی جائے گی جس میں گیس کا منبع واقع ہو۔

(۲) وہ خالص منافع وفاقی حکومت کسی پن بجلی گھر سے بڑی مقدار میں بجلی بنا کر یا اس بجلی سے کوئی اور کام سرانجام دے کر کمائے گی وہ اس صوبہ کو دے دیا جائے گا جس میں پن بجلی گھر واقع ہے۔

وضاحت، اس ذیلی دفعہ کے مقاصد کے لیے پن بجلی گھر کی "بس بارس" سے ملنے والی بجلی کی کل آمدنی سے جو مشترکہ مفادات کی کونسل کی متعین کردہ شرح پر اس کی فراہمی سے حاصل ہوگی۔ بجلی گھر کو چلانے کے اخراجات وضع کر کے خالص منافع کا حساب لگایا جائے گا۔ بجلی گھر کو چلانے کے اخراجات میں ہر وہ رقم شامل ہوگی جو اس پر ہونے والے ٹیکس، محصولات، سرمایہ کاری پر لاگو سود، فرسودگی اور عدم استعمال کے عنصر اور منبعوں اور زرِ محفوظ کے سلسلے میں واجب الادا ہوگی۔

دفعہ ۱۶۲، کوئی بل یا ترمیمی بل، جس کے مطابق کوئی ایسا ٹیکس یا محصول لگایا یا تبدیل کیا جائے جس کی تمام یا جزوی آمدنی کسی صوبہ کے لیے ہو، یا جس سے آمدنی ٹیکس کے ضمن میں بیان شدہ "زرعی آمدنی" کی اصطلاح کے معنی تبدیل ہو جائیں، یا جس سے کسی صوبہ کو دی جانے والی رقومات کے بارے میں اس باب میں بیان ہونے والی گنجائشوں کے اصول متاثر ہوں۔ صرف اس وقت قومی اسمبلی میں پیش ہو سکے

گا جبکہ صدر نے اس کی پیشگی اجازت دے دی ہو۔

دفعہ ۱۶۳۔ ایک صوبائی اسمبلی کو اپنے ایکٹ کے ذریعہ، وقتاً فوقتاً پارلیمان کے ایکٹ کے تحت مقرر کی جانے والی حدود کے اندر ان افراد پر ٹیکس لگانے کا اختیار ہوگا جو کسی پیشہ، تجارت، ملازمت یا دھندے میں مصروف ہوں اور اسمبلی کے اس ایکٹ کو آمدنی پر ٹیکس لگانے والا ایکٹ نہیں سمجھا جائے گا۔

ملی جلی دفعات

دفعہ ۱۶۴۔ وفاق یا کوئی صوبہ، کسی بھی مقصد کے لیے رقم کی منظوری دے سکتا ہے خواہ اس مقصد سے متعلق پارلیمان کو یا دوسری شکل میں صوبائی اسمبلی کو قانون سازی کا اختیار ہو یا نہ ہو۔

دفعہ ۱۶۵۔ ذیلی دفعہ ۱) وفاقی حکومت پر اس کی جائیداد یا آمدنی کے سلسلے میں صوبائی اسمبلی کے کسی ایکٹ کے مطابق کوئی ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔ اور ذیلی دفعہ ۲ کے دائرے کے اندر کسی صوبائی حکومت پر اس کی جائیداد یا آمدنی کے سلسلے میں پارلیمان کے کسی ایکٹ کے مطابق یا کسی دوسرے صوبہ کی اسمبلی کے ایکٹ کے مطابق کوئی ٹیکس نہیں عائد کیا جائے گا۔

(۲) اگر کسی صوبہ کی حکومت، اپنی صوبائی حدود کے باہر کوئی تجارت یا کاروبار کرتی ہے تو اس حکومت پر، تجارت میں استعمال ہونے والی املاک کے سلسلے میں یا تجارت سے ہونے والی آمدنی کے سلسلے میں پارلیمان کے ایکٹ کے مطابق یا اس صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے مطابق جس میں کاروبار کیا جا رہا ہے ٹیکس لگایا جائے گا۔

(۳) اس دفعہ کی کوئی بات بہم پہنچائی جانے والی خدمات پر فیس لگانے میں مانع نہیں ہوگی۔

قرض لینے کے امور اور تنقیح (آڈٹ)

دفعہ ۱۶۶۔ وفاق کی انتظامی حاکمیت، فیڈرل کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ کی ضمانت پر اور اگر کوئی حدود ہوں تو ان حدود کے اندر قرض لینے اور گارنٹی دینے کے اختیار تک وسیع ہے جو پارلیمان کے ایکٹ کے مطابق وقتاً فوقتاً مقرر کی جائیں۔

دفعہ ۱۶۷ ذیلی دفعہ ۱۔ اس دفعہ کے دائرے کے اندر کسی صوبہ کی انتظامی حاکمیت، صوبائی کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ کی ضمانت پر اور اگر کوئی حدود ہوں تو ان حدود کے اندر، قرض اور گارنٹی دینے کے اختیار تک وسیع ہے جو اس صوبہ کی اسمبلی کے ایکٹ کے مطابق وقتاً فوقتاً مقرر کی جائیں۔

(۲) وفاقی حکومت، ایسی شرائط کے ساتھ جو وہ عائد کرنا چاہے صوبوں کو قرض دے سکتی ہے اور جہاں دفعہ ۱۶۶ کے تحت متعینہ حدود سے تجاوز نہ ہو کسی صوبہ کی طرف سے جاری ہونے والے قرض کے سلسلے

میں گارنٹیاں دے سکتی ہے کسی صوبہ کو قرض دینے کے لیے جو رقومات درکار ہوں گی وہ فیڈرل کنسالی ڈیٹیڈ فنڈ میں سے لی جائیں گی۔

(۳) اگر کسی صوبہ پر وفاق سے حاصل کردہ قرض کی رقم کا کچھ حصہ واجب الادا ہے یا ایسے قرض کی ادائیگی باقی ہے جس کے سلسلے میں وفاقی حکومت نے گارنٹی دی تھی۔ تو وہ صوبہ وفاقی حکومت کی رضامندی کے بغیر کوئی قرض جاری نہیں کر سکتا اور اس دفعہ کے تحت رضامندی ان شرائط کے مطابق دی جا سکتی ہے جو وفاقی حکومت عائد کرنا مناسب سمجھے۔

آڈیٹر جنرل پاکستان کا ایک آڈیٹر جنرل ہوگا جس کی تقرری صدر کرے گا۔ اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے آڈیٹر جنرل تیسرے گوشوارے میں درج خاکے کے مطابق اپنے عہدے کا حلف لے گا۔

آڈیٹر جنرل کی شرائط ملازمت جن میں عہدے کی میعاد بھی شامل ہے۔ پارلیمان کے ایکٹ کے مطابق اور جب تک اس طور پر طے نہ ہوں صدارتی حکم کے تحت۔ متعین ہوں گی۔

ایک شخص جو آڈیٹر جنرل کے عہدے پر فائز رہا ہے عہدے کی میعاد ختم ہونے پر سبکدوشی کے دو سال بعد تک حکومت پاکستان کی کوئی اور ملازمت کرنے کا اہل نہیں ہوگا۔

آڈیٹر جنرل کو اس کے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا سوا اس کے کہ سپریم کورٹ کے جج کو ہٹانے کے طریقہ کار کے مطابق ہی اور مذکورہ جج کو ہٹانے کی بنیادوں پر ہی ایسا کیا جائے۔

ایسے وقت جبکہ آڈیٹر جنرل کا عہدہ اس کی غیر حاضری یا کسی اور بناء پر فرائض کی ادائیگی کے نا قابل ہونے کی وجہ سے خالی ہو وہ شخص آڈیٹر جنرل کے فرائض منصبی ادا کرے گا جسے صدر اس عہدے پر کام کرنے کی ہدایت کرے۔

فرائض و اختیارات فرائض و اختیارات کو بروئے عمل لائے گا جو پارلیمان کے ایکٹ کے مطابق یا ایکٹ منظور ہونے سے پہلے صدارتی حکم کے مطابق متعینہ ہوں۔

وفاق اور صوبوں کے کھاتے اس نمونے کے مطابق اور ان اصولوں و طریقوں کے موافق رکھے جائیں گے جو آڈیٹر جنرل صدر کی منظوری سے رائج کرے۔

وفاق کے حسابات سے متعلق آڈیٹر جنرل کی رودادیں صدر کو پیش کی جائیں گی جو قومی اسمبلی میں ان کے پیش ہونے کا موجب ہوگا۔

جائیداد، معاہدے، واجبات اور مقدمے

دفعہ ۱۷۲ ذیلی دفعہ ۱:- ایسی جائیداد جس کا کوئی جائز مالک نہیں ہے اگر کسی صوبے میں واقع ہے تو اس صوبہ کے اور دوسری تمام صورتوں میں وفاق کے قبضہ میں آجائے گی۔

(۲) تمام زمینوں، معدنیات اور دوسری قیمتی اشیاء جو پاکستان کی جغرافیائی حدود کے اندر واقع یا دستیاب ہوں یا پاکستان کی سمندری حدود کے اندر زیر آب موجود ہوں۔ کی حقدار وفاقی حکومت ہوگی۔

دفعہ ۱۷۳ ذیلی دفعہ ۱: وفاق اور صوبوں کی انتظامی حاکمیت اگر مناسب مقننہ کا کوئی ایکٹ موجود ہو تو اس کے دائرے کے اندر کسی ایسی جائیداد کو جس پر اسے حق ہو عطیہ فروخت بیع کرتے یا گروی رکھنے تک وسیع ہوگی اور وفاق یا صوبہ کی خاطر کوئی جائیداد خریدنے یا حاصل کرنے اور ان سلسلوں میں معاہدے کرنے تک وسیع ہوگی۔

(۲) تمام جائیداد جو وفاق یا صوبہ کے مقاصد کے لیے خریدی یا حاصل کی جائے گی اس پر وفاق کے یا دوسری صورت میں صوبہ کے حقوق قائم ہوں گے۔

(۳) تمام معاہدے جو وفاق کی انتظامی حاکمیت کو یا صوبہ کی انتظامی حاکمیت کو بروئے کار لاتے ہوئے کئے جائیں گے۔ ان میں یہ ظاہر کیا جائے گا کہ وہ صدر کے نام پر یا صوبے سے متعلق معاہدے کی صورت میں گورنر کے نام پر کیے گئے ہیں اور ایسے تمام معاہدے اور جائیداد سے متعلق یقین دہانیاں جو اس حاکمیت کو بروئے کار لاتے ہوئے کرائی جائیں گی وہ صدر یا گورنر کی طرف سے ان لوگوں کے ذریعہ اور اس طرح کرائی جائیں گی جنہیں اور جیسا کہ صدر یا گورنر نے ہدایت دی ہوں۔

(۴) صدر یا کسی صوبہ کا گورنر وفاق کی انتظامی حاکمیت کو بروئے کار لاکر کیے جانے والے کسی معاہدے یا یقین دہانی کے سلسلے میں یا دوسری صورت میں صوبہ کی انتظامی حاکمیت کو بروئے کار لاکر کیے جانے والے کسی معاہدے یا یقین دہانی کے سلسلے میں ذاتی طور پر ذمہ دار ہوگا اور نہ کوئی ایسا شخص ذاتی طور پر ذمہ دار ہوگا جس نے ان میں سے کسی کی خاطر کوئی معاہدہ کیا ہو یا یقین دہانی کرائی ہو۔

(۵) وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کی طرف سے زمین کی منتقلی قانون کے مطابق کی جائے گی۔

وفاق پاکستان کے نام سے کوئی مقدمہ قائم کرسکتا ہے یا اس پر پاکستان کے نام سے مقدمہ قائم کیا جا سکتا ہے اور کوئی صوبہ اپنے نام سے مقدمہ قائم کرسکتا ہے یا اس پر صوبہ کے نام سے مقدمہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

عدلیہ بمطابق آئین پاکستان کی ایک سپریم کورٹ ہوگی۔ ہر صوبہ کی ایک عدالت عالیہ ہوگی۔ اور دوسری عدالتیں بھی بمطابق قانون بنائی جائیں گی۔

سپریم کورٹ آف پاکستان سپریم کورٹ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت ہوگی۔ یہ عدالت ایک چیف جسٹس اور پارلیمان کے بنائے گئے قانون کے مطابق ججوں کی تعداد پر مشتمل ہوگی یا جب تک اس کا تعین نہ ہو صدر تعداد مقرر کرے گا۔ سپریم کورٹ کا چیف جسٹس، چیف جسٹس آف پاکستان کہلائے گا۔

ججوں کا تقرر پاکستان کے چیف جسٹس کا تقرر صدر کریگا اور پھر دوسرے تمام ججوں کی تقرری صدر چیف جسٹس کے صلاح مشورے سے کرے گا۔

(۲) کسی شخص کو سپریم کورٹ کا جج مقرر نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ پاکستان کا شہری اور مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل نہ ہو۔

(الف) وہ تواتر کے ساتھ یا مختلف اوقات میں مجموعی طور پر پانچ سال تک کسی ہائی کورٹ کا جج رہا ہو (ان میں ہر وہ ہائی کورٹ شامل ہے جو دستور کے نفاذ کے پہلے دن سے قبل کسی وقت پاکستان میں موجود تھی) یا

(ب) وہ تواتر کے ساتھ مختلف اوقات میں مجموعی طور پر پندرہ سال تک کسی ہائی کورٹ میں ایڈووکیٹ رہا ہو (اس میں ہر وہ ہائی کورٹ شامل ہے جو دستور کے نفاذ کے پہلے دن سے قبل کسی وقت پاکستان میں موجود تھی)۔

حلف وفاداری اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے پاکستان کا چیف جسٹس صدر کے سامنے اور سپریم کورٹ کے دوسرے جج چیف جسٹس کے سامنے تیسرے گوشوارے میں شامل کئے جانے والے خاکے کے مطابق اپنے عہدے کا حلف لیں گے۔

ریٹائرمنٹ کی عمر سپریم کورٹ کا ایک جج پینسٹھ سال کی عمر کو پہنچنے تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔ سوا اس کے وہ اس سے قبل ہی مستعفی ہو جائے یا دستور کے مطابق اسے برطرف کر دیا جائے۔

قائم مقام چیف جسٹس

کسی بھی وقت جب،

(الف) پاکستان کے چیف جسٹس کا عہدہ خالی ہو۔ یا

(ب) پاکستان کا چیف جسٹس غیر حاضر ہو یا کسی دوسری وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا نہ کر سکتا ہو، تو صدر سپریم کورٹ کے سب سے زیادہ سینئر جج کو، پاکستان کے چیف جسٹس کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے مقرر کرے گا۔

قائم مقام جج

کسی بھی وقت جب۔

(الف) سپریم کورٹ کے کسی جج کا عہدہ خالی ہو۔ یا

(ب) سپریم کورٹ کا کوئی جج غیر حاضر ہو یا کسی دوسری وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا نہ کر سکتا ہو تو صدر دفعہ ۱۷۷ ذیلی دفعہ ۲ میں بیان کیے گئے طریقوں کے مطابق ہائی کورٹ کے کسی ایسے جج کو، جو سپریم کورٹ کا جج مقرر ہونے کا اہل ہو، عارضی طور پر سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے مقرر کر سکتا ہے۔

یہ تقرری اس وقت تک پُر اثر رہے گی جب تک صدر ایک حکم کے ذریعے اسے منسوخ نہ کر دے۔

عارضی جج

اگر کسی وقت، سپریم کورٹ کے ججوں کے کورم کی ضرورت کے سلسلے میں یہ ممکن نہ ہو کہ عدالت کی کوئی نشست جاری رہ سکے، یا کسی اور بنا پر سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد میں عارضی طور پر اضافہ ضروری ہو جائے تو پاکستان کے چیف جسٹس تحریری طور پر۔

(الف) صدر کی منظوری سے، کسی ایسے شخص سے جو ہائی کورٹ کا جج رہا ہے اور اس عہدے سے اس کی سبکدوشی کو تین سال نہیں گزرے ہیں، درخواست کر سکتا ہے، یا

(ب) صدر کی منظوری سے اور کسی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی رضامندی سے اس ہائی کورٹ کے کسی ایسے جج سے جو سپریم کورٹ کے جج کے طور پر تقرری کا اہل ہو ہدایت کر سکتا ہے کہ وہ ایک خاص مقصد اور مقررہ مدت کے لیے سپریم کورٹ کی نشستوں میں شریک ہو، اس طور پر خاص مقصد کے لیے کام کرنے والے جج کے اختیارات وہی ہوں گے جو سپریم کورٹ کے جج کے لیے مقرر ہیں۔

سپریم کورٹ کی نشست

سپریم کورٹ[1] کا مستقل مقام نشست دفعہ ۱۸۳ کی ذیلی دفعہ ۳ کے ساتھ مشروط طور پر، اسلام آباد ہو گا۔

---

[1] دفعہ $\frac{۱۸۳}{۳}$ [2] دفعہ ۱۸۵

سپریم کورٹ کی نشست وقتاً فوقتاً ایسے مقامات پر بھی ہو سکتی ہے جن کا تعین پاکستان کے چیف جسٹس صدر کی منظوری سے کرے۔

۔۔ جب تک اسلام آباد میں سپریم کورٹ کے قیام بندوبست نہ کر دیا جائے تب تک اس کی جائے نشست وہ جگہ ہوگی جس کا صدر تعین کرے۔[1]

سپریم کورٹ کا دائرہ کار سپریم کورٹ کا بنیادی دائرہ اختیار دو یا دو سے زیادہ حکومتوں کے درمیان تنازعات سے متعلق ہوگا۔ ان تنازعات کے سلسلے میں کسی دوسری عدالت کو اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

حکومتوں سے مراد وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں سے ہے۔

سپریم کورٹ کو جو اختیار تفویض کیا گیا ہے۔ اسے بروئے کار لا کر وہ صرف توضیحی فیصلے دے گی۔ دفعہ ۱۹۹ کی گنجائشوں کو متاثر کیے بغیر سپریم کورٹ کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ یہ سمجھے کہ حصہ ۲ باب اول میں درج کسی بنیادی حق پر عملدر آمد کے سلسلے میں عوامی اہمیت کا کوئی مسئلہ درپیش ہے تو اس نوعیت کا حکم جاری کرے جیسا کہ مذکورہ دفعہ میں درج ہے۔

سپریم کورٹ کو اپیل کی سماعت کے اختیارات[2] سپریم کورٹ کو کسی ہائی کورٹ کے فیصلوں، ڈگریوں، احکامات اور سزاؤں پر اپیل کی سماعت کرنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

ہائی کورٹ کے کسی فیصلے، ڈگری، قطعی حکم اور سزا پر سپریم کورٹ اپیل کی سماعت کر سکتی ہے۔

(الف) اگر ہائی کورٹ نے اپیل پر کسی ملزم کی رہائی کا حکم تبدیل کر کے اسے موت، کالے پانی یا عمر قید کی سزا سنائی ہو یا نظر ثانی کے بعد پہلے دی جانے والی سزا میں بیان ہونے والی کسی سزا کی حد تک اضافہ کیا ہو۔ یا

(ب) اگر ہائی کورٹ نے کوئی مقدمہ اپنی کسی ماتحت عدالت سے خود سماعت کرنے کے لیے واپس لیا ہو اور اس میں ملزم پر فرد جرم عائد کر کے اوپر بیان ہونے والی کوئی سزا سنائی ہو۔ یا

(ج) اگر ہائی کورٹ نے کسی شخص پر اپنی توہین کے سلسلے میں کوئی سزا لازم کی ہو۔ یا

(د) اگر مقدمہ کے مواد کی مالیت پہلی عدالت میں پچاس ہزار روپے سے کم نہیں تھی یا اپیل کے مقدمہ میں پچاس روپے سے کم نہیں ہے۔ یا اتنی ہے جتنی کہ اس سلسلے میں پارلیمان کے کسی ایکٹ میں متعین کر دی جائے اور جس فیصلے، ڈگری یا قطعی حکم کے خلاف اپیل کی گئی ہے اس نے قریب ترین ماتحت عدالت کے فیصلے ڈگری یا قطعی حکم کو تبدیل یا مسترد کیا ہو۔

---

[1] دفعہ ۱۸۳ [2] دفعہ ۱۸۵

(د) اگر فیصلے، ڈگری یا قطعی حکم کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ طور سے اسی قیمت و مالیت کی جائداد پر دعوے سے ہو اور جس فیصلے، ڈگری یا قطعی حکم کے خلاف اپیل کی گئی ہو اس نے قریب ترین ماتحت عدالت کے فیصلے، ڈگری یا قطعی حکم کو تبدیل یا مسترد کیا ہو۔

(ر) اگر ہائی کورٹ یہ تصدیق کر دے کہ مقدمہ دستور کی تعبیر کی حد تک پیچیدہ قانونی مسئلے سے متعلق ہے۔

(۳) ہائی کورٹ کے جس فیصلے، ڈگری، قطعی حکم یا سزا پر اپیل کے سلسلے میں ذیلی دفعہ ۲ کا اطلاق نہ ہوتا ہو اس پر اپیل صرف اس وقت زیر سماعت آسکتی ہے جب سپریم کورٹ نے اپیل کی اجازت دے دی ہو۔

اختیاراتِ مشاورت[۱] اگر کسی وقت صدر یہ سمجھے کہ عوامی اہمیت سے تعلق رکھنے والے کسی قانونی مسئلے کے سلسلے میں سپریم کورٹ کی رائے معلوم کرنا پسندیدہ ہوگا تو وہ یہ مسئلہ غور و خوض کے لیے سپریم کورٹ کے سپرد کر سکتا ہے۔

(۲) سپریم کورٹ اس طور پر سپرد کیے جانے والے مسئلہ پر غور کرے گی اور اپنی رائے سے صدر کو آگاہ کرے گی۔

سپریم کورٹ کا طریقِ کار وغیرہ[۲] سپریم کورٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے سامنے زیر سماعت کسی مقدمے یا معاملے میں ایسی ہدایات واحکامات اور ڈگریاں جاری کرے جو مکمل انصاف کے لیے ضروری ہوں۔ ان میں ایسا حکم بھی شامل ہو جو کسی شخص کی حاضری یا اس کی تلاش یا کسی دستاویز کے پیش ہونے کی ضمانت دے۔

اس طور پر جاری ہونے والے ہر ہدایت، حکم اور ڈگری پورے پاکستان میں قابلِ نفاذ ہو گی جو اُن میں اور ان علاقوں میں جو کسی صوبے کا حصہ نہیں لیکن متعلقہ ہائی کورٹ کے دائرۂ اختیار میں واقع ہیں، اسے اس طرح زیر انتظام لایا جائے گا گویا اسے اس صوبہ کی ہائی کورٹ نے جاری کیا ہو۔

اگر اس طرح کا کوئی مسئلہ پیدا ہوا کہ کون سی ہائی کورٹ کو سپریم کورٹ کی طرف سے جاری شدہ ہدایت، حکم یا ڈگری کی تعمیل کرنی ہے تو اس سلسلے میں سپریم کورٹ کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

فیصلوں اور احکام پر نظرِ ثانی سپریم کورٹ کو پارلیمان کے ایکٹ اور سپریم کورٹ کے قواعد ہوں تو ان کے دائرے کے اندر اپنی طرف سے سنائے گئے کسی فیصلے پر یا جاری کردہ حکم پر نظرِ ثانی کرنے کا اختیار ہوگا۔

۱ے دفعہ ۱۸۶ ۲ے دفعہ ۱۸۷

سپریم کورٹ کے فیصلے کی قبولیت جس حد تک کہ وہ کوئی قانونی مسئلہ طے کرتا ہے، یا کسی قانونی اصول پر مبنی ہے یا اسے پیش کرتا ہے۔ پاکستان کی تمام عدالتوں پر لازم ہو گی۔

سپریم کورٹ کی مددگار

پورے پاکستان میں انتظامیہ اور عدلیہ سے متعلق سارے حکام سپریم کورٹ کی مدد و تعاون کے لیے کام کریں گے۔

دستور اور قانون کے دائرے کے اندر، سپریم کورٹ اپنے طریقۂ کار کو منضبط کرنے کے لیے اصول بنا سکتی ہے۔

ہائی کورٹ

ہر ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور ان دوسرے ججوں پر مشتمل ہو گی جن کی تعداد قانون متعین کرے اور اس طور پر متعین ہونے تک صدر کی مقرر کردہ تعداد ہو گی۔

کوئی سے دو صوبے صدر کی رضامندی سے طے کر سکتے ہیں کہ ان دونوں صوبوں کی مشترکہ ہائی کورٹ ہو گی اور صدر ان کی خواہش کے مطابق مشترکہ ہائی کورٹ قائم کرے گا۔ آئین کے نفاذ سے قبل سندھ بلوچستان کی مشترکہ ہائی کورٹ اسی دفعہ کے ذیل میں سمجھی جائے گی۔ دو صوبوں کے لیے قائم کی جانے والی مشترکہ ہائیکورٹ دونوں صوبوں پر اختیارات انصاف رکھے گی۔ صوبوں اور صدر کے فیصلے سے قائم ہونے والی مشترکہ ہائیکورٹ کے لیے جو معاہدہ ہو گا اس میں ضروری ضمنی اور طبعی گنجائشیں ہوں گی جنہیں ہائی کورٹ کے اخراجات کی تقسیم سے متعلق گنجائش شامل ہو گی، معاہدے کے مقاصد پورے کرنے کے لیے بیان کی جائیں گی اور یہ بھی یقین کیا جائے گا کہ اس بات میں ایک صوبے کے گورنر کے ذمہ جو متعلقہ امور و فرائض رکھے گئے ہیں انہیں کون سا گورنر سنبھالے گا۔ اور اس طور پر جس گورنر کا تعین ہو گا اسے مذکورہ فرائض و امور سنبھالنے کا اختیار ہو گا کہ ہائی کورٹ کا دائرہ اختیار پارلیمانی ایکٹ کے ذریعے سے پاکستان کے کسی ایسے علاقے تک وسیع کیا جا سکتا ہے جو کسی صوبہ کا حصہ نہ ہو۔

ججوں کی تقرری[۵]

صدر، ہائیکورٹ کے ہر جج کی تقرری۔

(الف) پاکستان کے چیف جسٹس سے۔

(ب) متعلقہ صوبے کے گورنر سے اور۔

(ج) اس صورت میں جبکہ تقرری خود چیف جسٹس کی نہ ہو، متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے مشورے کے بعد کرے گا۔

(د) کسی شخص کو ہائی کورٹ کا جج مقرر نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ پاکستان کا شہری نہ ہو۔ اس کی عمر کم از کم چالیس سال کی نہ ہو۔ اور

۵۔ دفعہ ۱۹۳

(الف) وہ تواتر کے ساتھ یا مختلف اوقات میں مجموعی طور پر دس سال تک ہائی کورٹ میں ایڈووکیٹ رہا ہو (اس میں وہ ہائی کورٹ شامل ہے جو دستور کے نفاذ کے پہلے دن سے قبل پاکستان میں موجود تھی) یا

(ب) وہ تقرری کے وقت پر اور کم از کم گذشتہ دس سال سے قانون کے مطابق رائج سول سروس کا رکن ہو۔ اور اس پیراگراف کے مقاصد کے لیے اس نے کم از کم تین سال تک پاکستان میں ڈسٹرکٹ جج کے طور پر کام کیا ہو، یا

(ج) اس نے کم از کم دس سال تک پاکستان کے اندر کوئی عدالتی عہدہ سنبھالا ہو۔

(۲) اس دفعہ میں ڈسٹرکٹ جج سے مراد کسی بڑی شہری عدالت کے بنیادی طور پر بااختیار جج سے ہے۔

حلفِ وفاداری [1] اپنا عہدہ سنبھالنے سے قبل ہائی کورٹ کا چیف جسٹس اس صوبہ کے گورنر کے سامنے اور ہائی کورٹ کے دوسرے جج اپنے چیف جسٹس کے سامنے تیسرے گوشوارے میں درج خاکے کے مطابق اپنے عہدے کا حلف لیں گے۔

ریٹائرمنٹ کی عمر [2] ایک ہائی کورٹ کا جج باسٹھ سال کی عمر کو پہنچنے تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔ سوا اس کے وہ پہلے مستعفی ہو جائے یا دستور کے متعین کردہ طریقہ کار کے مطابق اسے برطرف کر دیا جائے۔

قائمقام چیف جسٹس [3] کسی وقت جب:-

(الف) کسی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کا عہدہ خالی ہو، یا

(ب) کسی ہائی کورٹ کا چیف جسٹس غیر حاضر ہے، یا کسی اور بنا پر اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل نہیں ہے تو۔

صدر اس طریقے کے مطابق جو دفعہ ۱۹۳ ذیلی دفعہ ۱ میں بیان کیا گیا ہے، کسی ایسے شخص کو جو ہائی کورٹ کا جج ہونے کے لیے ضروری اہلیت رکھتا ہو۔ ہائی کورٹ کے لیے ایڈیشنل جج مقرر کر سکتا ہے اس عہدے کی میعاد طے کر سکتا ہے، لیکن یہ میعاد اس قانون میں مقرر کردہ میعاد سے زائد نہیں ہوگی جو اس ضمن میں بنایا جا سکتا ہے۔

زائد جج کسی وقت جب:-

(الف) کسی ہائی کورٹ میں کسی جج کا عہدہ خالی ہو، یا

(ب) کسی ہائی کورٹ کا کوئی جج غیر حاضر ہے یا کسی اور بنا پر اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل نہیں ہے تو صدر اس طریقے کے مطابق جو دفعہ ۱۹۳ ذیلی دفعہ ۱ میں بیان کیا گیا ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو ہائی کورٹ کا جج ہونے کے لیے ضروری اہلیت رکھتا ہو۔ ہائی کورٹ کے لیے ایڈیشنل جج مقرر کر سکتا ہے۔ اس

---

[1] دفعہ ۱۹۴ [2] دفعہ ۱۹۵ [3] ۱۹۶

عہدے کی میعاد طے کرسکتا ہے۔ لیکن یہ میعاد اس قانون میں مقرر کردہ میعاد سے زائد نہیں ہوگی۔ جو اس ضمن میں بنایا جاسکتا ہے۔

ہائی کورٹ کی نشست ہر ہائی کورٹ کی، جو دستور کے نفاذ کے پہلے دن سے فوراً قبل موجود تھی۔ بنیادی جائے نشست وہی جگہ رہے گی جہاں وہ آغاز نفاذ کے دن سے پہلے تھی۔

ہائیکورٹ کا دائرہ کار[1] دستور کے دائرے کے اندر اگر کوئی ہائی کورٹ یہ محسوس کرے کہ قانون کے مطابق کوئی اور مناسب اقدام ممکن نہیں ہے تو۔

(الف) وہ تکلیف میں مبتلا پارٹی کی درخواست پر ایسا حکم جاری کرسکتی ہے جو۔

(اول) اس ہائی کورٹ کے علاقائی دائرہ اختیار میں آنے والے کسی شخص کو جو وفاق، ایک صوبہ، مقامی حاکم سے متعلقہ امور کے سلسلے میں کوئی کام کر رہا ہو۔ یہ ہدایت دے کہ قانون کے تحت اسے جس کام کی اجازت نہیں ہے، اسے کرنے سے رک جائے، یا وہ کام کرے جس کا قانون اسے متقاضی ہے یا

(دوم) اس ہائی کورٹ کے علاقائی دائرہ اختیار میں کیے جانے والے کسی ایسے شخص کے کام یا کارروائی کے بارے میں جو وفاق، ایک صوبہ یا کسی مقامی حاکم سے متعلقہ امور کے سلسلے میں مصروف کار ہو توضیحی اعلان کرے کہ مذکورہ کام یا کارروائی قانونی اختیار کے بغیر کی گئی ہے لہذا اس کی کوئی قانونی اہمیت نہیں ہے۔

(ب) کسی شخص کی درخواست پر ایسا حکم جاری کرے جو۔

(اول) اس ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کے اندر حراست میں رکھے جانے والے کسی شخص کے بارے میں یہ ہدایت کرے کہ اس شخص کو ہائی کورٹ کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ عدالت یہ اطمینان کرے کہ اسے قانونی اختیار کے بغیر یا قانونی طریقے کے برعکس طور پر تو زیر حراست نہیں رکھا جارہا ہے۔

(دوم) اس ہائی کورٹ کے علاقائی دائرہ اختیار کے اندر کوئی سرکاری عہدہ رکھنے والے یا سرکاری عہدہ رکھنے کا تاثر دینے والے کسی شخص سے یہ بتانے کا مطالبہ کرے کہ وہ کس قانونی اختیار کے تحت اس عہدے پر فائز ہونے کا مدعی ہے۔

(ج) وہ، تکلیف میں مبتلا کسی شخص کی درخواست پر ایسا حکم جاری کرسکتی ہے جس میں اس ہائیکورٹ کے علاقائی دائرہ اختیار کے اندر کسی علاقہ میں ادائیگی فرض کا اختیار رکھنے والے یا کوئی فرض انجام دینے والے کسی شخص، حاکم یا حکومت کو حصہ ۲ باب اول میں درج بنیادی حقوق میں سے کسی پر عمل درآمد کرنے کی ہدایت کرے۔

---

[1] دفعہ ۱۹۹

دستور کے دائرے کے اندر، حصہ ۲ باب اول، میں درج بنیادی حقوق میں سے کسی پر عملدرآمد کرانے کے لیے کسی ہائی کورٹ میں تحریک پیش کرنے کے حق میں کمی نہیں کی جائے گی۔

(۳) پاکستان کی مسلح افواج کے کسی رکن کی طرف سے اس کی شرائط ملازمت، یا اس کی ملازمت سے متعلق کسی معاملہ یا اس کے خلاف کیے جانے والے کسی اقدام پر یا اس کے سلسلے میں دی جانے والی درخواست پر ذیلی دفعہ (۱) کے تحت کوئی حکم جاری نہیں کیا جائے گا۔

(۴) جب۔

(الف) کسی ہائی کورٹ میں ذیلی دفعہ کی شق (الف) یا شق (ج) کے تحت کوئی حکم جاری کرنے کیلئے درخواست دی جائے۔ اور

(ب) یہ خیال ہو کر عبوری حکم کے اجرا سے عوامی بہتری کے کسی کام پر بُرا اثر پڑے گا یا مداخلت ہو گی یا وہ کسی اور طرح سے مفادِ عامہ کے ضمن میں مضر ہو گا یا اس سے محصولات کی تشخیص اور وصولیابی میں رکاوٹ پڑے گی تو ہائی کورٹ ایسا عبوری حکم اس وقت تک جاری نہیں کرے گی، جب تک کہ کسی مقررہ افسر قانون کو یہ نوٹس نہ دیا جائے کہ ایسی درخواست موصول ہوئی ہے اور جب تک کہ عدالت میں اس کو یا اس کے مقرر کردہ کسی شخص کو بیان دینے کا موقع نہ دیا جائے تاکہ عدالت، ضابطہ تحریر میں لانے کے مقاصد کے لیے یہ اطمینان کرے کہ حکم عبوری سے۔

(اول) ایسا کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یا

(دوم) ایسا اثر پڑے گا جس سے وہ حکم یا کارروائی معطل ہو جائے جو ظاہراً ریکارڈ سے اختیار کے بغیر جاری شدہ محسوس ہوتی ہے۔

(۵) اس دفعہ میں جب تک سیاق وسباق ہی تبدیلی کا متقاضی نہ ہو۔

"شخص" میں شامل ہے سیاسی یا مشترکہ سرمائے سے چلنے والا کوئی ادارہ، وفاقی یا صوبائی حکومت کے تحت کام کرنے والا کوئی حاکم، سپریم کورٹ کے علاوہ کوئی عدالت یا ٹریبونل، کوئی ہائی کورٹ یا ایسا ٹریبونل جو قانون کے مطابق پاکستان کی مسلح افواج سے متعلق کسی سلسلے میں قائم کیا جائے۔

مقررہ افسر قانون سے مراد۔

(الف) وفاقی حکومت پر اثر انداز ہونے والی وفاقی حکومت کے کسی حاکم یا اس کے تحت کام کرنے والے کسی حاکم کے سلسلے میں دی جانے والی درخواست کے ضمن میں۔ اٹارنی جنرل سے ہے۔ اور

(ب) کسی دوسرے معاملے میں صوبہ کے ایڈووکیٹ جنرل سے ہے۔ جس کی ہائی کورٹ میں درخواست

۱؎ دفعہ ۲۰۰

دی گئی ہے۔

ہائیکورٹ کے ججوں کا تبادلہ[1] صدر، ہائی کورٹ کے کسی جج کا ایک ہائی کورٹ سے دوسری میں تبادلہ کر سکتا ہے لیکن اس طور پر کسی جج کا تبادلہ نہیں کیا جائے گا سوا اس کے کہ ایسا اس کی رضامندی سے اور پاکستان کے چیف جسٹس اور دونوں متعلقہ صوبوں کے چیف جسٹسوں سے صلاح مشورے کے بعد کیا جائے۔

جب کسی جج کا اس طرح ایک ہائی کورٹ سے دوسری میں تبادلہ کیا جائے گا۔ تو جتنا عرصہ وہ اس ہائی کورٹ میں خدمات انجام دے گا اتنے عرصے تک اپنی تنخواہ کے علاوہ تلافی الاؤنس کا حقدار ہوگا اور اس کی شرح صدر کے حکم کے ذریعے متعین ہوگی۔

ہائی کورٹ کا فیصلہ اور ماتحت عدالتیں کسی ہائی کورٹ کا فیصلہ اس حد تک جس حد تک کہ وہ کسی قانونی مسئلہ کا فیصلہ کرتا ہے یا جس حد تک وہ کسی قانونی اصول پر مبنی ہے۔ اس کی تمام ماتحت عدالتوں پر حاوی ہوگا۔

طریق کار کے اصول دستور اور قانون کے دائرے کے اندر کوئی ہائیکورٹ اپنا یا اپنی کسی ماتحت عدالت کا طریقہ کار منضبط کرنے کے لیے اصول بنا سکتی ہے۔

ہائیکورٹ۔ ماتحت عدالتوں کی نگران ہر ہائی کورٹ، اپنی ماتحت عدالتوں کی نگرانی کرے گی اور ان پر کنٹرول رکھے گی۔

عدلیہ سے متعلق عمومی امور[1] اس دفعہ میں عدالت سے مراد سپریم کورٹ یا کسی ہائیکورٹ سے ہے۔

عدالت کو اختیار ہوگا کہ ایسے شخص کو سزا دے۔ جو

(الف) عدالتی کارروائی کا غلط استعمال کرے، اس میں مداخلت کرے یا مزاحم ہو یا کسی طرح سے عدالت کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے۔ یا

(ب) عدالت کی بدنامی کا سامان کرے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے عدالت یا اس کے عہدے سے متعلقہ امور کی وجہ سے کسی جج کے خلاف نفرت، مذاق یا توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ یا

(ج) کوئی ایسا کام کرے جس سے عدالت میں زیر سماعت کسی معاملے کو متاثر کرنے کا پہلو نکلتا ہو۔

(د) کوئی ایسا کام کرے، جو کسی اور طرح سے توہین عدالت کا سبب بنے

وضاحت:۔ عدالت کے قطعی فیصلوں یا اس کے طریقہ کار کے بارے میں اپیل کی کوئی مقررہ مدت ہو تو اس کے گذرنے کے بعد مفادِ عامہ کے نقطۂ نظر سے اور تعمیری انداز میں اگر کوئی تبصرہ کیا گیا تو وہ

---

[1] دفعہ ۲۰۴

توہین عدالت کے ضمن میں نہیں آئے گا

سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے ایک جج کی شرائط ملازمت اور تنخواہ وغیرہ کا تعین اس طرح ہو گا جیسا کہ پانچویں گوشوارے میں مذکور ہے۔

سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا ایک جج، صدر کے نام اپنی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کا کوئی جج۔

(الف) حکومت پاکستان کی کوئی اور ملازمت جہاں وہ زیادہ معاوضہ کا حقدار ہو ــــ نہیں کرے گا۔ یا

(ب) کوئی ایسا عہدہ، جہاں خدمات کے سلسلے میں وہ معاوضے کا حقدار ہو، قبول نہیں کریگا۔

جو شخص سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں جج رہا ہو، وہ اس عہدے کو سبکدوشی کو دو سال کا عرصہ گذرنے سے پہلے حکومت پاکستان کی کوئی ملازمت نہیں کرے گا لیکن اس میں عدالتی یا نیم عدالتی نوعیت کی کوئی جگہ چیف الیکشن کمشنری، قانون کمیشن کی چیئرمینی یا ممبری، اور اسلامی مشاورتی کونسل کی ممبری شامل نہیں ہے۔

اگر ایک شخص مستقل جج کے طور پر۔

(الف) سپریم کورٹ میں عہدے سنبھالے رہا ہے تو وہ پاکستان کی کسی عدالت یا حکم کے سامنے بطور وکیل پیش نہیں ہوگا۔

(ب) ہائی کورٹ میں خدمات انجام دیتا رہا ہے تو وہ اس ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کے اندر کسی عدالت یا حکم کے سامنے بطور وکیل پیش نہیں ہو گا۔

(ج) مغربی پاکستان کی اس ہائی کورٹ میں فرائض ادا کرتا رہا ہے جیسی کہ وہ صوبہ مغربی پاکستان (انضاخ) کے حکم مجریہ ۱۹۷۰ء کے نفاذ سے پہلے موجود تھی، تو وہ اس ہائی کورٹ کی بنیادی جا نشست کے دائرہ اختیار کے اندر یا دوسری شکل میں اس کی مستقل بنچ کے دائرہ اختیار کے اندر کسی عدالت یا حاکم کے سامنے بطور وکیل پیش نہیں ہو گا۔

سپریم کورٹ صدر کی منظوری سے اور ایک ہائی کورٹ اپنے صوبہ کے گورنر کی منظوری سے ایسے قواعد بنا سکتی ہے جن کے مطابق عدالت کے افسران اور دیگر عملہ کی تقرری کے اصول اور دوسری شرائط ملازمت فراہم ہو سکیں

سپریم جوڈیشیل کونسل

پاکستان کی ایک سپریم جوڈیشل کونسل ہوگی جسے اس باب میں کونسل کہا جائے گا

(۲) کونسل مشتمل ہوگی

(الف) پاکستان کے چیف جسٹس پر ۔

(ب) چیف جسٹس کے بعد سپریم کورٹ کے سب سے زیادہ سینئر دو ججوں پر ۔ اور

(ج) ہائی کورٹوں کے دو سب سے زیادہ سینئر چیف جسٹسوں پر ۔

وضاحت :۔ اس دفعہ کے مقاصد کے لیے ہائی کورٹوں کے چیف جسٹسوں کی ۔

سنیارٹی کا تعین :۔ بطور چیف جسٹس ان کی تقرری کی تاریخ ایک ہی ہے تو کسی ہائیکورٹ میں بطور جج ان کی تقرری کی تاریخ دیکھی جائے گی ۔

اگر کسی وقت کونسل اپنے کسی ممبر جج کے استعمال اختیارات اور طریق عمل کے بارے میں تحقیقات کر رہی ہو یا کونسل کا کوئی رکن بیماری یا کسی اور وجہ سے غیر حاضر ہو تو ۔

(الف) اگر وہ رکن سپریم کورٹ کا جج ہوگا تو سپریم کورٹ کا ایسا جج جو سینیارٹی میں ذیلی دفعہ ۲ کے پیراگراف (ب) میں مذکور ججوں کے بعد آتا ہوگا اور ۔

(ب) اگر وہ رکن کسی ہائی کورٹ کا چیف جسٹس ہوگا تو کسی اور ہائی کورٹ کا چیف جسٹس جو باقی ماندہ ہائی کورٹوں کے چیف جسٹسوں کی سینیارٹی سے متعلق فہرست میں ہیں اس کے فوراً بعد آتا ہوگا ۔

دقتی طور پر کونسل کے رکن کی حیثیت سے کام کرے گا ۔

اگر کسی ایسے معاملے میں جس کی تحقیق کونسل کر رہی ہو ، اس کے ارکان کے درمیان کوئی اختلاف رائے ہوگا تو اکثریت کا فیصلہ غالب رہے گا ۔ اور کونسل صدر کو جو رپورٹ پیش کرے گی وہ اکثریت کی رائے کے مطابق ہوگی ۔

اگر کونسل کی طرف سے ، یا کسی اور ذریعے سے اطلاع ملنے پر صدر کی رائے یہ ہو کہ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا کوئی جج ۔

(الف) جسمانی یا ذہنی ناکارگی کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی مناسب طور سے ادا کرنے سے قاصر رہیگا ۔ یا

(ب) ہوسکتا ہے کہ وہ بداعمالی کا مرتکب رہا ہو ۔ تو صدر کونسل کو اس معاملے میں تحقیقات کرنے کی ہدایت کرے گا ۔

اگر تحقیقات کے بعد اس معاملے میں کونسل صدر کو یہ رپورٹ دے کہ اس کی رائے میں ۔

(الف) مذکورہ جج اپنے فرائض منصبی ادا کرنے سے قاصر ہے یا بداعمالی کا مرتکب رہا ہے، اور

(ب) اسے اس کے عہدے سے برطرف کر دیا جانا چاہیئے تو صدر اس جج کو برطرف کر سکتا ہے۔

اس طریقے کے سوا کسی اور طریقے سے، سپریم کورٹ یا کسی ہائی کورٹ کے جج کو برطرف نہیں کیا جائے گا۔

کونسل ایک ضابطہ عمل جاری کرے گی جس کی سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے جج پابندی کریں گے۔

افراد کی لازمی حاضری اور کونسل کے اختیارات

کسی معاملے کی تحقیقات کے سلسلے میں کونسل کو سپریم کورٹ کی طرح عدالت میں کسی شخص کی حاضری، تلاش اور دستاویز کو پیش کرنے کی ضمانت حاصل کرنے کے لیے ہدایات و احکامات جاری کرنے کے اختیارات ہوں گے اور اس طور پہ جاری شدہ حکم یا ہدایت کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا۔ گویا اسے سپریم کورٹ نے ہی جاری کیا ہے۔

(۲) دفعہ ۲۰۴ کی گنجائشیں کونسل پہ اسی طرح لاگو ہوں گی جس طرح وہ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ پر لاگو ہوتی ہیں۔

حدودِ اختیارات

کونسل کے سامنے ہونے والی کارروائی اس کی طرف سے صدر کو پیش ہونے والی رپورٹ اور ۲۰۹ کی ذیلی دفعہ ۶ کے تحت کسی جج کی برطرفی کسی عدالت میں قابلِ استفسار نہیں ہوگی

انتظامی عدالتیں اور ٹریبونل

متعلقہ قانون ساز اسمبلی کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک یا زیادہ انتظامی عدالتیں یا ٹریبونل بذریعہ قانون قائم کرے جو مندرجہ ذیل امور پر مکمل اختیار رکھیں گے۔

(ا) ایسے معاملات جو پاکستان کی ملازمت میں آنے والے افراد کے لیے شرائط طے کرنے کے لیے ہوں گے۔ ان میں ڈسپلن سے متعلق معاملات بھی شامل ہوں گے۔

(ب) حکومت کے اقدامات کی وجہ سے پیدا ہونے والے معاملات کے بارے میں معاملات اور ایسی اتھارٹی کے متعلق جسے ٹیکسوں کے نافذ کرنے کا اختیار ہوگا یا ان افراد کے بارے میں جو ایسے اداروں میں کام کر رہے ہوں گے۔

(ج) دشمن کی جائیداد پر کسی قانون کے تحت قبضے، اس کے بندوبست وغیرہ کے بارے میں معاملات شامل ہوں گے۔

(د) اگر کوئی انتظامی عدالت یا ٹریبونل شق نمبرا کے مطابق قائم ہو جائے گا تو دوسری عدالت

ایسے معاملات کے بارے میں کارروائی نہ کرے گی جو صرف اس مخصوص ٹربیونل یا انتظامی عدالت کے اختیار میں ہوں گے ۔

البتہ اس شق کا اطلاق کسی ایسی انتظامی عدالت یا ٹربیونل پر نہیں ہوگا جسے صوبائی اسمبلی کے کسی قانون کے تحت قائم کیا گیا ہوگا بمتعلقہ صوبائی اسمبلی یا پارلیمنٹ سے درخواست کرکے مندرجہ بالا شقوں کا اطلاق اپنی بنائی ہوئی انتظامی عدالت یا ٹربیونل پر بھی کروالے گی ۔

انتظامی عدالت یا ٹربیونل کے فیصلے ، حکم یا دی گئی سزا کے خلاف اپیل سپریم کورٹ کو صرف اس صورت میں کی جائے گی اگر سپریم کورٹ کو اطمینان ہوگا کہ مقدمہ قانونی لحاظ سے اور عوامی طور پر بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔

تبصرہ موجودہ دستور میں انتظامیہ اور عدلیہ کو الگ الگ کرنے کے لیے تین سال کی مدت کا تعین کیا گیا ہے ۔ عدلیہ کی آزادی ملک میں ترویج انصاف کے لیے بےحد ضروری ہے ۔ انتظامیہ کے اثرات سے عدلیہ کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اسے جلد سے جلد انتظامیہ سے الگ کر دیا جائے ۔ یہ اہتمام زیر بحث دستور کا خاصہ ہے ۔

جہاں تک عدلیہ کے کردار کا تعلق ہے وہ ہمیشہ ہی بے داغ رہا ہے ۔ ملک میں آئینی مصائب پیش آئے اور طرح طرح کی قانونی پیچیدگیاں پیدا ہوتی رہیں مگر عدلیہ نے اپنی اہمیت کو کم نہ ہونے دیا اور انصاف کے چشموں سے تشنگی بجھانے والی کی یاوری کی ۔ عدلیہ واحد ادارہ ہے جس کا ماضی حال کی طرح بے داغ ہے

یہ حقیقت ہے کہ عدلیہ پاکستان کے عوام کی امیدوں کا سہارا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دستور میں اس کے حقوق و فرائض کا صراحت سے ذکر موجود ہے ۔

بعض عناصر کا موقف ہے کہ زیر نظر دستور میں عدلیہ کو کئی اختیارات سے محروم کر دیا گیا ہے پہلا اعتراض تو یہ کیا جاتا ہے کہ عدلیہ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ دے سکے ۔ اس کے بجائے یہ فیصلہ اسلامی کونسل کے سپرد کیا جائے گا ۔ یہ اعتراض درست نہیں ۔ اسلامی کونسل کی تشکیل پر غور کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ارکان کونسل میں کم از کم دو افراد ایسے ہوں گے جو یا تو سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج ہوں گے یا رہ چکے ہوں گے ۔ ظاہر ہے کہ ان جج صاحبان کی موجودگی سے جبکہ وہ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے بااختیار جج ہوں ، اسلامی کونسل

میں جو فیصلہ ہو گا رائے طلب کی جا سکیں۔ نیز دفعہ ۲۱۰ کی ذیلی دفعہ ۳ ... ب) کے مطابق جج صاحبان میں سے ہی ایک جج صدر کی جانب سے کونسل کا چیئرمین مقرر کیا جائے گا۔

ان باتوں کا اہتمام اور اسلامی کونسل کا قیام صرف اس لیے عمل میں لایا گیا ہے کہ عدلیہ کا وقت بچے اور اسے یکسوئی سے کام کرنے کا موقع ملے۔ جج صاحبان کی اسلامی کونسل میں موجودگی اس تقاضا کو پورا کر دیتی ہے کہ عدلیہ کی رائے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ پارلیمان کو یہ اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ کسی جج کو معزول کر سکے۔

موجودہ دستور میں پارلیمان کو یہ اختیار نہیں دیا گیا بلکہ سپریم جوڈیشل کونسل کو دیا گیا ہے جس میں پانچ افراد ہوں گے اور یہ سب عدلیہ سے متعلق ہی ہوں گے۔ اور کسی جج کے خلاف ضرورت پڑنے پہ تحقیقات کریں گے اور برطرفی کے لیے صدر سے سفارش کر سکیں گے۔ صدر اس جج کو کونسل کی سفارش پر معزول کر سکے گا۔ اگر دیگر ممالک کے دساتیر کو دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ برطانیہ میں پارلیمان کو اور امریکہ میں کانگرس کو اختیار ہے کہ وہ کسی جج کو نا اہلی یا بدعنوانی وغیرہ کے سلسلہ میں برطرف کرنے کی قرارداد منظور کر سکتے ہیں۔ آسٹریلیا میں جج صاحبان کا تقرر گورنر جنرل وزراء کے مشورہ سے کرتا ہے۔ کسی جج کو نا اہلیت یا بدعنوانی کے سبب پارلیمان کے دو ایوانوں کی طرف سے سفارش پر معزول کر سکتا ہے۔ کینیڈا میں دارالعوام اور سینیٹ کی مرضی سے گورنر جنرل کسی جج کو معزول کر دیتا ہے۔ یونین آف ساؤتھ افریقہ میں کسی بھی جج کو یونین پارلیمان کے دونوں ایوانوں کی منظور کردہ قرارداد کے مطابق معزول کیا جا سکتا ہے۔ فری آئرش سٹیٹ میں بھی ایوان پارلیمان کے دونوں ایوانوں کی سفارش پہ کسی بھی جج کو اس کی نا اہلی یا بدعنوانی کے قصور میں معزول کیا جا سکتا ہے۔

جاپان میں جب کسی فرد کو سپریم کورٹ کا جج مقرر کیا جاتا ہے تو اس تقرری کے فوراً بعد ایوان نمائندگان کے ہونے والے عام انتخاب کے وقت رائے دہندگان (ووٹر) اس تقرری کا جائزہ لے کر اظہار رائے کریں گے۔ دس سال کے بعد ایوان نمائندگان کے ہونے والے عام انتخابات میں ووٹر پھر ایسا کریں گے۔ اور اسی طرح بعد ازاں بھی ہوتا رہے گا۔ اگر ووٹروں کی اکثریت کسی جج کی برطرفی کا مطالبہ کرے تو اسے برطرف کر دیا جائے گا۔ نیز جاپان میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے سوا ہر جج کا تقرر کابینہ کرتی ہے۔ پاکستان میں عدلیہ کے جج صاحبان کا تقرر صدر مملکت کے سپرد ہے۔ بھارت میں بھی پارلیمانی نظام ہے وہاں بھی پارلیمان کے دونوں ایوان اکثریتی قرارداد منظور کر کے کسی بھی جج کو معزول کرا سکتے ہیں۔ ان سطور سے صرف یہ مقصود ہے کہ پارلیمان کو اگر یہ اختیارات دے دیئے جائیں کہ وہ جج صاحبان

کے بارہ میں فیصلے کرے تو یہ اس سلسلہ میں منفرد بات نہ ہوگی۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرح مقتدر پارٹی من مانی کر سکتی ہے۔ اور کسی بھی جج کو معزول کرا سکتی ہے۔ یہ بات ایک حد تک درست ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے تو بہتر ہے کہ امریکہ جیسے ملک میں سپریم کورٹ کو بہت اختیارات حاصل ہیں اور وہ کسی قانون کو آئین کے منافی قرار دے سکتا ہے۔

لیکن عموماً یہ ہوتا ہے کہ جب صدارت بدلتی ہے تو صدر سیاسی بنیادوں پر جج صاحبان کی تقرریاں بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً صدر روزویلٹ نے اپنی پارٹی سے سارے جج مقرر کئے تھے حتیٰ کہ سپریم کورٹ نے جب NEW DEAL LEGISLATION کے سلسلے میں

THE AGRICULTURAL ADJUSTMENT ACT اور NATIONAL RECOVERY ADMINISTRATION ACT

کو خلاف قانون قرار دے دیا تو صدر روزویلٹ نے فیصلہ کر لیا کہ سپریم کورٹ کے آئین میں بھی اصلاح کی جائے۔ اس نے کانگریس سے سفارش کی کہ سپریم کورٹ کے جج صاحبان کی تعداد پندرہ کر دی جائے تاکہ وہ پانچ ججوں کی مخالفت کا سدِ باب کیا جا سکے۔ جو مذکورہ بالا قانون سازی کے خلاف تھے۔ اگرچہ اس تجویز پر بڑی لے دے ہوئی اور تجویز ناکام رہی مگر اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت سیاسی مصالح کی خاطر جج صاحبان پر بالواسطہ یا بلاواسطہ دباؤ ڈال سکتی ہے۔ پاکستان میں تو جج صاحبان کا تقرر صدر ہی کرے گا مگر عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنے کی مدت مقرر کر کے اس چیز کے امکانات کو ختم کر دیا گیا ہے کہ عدلیہ انتظامیہ کے اثر میں آ سکے۔

برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں کابینہ کو اس قدر آمریت حاصل ہے کہ انتظامی انصاف کی ترویج کی خاطر حکومت نے مختلف وزراء کو اپنے محکموں کے امور طے کرنے کے اختیارات حاصل رہے ہیں حالانکہ یہی معاملے پہلے عدالتیں کرتی تھیں۔ ۱۹۱۳ء کے مواصلات کے قانون کے مطابق وزیر مواصلات ایسی اپیلیں سننے کا مجاز قرار دیا گیا جس میں اومنی بسوں کے لائسنسوں کے اجراء سے انکار کر دیا گیا ہو۔ ۱۹۱۵ء میں مقامی حکومتی بورڈ اور آرلج کے مقدمہ میں دارالامراء نے فیصلہ دیا کہ انتظامی عدالتوں کو قانونی عدالتوں کے طریقہ کار کی پیروی کرنا ضروری نہیں۔ پاکستان میں ابھی کابینہ بننا باقی ہے۔ بعد ازاں کیا ہوگا اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔ قبل از وقت کچھ کہنا بے سود ہوگا۔

موجودہ دستور میں جہاں اس امر کی ضمانت دی گئی ہے کہ پارلیمان کی کسی کارروائی کی قانونی حیثیت کو طریق کار میں بے قاعدگی کی بنیاد پر عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ وہاں یہ امر بھی طے کر دیا گیا ہے کہ

پارلیمان میں سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے کسی جج کی کارکردگی پر بحث نہیں کی جا سکے گی۔

دستور میں سپریم جوڈیشل کونسل کی تشکیل مذکور ہے اس کونسل کا وجود عدلیہ کے تحفظ کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔

سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارش کے باوجود بھی صدر نے متعلقہ جج کے خلاف ماضی میں کوئی اقدام نہ کیا جیسے مثلاً ہائی کورٹ کے جسٹس شبیر صاحب کے خلاف سپریم جوڈیشل کونسل کو کیس دیا گیا تھا دوران تحقیقات صدر نے معاملہ واپس لینا چاہا تھا مگر کونسل نے انکار کر دیا اور تحقیقات مکمل کر کے رپورٹ دے دی۔ صدر کے اقدام سے پہلے ہی جسٹس مذکور ریٹائر ہو گئے۔

پاکستان کی عدلیہ وقتاً فوقتاً حکومت کو قانونی مشکلات میں مشورے دے سکتی ہے۔ قوم کو عدلیہ پر بڑا اعتماد ہے اور عدلیہ یقیناً اس اعتماد کو ماضی کی طرح اپنی کارکردگی سے تقویت دے گی۔

انتخابات

چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمیٹی پاکستان کا ایک الیکشن کمشنر (جسے اس باب میں صرف کمشنر کہا جائے گا) ہوگا جس کا تقرر صدر کرے گا۔

(۲) کسی شخص کو کمشنر مقرر نہیں کیا جائے گا سوا اس کے کہ وہ سپریم کورٹ کا جج ہو یا ماضی میں رہا ہو یا ہائی کورٹ کا جج ہو یا ماضی میں رہا ہو اور دفعہ ۱۷۷ کی ذیلی مد ۲ کی شق الف کے تحت سپریم کورٹ میں بحیثیت جج تقرری کی اہلیت رکھتا ہو۔

(۳) کمشنر کے فرائض اور اختیارات وہ ہوں گے جو دستور اور قانون نے اسے تفویض کیے ہیں۔

عہدے کا حلف اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے کمشنر، پاکستان کے چیف جسٹس کے سامنے تیسرے گوشوارے میں درج خاکے کے مطابق حلف لے گا۔

میعادِ منصب اس دفعہ کے دائرے کے اندر کمشنر کے عہدے کی میعاد اس کے عہدہ سنبھالنے کے دن سے تین سال ہوگی تاہم قومی اسمبلی ایک قرارداد کے ذریعہ کمشنر کی میعاد کار میں ایک سال تک کی توسیع کر سکتی ہے۔

(۲) کمشنر کو اس عہدے سے صرف اسی طریقہ کار سے ہٹایا جائے گا جو دفعہ ۲۰۹ میں کسی جج کو ہٹانے کے سلسلے میں درج کیا گیا ہے اور اس دفعہ کے مقاصد کے لیے اس دفعہ کے اطلاق کے سلسلے میں یہ سمجھا جائے گا کہ جہاں جہاں جج کا تذکرہ ہے وہاں مراد کمشنر سے ہے۔

(۳) کمشنر، صدر کے نام اپنی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

چند شرائط کمشنر

(الف) پاکستان کی کوئی اور معاوضہ بخش ملازمت نہیں کرے گا۔ یا

(ب) کوئی دوسرا ایسا عہدہ حاصل نہیں کرے گا جس پر خدمات کے صلے میں معاوضے کا حقدار ہو۔

(۲) جو شخص کمشنر کے عہدے پر فائز رہا ہے وہ عہدے کی مدت کار کے خاتمے پر سبکدوشی کو دو سال کا عرصہ گذرنے تک حکومت پاکستان کی کوئی معاوضہ بخش ملازمت نہیں کرے گا۔ تاہم

(الف) اس دفعہ کی ایسی تشریح نہیں کی جائے گی جس کے مطابق ایک شخص کو جو بحیثیت کمشنر اپنی تقرری سے فوراً قبل سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کا جج رہا ہے۔ کمشنری کی مدت کار ختم ہونے پر بطور جج

دوبارہ اپنے فرائض کی انجام دہی سے روک دیا جائے ۔

(ب) ایک شخص جو کمشنر کے عہدے پر فائز رہا ہے اس کی مدت کار کے خاتمے پر سبکدوشی کو دو سال کا عرصہ گذرنے سے پہلے دونوں ایوانوں کی اتفاق رائے کے ساتھ اسے دوبارہ اس عہدے پر مقرر کیا جا سکتا ہے ۔

قائمقام کمشنر

دفعہ ۲۱۷ کسی وقت جب ۔

(الف) کمشنر کا عہدہ خالی ہو ۔ یا

(ب) کمشنر غیر حاضر ہو یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا نہ کر سکتا ہو ۔

تو سپریم کورٹ کا ایک جج جسے پاکستان کا چیف جسٹس نامزد کرے گا وقتی طور پر کمشنر کی حیثیت سے کام کرے گا ۔

الیکشن کمیشن

دفعہ ۲۱۸ ذیلی دفعہ ۱ ۔ اس دفعہ کے تحت ، قومی اسمبلی اور کسی صوبائی اسمبلی کے ہر عام انتخاب کے مقاصد کے لیے ایک الیکشن کمیشن تشکیل دیا جائے گا ۔

(۲) الیکشن کمیشن مشتمل ہو گا ۔

(الف) کمشنر پر ، جو کمیشن کا چیئرمین ہو گا ۔ اور

(ب) دو ارکان پر ، جن میں سے ہر ایک کسی ہائی کورٹ کا جج ہو گا اور جسے صدر ، متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور کمشنر سے صلاح مشورہ کے بعد مقرر کرے گا ۔

(۳) کسی انتخاب کے لیے اس طور پر تشکیل دیئے جانے والے الیکشن کمیشن کا فرض ہو گا کہ انتخابات کے انعقاد کے لیے جلد بندوبست کرے ، اور اس امر کی ضمانت دینے کے لیے تمام ضروری انتظامات کرے کہ انتخابات قانون کے مطابق اور ایماندارانہ ، منصفانہ و صاف ستھرے انداز میں ہوں گے اور بدعنوانیوں کا سدِباب کیا جائے گا ۔

کمشنر کے فرائض

دفعہ ۲۱۹ ۔ کمشنر کے ذمہ یہ فرض ہو گا کہ ۔

(الف) قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے انتخابی فہرستیں تیار کرے اور سال بہ سال ان فہرستوں کی جانچ پڑتال کرے ۔

(ب) سینٹ کے انتخابات کا اور کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی میں وقتاً فوقتاً خالی ہونے والی نشستوں کو پُر کرنے کے لیے انتخاب کا انتظام و انعقاد کرے ۔

(ج) انتخابی ٹربیونل قائم کرے ۔

انتظامی افسران کا کمیشن سے تعاون

دفعہ ۲۲۰ وفاق اور ہر صوبہ کے حکام کا فرض ہوگا کہ وہ کمشنر اور الیکشن کمیشن کے فرائض کی تکمیل کے سلسلے میں انہیں ہر ممکن مدد بہم پہنچائیں۔

افسران اور ملازمین

دفعہ ۲۲۱۔ جب تک پارلیمان قانون کے ذریعے سے کوئی اور انتظام نہ کر دے کمشنر صدر کی منظوری سے ایسے قواعد بنا سکتا ہے۔ جن کے مطابق وہ اپنے عہدے اور الیکشن کمیشن سے متعلق کاموں کی تکمیل کے سلسلے میں ملازم رکھے جانے والے افسران اور عملہ کے دوسرے افراد کا تقرر کرے اور ان کی ملازمت سے متعلق شرائط وغیرہ مرتب کرے۔

انتخابی قوانین اور انتخابات کا انعقاد

دفعہ ۲۲۲ ، دستور کے دائرے کے اندر ، پارلیمان مندرجہ ذیل امور کے متعلق قانون بنا سکتی ہے۔

(الف) قومی اسمبلی میں نشستوں کا تعین جیسا کہ دفعہ ۵۱ کی ذیلی دفعات (۳) اور (۴) کا تقاضا ہے۔

(ب) الیکشن کمیشن کے ذریعے انتخابی حلقوں کی حد بندی۔

(ج) انتخابی فہرستوں کی تیاری، کسی حلقے میں رہنے والے افراد سے اندراجات کی تکمیل کی گذارش، فہرستوں پر کیے جانے والے اعتراضات کا فیصلہ اور قطعی فہرستوں کا اعلان۔

(د) انتخابات کے انعقاد اور انتخابی عذرداریوں کی سماعت کے انتظامات، انتخابات سے متعلق پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ اور تنازعات کا فیصلہ۔

(ہ) انتخابات سے متعلق بدعنوانیوں اور جرائم سے متعلقہ امور۔

(و) دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل سے متعلق کوئی دوسرے معاملات۔ لیکن بنایا جانے والا کوئی قانون ایسا ہوگا جس سے کمشنر اور الیکشن کمیشن کے اس حصہ میں بیان ہونے والے کسی اختیارات کی ہوجائے یا وہ واپس لے لیا جائے۔

دوہری رکنیت

کوئی بھی شخص بیک وقت ممبر نہیں ہوگا۔

(الف) دونوں ایوانوں کا۔ یا

(ب) کسی ایک ایوان اور ایک صوبائی اسمبلی کا۔ یا

(ج) دو یا دو سے زائد صوبائی اسمبلیوں کا۔ یا

(د) ایک سے زیادہ نشست کی صورت میں کسی ایک ایوان یا ایک صوبائی اسمبلی کا۔

ایک شخص ایک ہی وقت میں کسی ایک یا مختلف اداروں میں دو یا زائد نشستوں کے لیے

امیدوار ہو سکے گا۔ لیکن اگر وہ ایک سے زیادہ نشستوں پر کامیاب ہو گیا تو اسے ایسی نشستوں میں سے آخری کے نتیجہ کے اعلان کے بعد تیس دن کے اندر ایک کے سوا اپنی باقی نشستوں سے مستعفی ہونا پڑے گا۔ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ تمام نشستوں سے جن پر اس نے کامیابی حاصل کی ہے تیس دن کی مقررہ مدت گذرنے کے بعد خالی ہو جائیں گی سوا اس نشست کے جس پر اسے سب سے بعد میں منتخب کیا گیا ہے اور اگر ایک سے زائد نشستوں پر اس کا انتخاب ایک ہی دن ہو تو سوا اس نشست کے جس کے لیے کاغذات نامزدگی سب سے آخر میں داخل کئے گئے تھے۔

وضاحت:۔ اس ذیلی دفعہ میں ادارہ سے مراد کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی سے ہے۔

ایک شخص، جس پر ذیلی دفعہ ۲ کا اطلاق ہوتا ہے کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی میں جس کے لیے اس کا انتخاب ہوا ہے۔ اس وقت تک نہیں بیٹھ سکے گا۔ جب تک کہ وہ اپنی نشستوں میں سے ایک کے سوا باقی سب سے مستعفی نہ ہو جائے۔

اگر کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی ممبر دوسری اور کسی ایسی نشست کے لیے امیدوار ہوتا ہے جو وہ ذیلی دفعہ ۱ کے تحت اپنی پہلی نشست کے ساتھ نہیں رکھ سکتا تو دوسری نشست پر اس کا انتخاب عمل میں آتے ہی اس کی پہلی نشست خالی ہو جائے گی۔

انتخابات اور ضمنی انتخابات کا وقت

ذیلی دفعہ ۱ قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی کے لیے ایک عام انتخاب اس دن سے فوراً پہلے والے ساٹھ دن کے اندر جس کو کہ اسمبلی کی مدت کار ختم ہونے والی ہے منعقد ہوگا۔ سوائے اس کے کہ اسمبلی پہلے ہی نہ توڑ دی گئی ہو اور نتائج کا اعلان اس دن سے کم از کم چودہ دن پہلے کر دیا جائے گا۔

(۲) اگر قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی منسوخ کی جاتی ہے تو اس کی تنسیخ کے بعد نوّے دن کے اندر اسمبلی کے لیے عام انتخاب ہوگا اور انتخاب کے نتائج کا اعلان رائے دہی کے اختتام کے بعد زیادہ سے زیادہ چودہ دن کے اندر کر دیا جائے گا۔

(۳) سینٹ کی ان نشستوں کو پُر کرنے کے لیے جو سینٹ کے ارکان کی میعاد ممبری ختم ہونے پر خالی ہوں والی ہوں، انتخابات اس دن سے زیادہ سے زیادہ تیس دن پہلے منعقد ہوں گے۔ جس دن نشستیں خالی ہونے والی ہیں۔

(۴) جب، قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کی تنسیخ کی وجہ سے بغیر ان میں سے کسی اسمبلی میں کوئی نشست اس طرح خالی ہو کہ اسمبلی کی مدت کار ختم ہونے میں کم از کم ایک سو بیس دن باقی ہوں تب

نشست خالی ہونے کے ساٹھ دن کے اندر اس نشست کو پُر کرنے کے لیے انتخاب ہو گا۔

(۵) جب سینٹ میں کوئی نشست خالی ہو گی تو اس کے خالی ہونے کے تیس دن کے اندر اسے پُر کرنے کے لیے انتخاب منعقد ہو گا۔

انتخابی تنازعات کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کے لیے کسی انتخاب کو زیرِ استفسار نہیں لایا جائے گا۔ سوا اس کے کہ ایک انتخابی عذرداری ایسے ٹربیونل میں اور اس طریقے سے پیش کی جائے جس کا تعین پارلیمان کے ایکٹ کے مطابق کیا جائے۔

خفیہ رائے دہی کا طریقہ دستور کے تحت منعقد ہونے والے تمام انتخابات سوا وزیرِ اعظم اور وزیرِ اعلیٰ کے انتخابات کے۔ خفیہ پرچہ اندازی کے ذریعے سے ہونگے۔

اسلامی نظریاتی کونسل دستور کے نفاذ کے پہلے دن سے لے کر نوے دن کے اندر ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی جائے گی۔ جسے اس حصہ میں آئندہ اسلامی کونسل کہا جائے گا۔

اسلامی کونسل کم از کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ارکان پر مشتمل ہو گی جنہیں صدر، قرآن و سنت میں بیان شدہ اسلامی فلسفہ اور اصولوں کے متعلق علم رکھنے والے یا پاکستان کے معاشی، سیاسی قانون اور انتظامی مسائل کا فہم رکھنے والے افراد میں سے مقرر کرے گا۔

اسلامی کونسل کے لیے ممبروں کا تقرر کرتے وقت صدر خیال رکھے گا کہ۔

(الف) جہاں تک قابلِ عمل ہو کونسل میں مختلف مکتبہ ہائے فکر کی نمائندگی ہو۔

(ج) کم از کم چار ممبر ایسے افراد ہوں جن میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ سال سے اسلامی امور کی تحقیقات یا ان کی تدریس میں مصروف رہا ہو۔

(ب) کم از کم دو ممبر ایسے افراد ہوں جن میں سے ہر ایک سپریم کورٹ یا کسی ہائی کورٹ کا جج ہو یا ماضی میں رہا ہو۔

(د) کم از کم ایک رکن۔ کوئی خاتون ہوں۔

صدر، ان ممبروں میں سے کسی ایک کو جن کا تذکرہ شق (الف) ذیلی دفعہ ۲ میں کیا گیا ہے اسلامی کونسل کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

(۵) ذیلی دفعہ ۲ کے دائرے کے اندر اسلامی کونسل کا ایک رکن اپنے عہدے پر تین سال تک فائز رہے گا۔

کوئی ممبر صدر کے نام اپنی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے یا اسلامی کونسل کے تمام ارکان کی اکثریت سے منظور ہونے والی قرارداد کی بنا پر صدر اسے عہدے سے برطرف کر سکتا ہے

پارلیمان کا کونسل سے رجوع کرنا صدر کسی صوبے کا گورنر، اور اگر کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد کا دو ثلث یا پنج حصہ ایسا چاہے تو وہ کوئی مسئلہ یہ معلوم کرنے کے لیے اسلامی کونسل کے سپرد کر سکتا ہے کہ آیا ایک مجوزہ قانون اسلامی احکامات کے خلاف ہے یا ان کے خلاف نہیں ہے۔

اسلامی کونسل کے فرائض اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض یہ ہوں گے۔

(الف) پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کو ایسی سفارشات پیش کرنا جن کے مطابق عمل سے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو مکمل طور پر قرآن وسنت کے بتائے ہوئے اسلامی تصورات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے مسلمانوں کی ہمت افزائی ہو اور انہیں رہنمائی مل سکے۔

(ب) کسی ایوان، کسی صوبائی اسمبلی صدر یا کسی گورنر کو اس مسئلہ میں مشورہ دینا جو یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکامات کے خلاف ہے یا ان کے خلاف نہیں ہے۔ کونسل کے سپرد کیا جائے۔

(ج) موجودہ قوانین کو اسلامی احکامات کے مطابق بنانے کے لیے اقدامات اور مراحل کے بارے میں تجاویز پیش کرنا۔

(د) پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لیے اسلامی احکامات کو کسی ایسی مناسب شکل میں مرتب کرنا کہ انہیں کوئی قانونی شکل دی جا سکے۔

جب کسی ایوان کسی صوبائی اسمبلی صدر یا گورنر کی طرف سے ایک مسئلہ کونسل کے سپرد کیا جائے گا تو کونسل پندرہ دن کے اندر متعلقہ ایوان یا اسمبلی یا صدر یا گورنر کو یہ اطلاع دے گی کہ اسے اس معاملہ میں مشورہ دینے کے لیے کتنا وقت درکار ہے۔

اگر کوئی ایوان، کوئی صوبائی اسمبلی صدر یا گورنر یہ سمجھے کہ جس مجوزہ قانون کے بارے میں کوئی مسئلہ کونسل کے سپرد کیا گیا ہے اس کی تکمیل کو ملتوی رکھنا مفاد عامہ میں نہیں ہوگا تو کونسل کا مشورہ آنے سے پہلے قانون بنایا جا سکتا ہے۔

لیکن۔ اگر کوئی قانون مشورہ کے لیے اسلامی کونسل کو پیش کیا جاتا ہے اور کونسل یہ مشورہ دیتی ہے کہ قانون اسلامی احکامات سے موافقت نہیں رکھتا تو ایوان، اسمبلی، صدر یا گورنر جس نے بھی مسئلہ اس کے سپرد کیا ہو۔ اس طور پر بننے والے قانون پر دوبارہ غور کرے گا۔

اسلامی کونسل اپنی قطعی رپورٹ، اپنی تشکیل کے سات سال کے اندر اور عبوری رپورٹ ہر سال پیش کرے گی۔ رپورٹ خواہ قطعی ہو یا عبوری موصول ہونے کے چھ ماہ کے اندر دونوں ایوانوں اور ہر ایک صوبائی اسمبلی میں بحث کے لیے پیش کی جائے گی۔ پارلیمان اور اسمبلی رپورٹ پر غور کرنے کے بعد اس کی روشنی میں قوانین بنائے گی اور یہ کام قطعی رپورٹ کے بعد دو سال کے اندر اندر کیا جائے گا۔

طریقۂ کار اسلامی کونسل کی کارروائیاں، طریق عمل کے ان اصولوں کے تحت کی جائیں گی جو کونسل صدر کی منظوری سے بنائے گی۔

آئین کیلئے حزب اختلاف کی پیش کردہ تجاویز و ترامیم

مشرقی پاکستان جونہی بیرونی جارحیت کے اثرات ختم ہوں گے، دستور میں ترمیم کر کے مشرقی پاکستان کو فیڈریشن میں مناسب نمائندگی دینے کا انتظام کیا جائے گا۔

اسلام (ا) مملکت کا مذہب اسلام ہوگا۔ (ب) قرآن وسنت کے منافی کیوں قانون نہ بنایا جائیگا پہلے سے موجود قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ (ج) دستور کے نفاذ کے ۹۰ دن کے اندر اندر اسلامی کونسل کی تشکیل ضروری ہوگی، کم ازکم دو ممبران سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج ہوں گے۔ کونسل کا چیئرمین انہی میں سے کسی کو مقرر کیا جائے گا (د) صوبائی یا مرکزی اسمبلی کی ۲/۵ اقلیت بھی کسی زیر غور قانون کو اسلامی کونسل کے پاس بھیج سکنے کے مجاز ہوگی، پہلے یہ حق صرف اکثریتی پارٹی کو حاصل تھا۔ (ر) کونسل کا مشورہ موصول ہونے سے پیشتر انتہائی ضروری حالات میں کوئی قانون پاس ہوجائے اور کونسل بعد میں یہ رائے دے کہ قرآن وسنت کے منافی ہے تو اس پر لازماً نظر ثانی کی جائے گی۔ کونسل کی آخری رپورٹ وصول ہونے کے دو سال کے اندر اندر قومی اور صوبائی اسمبلیاں ان قوانین کو کونسل کے مشوروں کے مطابق قرآن وسنت کے مطابق بنانے کی پابند ہوں گی۔ (ص) وہ آرٹیکل حذف کر دیا گیا جس کے مطابق پاکستان کی معیشت کی بنیاد اسلامی سوشلزم قرار پائی تھی۔

بنیادی حقوق (ا) مارشل لاء دور کے قوانین (اقتصادی اصلاحات) سے متعلق قوانین کے علاوہ) ۲، ۱/۲ سال کے اندر اندر بنیادی حقوق کے مطابق کر دیئے جائیں گے ورنہ انہیں عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔ (ب) امتناعی نظربندی کے نظر ثانی بورڈ کے ممبران کی

تقرری کا حق وفاقی حکومت سے چھین کر چیف جسٹس کو دے دیا گیا۔ بورڈ کو اختیار ہوگا کہ وہ نظربندی کی جگہ کا تعین کرے اور نظربند کے خاندان کے لیے گزارہ الاؤنس متعین کرے۔ (ج) اگر کوئی شخص مفادِ عامہ کے خلاف سرگرمیوں کی بنیاد پر نظربند کیا جاتا ہے، تو ۲۴ ماہ میں نظربندی کی مدت آٹھ ماہ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ (د) جائیداد کو معاوضہ دے کر یا بلا معاوضہ حاصل کرنے کے قانون کو اس طرح تحریر کیا گیا کہ اب حکومت اسے صرف کسی خاص شخص یا اشخاص کو نشانۂ ستم بنانے کے لیے استعمال نہ کر سکے گی۔

انتظامیہ (ا) صدرِ مملکت لازماً مسلمان ہوگا اور اپنا عہدہ سنبھالتے وقت حلف اٹھائے کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہے، ختمِ نبوت پر ایمان رکھتا ہے۔ (ب) عدمِ اعتماد کی تحریک پیش ہونے پر وزیرِ اعظم یا وزیرِ اعلیٰ کو اسمبلی توڑنے کا اختیار نہ ہوگا۔ (ج) بجٹ سادہ اکثریت سے مسترد ہو سکے گا۔ پہلے اس کے لیے عدمِ اعتماد تحریک کی طرح کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔

(د) تحریکِ عدمِ اعتماد اور بجٹ پر رائے دہی کے طریق کو پندرہ سال سے گھٹا کر دس سال کر دیا گیا ہے (ر) جو شخص اسمبلی کا ممبر نہ ہو، وزیر نہیں بن سکتا۔ (س) مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے علیحدہ علیحدہ سکرٹریٹ ہوں گے۔

عدلیہ (ا) تین سال کے اندر اندر عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا جائے گا۔ (ب) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی برطرفی کا اختیار قومی اسمبلی سے لے کر پہلے کی طرح سپریم جوڈیشل کونسل کو دے دیا گیا ہے، تاکہ انصاف سیاسی استحکام کی نذر نہ ہو سکے۔ (ج) خصوصی عدالتوں اور ٹریبونلوں کے فیصلوں کے خلاف قانونی نکات پر سپریم کورٹ میں اپیل کی جا سکے گی (د) مالی بحران کی صورت میں بھی سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی تنخواہیں کم نہ کی جا سکیں گی۔ (ر) چیف جسٹس کی عدم موجودگی میں سینئر ترین جج قائم مقام چیف جسٹس ہوگا۔ پہلے اس تقرری کے لیے صدر کو خصوصی اختیارات دیئے گئے تھے کہ وہ کسی جج کو بھی قائمقام چیف جسٹس بنا دیں۔

مرکز اور صوبوں کے درمیان تعلقات قانون سازی کی وفاقی فہرست حصہ دوم اور مشترک فہرست سے متعلق دونوں ایوانوں کے مشترک اجلاس میں سادہ اکثریت کے بجائے تمام ممبران کی اکثریت ضروری ہوگی۔

انتخابات، ووٹر کی عمر کی حد ۲۱ سال سے گھٹا کر ۱۸ سال کر دی گئی ہے۔

ہنگامی حالات، حکومت نے یقین دلایا کہ ہنگامی حالات ختم کرنے میں غیر معمولی تاخیر سے کام نہ

لیا جائے گا۔

سروسز (الف) مرکز اور صوبوں میں پبلک سروس کمیشن تشکیل ہوگا۔ (ب) جب تک سروسز سے متعلق قانون وضع نہ ہو، عارضی دستور میں دیئے گئے حقوق سروسز کو حاصل رہیں گے (ج) یقین دلایا گیا کہ سروسز سے متعلق نیا قانون بناتے وقت حزب اختلاف کو سلیکٹ کمیٹی میں معقول نمائندگی دی جائے گی اور معقول تجاویز مان لی جائیں گی۔

افواج پاکستان ۔ افواج میں کمشن وزیر اعظم کے نام پر دینے کی تجویز واپس لے لی گئی اب کمشن صدر مملکت کے نام پر دیا جائے گا۔

چوتھا گوشوارہ ــــــ دفعہ ۷۰ (۶)

وفاقی قانون سازی کی فہرست

حصہ اوّل

۱۔ وفاق یا اس کے کسی علاقہ کا جنگ اور امن کے دنوں میں دفاع وفاق کی بری، بحری اور فضائی افواج اور ایسی دیگر فوجی تنظیمیں جنہیں وفاق نے قائم کیا ہو۔ ایسی تمام افواج جو وفاق کی افواج تو نہ ہوں لیکن اس کے کام میں مدد دیں ان میں سول افواج بھی شامل ہیں وفاقی انٹیلیجنس بیورو۔ خارجہ معاملات پاکستان یا اس کے کسی حصے کی حفاظت اور دفاع پاکستان کے تحت نظربندی۔ اس نظربندی کے تحت آنے والے افراد۔ دفاع اور جنگ کے مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی ایسی صنعتیں جو دفاقی قانون کے تحت ضروری قرار دی گئی ہوں۔

۲۔ بری۔ بحری اور ہوائی افواج کے کام، چھاؤنی کے علاقوں میں مقامی حکومت خود اختیاری۔ چھاؤنی کے علاقے میں حکام کے اختیارات، ان علاقوں میں رہائش کے بارے میں قواعد۔ اور علاقے کی حدود کا تعین۔

۳۔ خارجہ معاملات، معاہدات اور سمجھوتوں پر عمل جن میں دوسرے ممالک کے ساتھ تعلیمی اور ثقافتی معاہدے اور سمجھوتے بھی شامل ہیں۔ پاکستان کے باہر کی حکومتوں کو ان کے مجرموں و ملزموں کا حوالے کرنا۔

(۴) قومیت۔ شہریت اور شہریت کے حقوق کی فراہمی۔

۵۔ وفاقی دارالخلافہ یا صوبہ سے ہجرت۔ وفاقی دارالخلافہ یا صوبہ کو ہجرت۔ صوبے یا وفاقی دارالخلافہ میں آباد ہونا۔

۶۔ پاکستان میں داخلے کی اجازت پاکستان سے کسی فرد کا نکالا جانا یا ہجرت کر جانا۔ ایسے افراد کی نقل و حرکت کے بارے میں قواعد جو پاکستان کے باقاعدہ باشندے نہ ہوں۔ پاکستان سے باہر کے مقامات کا سفر۔

۷۔ ڈاک اور تار (ٹیلیفون، وائرلیس، براڈکاسٹنگ اور ایسے ہی دوسرے ذرائع نیز پوسٹ آفس سیونگ بنک سمیت)۔

۸ ۔ کرنسی سکے اور قانونی ٹنڈر وغیرہ ۔

۹ ۔ بیرونی زرمبادلہ ۔ چیک ، بدلے کے بل ۔ پرامیسری نوٹ اور ایسی دیگر اشیاء ۔

۱۰ ۔ وفاق کے عوامی قرضے ، قومی اجتماعی فنڈ کی حفاظت کے لیے رقوم کا ادھار ۔ بیرونی قرضے اور بیرونی امداد ۔

۱۱ ۔ وفاقی پبلک ملازمتیں اور وفاقی پبلک سروس کمشن ۔

۱۲ ۔ وفاقی پنشن یعنی وہ پنشن جو وفاق نے ادا کرنی ہو یا وفاقی اجتماعی فنڈ سے ادا کی جانی ہو ۔

۱۳ ۔ وفاقی امپیڈ زمین ۔

۱۴ ۔ وفاقی امور کی انتظامی عدالتیں ۔

۱۵ ۔ لائبریریاں ، عجائب گھر اور ایسے ہی دوسرے ادارے جو وفاق کے کنٹرول میں ہوں یا جن کے اخراجات وفاق اٹھاتا ہو ۔

۱۶ ۔ وفاقی ایجنسیاں اور ادارے جو مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت قائم ہوں ۔

ریسرچ ۔ پیشہ وارانہ اور فنی تعلیم ۔ خصوصی تعلیم کی ترقی ۔

۱۷ ۔ بیرونی ممالک میں پاکستانی طالب علموں اور پاکستان میں بیرونی طالب علموں کی تعلیم ۔

۱۸ ۔ ایٹمی قوت ، جس میں یہ شامل ہوگا ۔

(ا) معدنی وسائل جو ایٹمی قوت کے حصول کے لیے ضروری ہیں ۔

(ب) ایٹمی طاقت کے لیے ایندھن کی پیداوار ، ایٹمی طاقت کی پیداوار اور استعمال ۔

(ج) ریڈی ایشن ۔

۱۹ ۔ بحری ہسپتال ۔

۲۰ ۔ بحری جہاز سازی اور جہاز رانی ۔

۲۱ ۔ بڑی بندرگاہیں ۔ ایسی بندرگاہوں کی حدود کا تعین اور ان بندرگاہوں کے حکام کے اختیارات کا تعین ۔

۲۲ ۔ ہوائی جہاز اور ہوائی جہاز رانی ۔ ہوائی اڈے ۔ ہوائی راستوں اور ہوائی اڈوں کے قواعد ۔

۲۳ ۔ بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں کی حفاظت کے لیے لائٹ ہاؤس وغیرہ ۔

۲۴ ۔ ہوائی اور بحری راستوں سے مسافروں اور سامان کا لانا اور لے جانا ۔

۲۵ ۔ کاپی رائٹ ۔ دریافتیں ۔ ڈیزائن ۔ ٹریڈ مارک وغیرہ ۔

۲۶۔ افیون کی برآمد کرنے اور فروخت کرنے کے سلسلے میں۔

۲۷۔ برآمد ودرآمد اور کسٹمز۔ بین الصوبائی تجارت، بیرونی ممالک سے تجارت۔ پاکستان سے برآمد ہونے والی اشیاء کا معیار۔

۲۸۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان۔ بنکاری اور ایسی کارپوریشنوں کا طریقہ کار جو صوبائی حکومتوں کی نگرانی میں نہ ہو۔

۲۹۔ انشورنس کا قانون (سوائے انشورنس کے جو صوبائی کنٹرول میں ہو) انشورنس کے کاروبار کے متعلق قواعد وضوابط کی تشکیل۔ گورنمنٹ انشورنس (سوائے اس انشورنس کے جو صوبائی تحویل میں ہو)

۳۰۔ سٹاک ایکسچینج اور مارکیٹ۔

۳۱۔ کارپوریشن۔ ٹریڈ کارپوریشن، بنکاری۔ انشورنس اور مالی کارپوریشنیں۔ (ان میں صوبائی کنٹرول میں رہنے والی کارپوریشنیں شامل نہیں ہیں۔

۳۲۔ قومی منصوبہ بندی اور قومی اقتصادی تعاون جس میں فنی اور سائنسی ریسرچ بھی شامل ہے

۳۳۔ ریاستی لاٹریاں۔

۳۴۔ قومی شاہراہیں اور اہم سڑکیں۔

۳۵۔ دفاقی سروے۔

۳۶۔ ماہی گیری۔ علاقائی سمندر سے باہر ماہی گیری

۳۷۔ دفاقی حکومت کی تحویل میں آنے والی عمارتیں، زمینیں اور ورکس۔

۳۸۔ مردم شماری۔

۳۹۔ ناپ اور تول کے پیمانے کے معیار کا قائم کرنا۔

۴۰۔ ایک صوبہ کی پولیس فورس کے اختیارات میں دوسرے صوبہ کے علاقے کے سلسلے میں اضافہ۔

۴۱۔ صدر کے عہدہ کا انتخاب، قومی اسمبلی، سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کا انتخاب، چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنر۔

۴۲۔ صدر، سپیکر۔ ڈپٹی سپیکر۔ چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین۔ وزیراعظم۔ وفاقی وزراء۔ وزراء برائے امور مملکت۔ ارکان قومی اسمبلی، ارکان صوبائی اسمبلی۔ ارکان سینٹ کی تنخواہیں۔ الاؤنس اور مراعات۔ ایسے افراد کے لیے سزا جو کسی کمیٹی کے سامنے شواہد وثبوت پیش کرنے سے انکار کردیں۔

۴۳۔ کسٹمز ڈیوٹی (جس میں برآمدی ڈیوٹی بھی شامل ہے)

۴۴۔ اکسائز ڈیوٹی (جس میں نمک پر ٹیکس شامل ہے۔ البتہ الکوحل۔ افیون اور دیگر منشی اشیاء پر ڈیوٹی اس میں شامل نہیں ہے۔

۴۵۔ جائیداد کی وراثت کے سلسلے میں ٹیکس۔

۴۶۔ جائیداد پر ٹیکس۔

۴۷۔ زرعی آمدن کے علاوہ دیگر آمدن پر ٹیکس۔

۴۸۔ کارپوریشنوں پر ٹیکس۔

۴۹۔ خرید و فروخت پر ٹیکس۔

۵۰۔ ASSETS پر ٹیکس۔

۵۱۔ معدنی تیل۔ قدرتی گیس اور ایٹمی قوت پیدا کرنے والی معدنیات پر ٹیکس۔

۵۲۔ کسی پلانٹ یا مشینری کی پیداواری قوت پر ٹیکس۔

۵۳۔ ریلوے۔ بحری راستوں یا ہوائی راستوں کے ذریعے سامان اور مسافر لے جانے پر ٹیکس۔

۵۴۔ اس حصے کے معاملات کے بارے میں فیس (کسی لائی کورٹ میں لی جانے والی فیس اس میں شامل نہیں ہے)

۵۵۔ سپریم کورٹ کے سوا باقی تمام عدالتوں کے اختیارات اور دائرہ کار (اس فہرست میں شامل امور کے بارے میں) سپریم کورٹ کے اختیارات اور دائرہ کار میں اضافہ۔

۵۶۔ اس حصے میں دیئے گئے معاملات کے بارے میں بنائے گئے قوانین کے خلاف جرائم۔

۵۷۔ اس حصے کے معاملات کے بارے میں انکوائری۔

۵۸۔ وہ معاملات جو آئین کی رو سے پارلیمنٹ کے قانون سازی کے اختیارات میں شامل ہوں اور جن کا تعلق وفاق سے ہو۔

۵۹۔ وہ تمام معاملات جن کا اس حصہ سے کسی طرح تعلق ہو۔

حصّہ دوم

۱۔ ریلوے۔

۲۔ معدنی تیل اور سوئی گیس وغیرہ۔

۳۔ صنعتوں کی ترقی ۔ ادارے ۔ باڈیز ۔ کارپوریشن جو آئین کے نفاذ سے پہلے مرکزی حکومت کے زیر انتظام تھیں ۔ تمام صنعتیں اور پراجیکٹ جو وفاق کی ملکیت تھیں ۔ واپڈا اور ڈبلیو ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی ۔

۴۔ اجتماعی مفادات کی کونسل ۔

۵۔ اس حصے میں دیئے گئے معاملات کے سلسلے میں فیس (ان میں کسی عدلیہ میں لی گئی فیس شامل نہیں ہے)

۶۔ اس حصے میں دیئے گئے معاملات کے بارے میں قوانین کے خلاف جرائم ۔

۷۔ اس حصے میں دیئے گئے معاملات کے مقاصد کے بارے میں اعداد و شمار اور معلومات ۔

۸۔ اس حصے میں دیئے گئے معاملات کے بارے میں کوئی دیگر امور ۔

متصلہ امور کی قانون سازی کی فہرست

۱۔ فوجداری قانون (جس میں پاکستان کے پینل کوڈ میں دیئے گئے سب معاملات شامل ہیں لیکن وفاقی قانون سازی کی فہرست میں دیئے گئے معاملات کے بارے میں قوانین اس میں شامل نہیں ہیں ۔

۲۔ فوجداری طریقہ کار ۔ (آئین کے نفاذ کے روز فوجداری طریقہ کار میں شامل تمام قوانین)

۳۔ سول طریقہ کار (آئین کے نفاذ کے روز سول طریقہ کار کے کوڈ میں شامل تمام قوانین)

۴۔ حلف اور گواہی ، قوانین ، ریکارڈ اور عدالتی کارروائی کو تسلیم کرنا ۔

۵۔ شادی اور طلاق ، نابالغ اور بچے ۔ بے پالک ۔

۶۔ جائیداد کی وراثت ۔ (زرعی زمین اس میں شامل نہیں)

۷۔ دیوالیہ پن ۔

۸۔ ثالثی ۔

۹۔ معاہدات (پارٹنرشپ ایجنسی وغیرہ) اس میں زرعی زمین شامل نہیں ہے ۔

۱۰۔ ٹرسٹ اور ٹرسٹی ۔

۱۱۔ جائیداد کی منتقلی (زرعی زمین کے علاوہ) کاغذات کی رجسٹریشن ۔

۱۲۔ قابل مؤاخذہ جرائم اس حد تک نظر انداز کیے جا سکتے ہیں جنہیں حد تک فیڈرل لیجسلیٹو لسٹ میں درج شدہ مخصوص امور میں سے کسی ایک کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں ۔

۱۳۔ قیدیوں اور ملزموں کا ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ کو منتقل کرنا ۔

۱۴۔ نظر بندی بسلسلہ پبلک آرڈر، سپلائی وغیرہ ۱۵۔ وفاقی حکم کے تحت نظر بند ہونے والے افراد
۱۶۔ پولیس فورس کا قیام تاکہ ایسے جرائم کو ختم کیا جاسکے جو وفاقی اور صوبائی حکومت کے معاملات کے سلسلے میں سرزد ہوں۔
۱۷۔ ہتھیار۔ آتشی ہتھیار اور بارود۔ ۱۸۔ بارود۔
۱۹۔ افیم داس کا کاشت کرنا اور بنانا ۲۰۔ دوائیاں۔
۲۱۔ زہر اور دوسری خطرناک دوائیاں۔
۲۲۔ چھوت کی بیماریوں کے ایک صوبہ سے دوسرے صوبے میں پھیلاؤ کو روکنے کے لیے اقدامات جو انسان اور جانوروں کو متاثر کرتی ہوں۔
۲۳۔ دماغی بیماری اور ان کے علاج کے لیے مراکز۔ ۲۴۔ گردونواح میں گندگی کا علاج۔
۲۵۔ آبادی کی منصوبہ بندی اور معاشرتی بہبود۔
۲۶۔ مزدوروں کی بھلائی، مزدوروں کی شرائط۔ پراویڈنٹ فنڈ۔ مزدوروں کا معاوضہ، ہیلتھ انشورنس، پنشن۔ معذور ہوجانے پر پنشن۔
۲۷۔ ٹریڈ یونین صنعتی اور لیبر جھگڑے۔
۲۸۔ مزدوروں کو ملازمت مہیا کرنا۔ اطلاعاتی دفاتر اور تربیتی مراکز۔
۲۹۔ بوائلرز، اور مزدوروں کی کانوں، فیکٹریوں اور تیل کے میدانوں میں حفاظت کے بارے میں قوانین
۳۱۔ انشورنس اور بیروزگاری۔ ۳۲۔ سپنگ اور جہازرانی (داخلی)
۳۳۔ دھیکل جو مشین کی مدد سے چلائے جاتے ہیں۔ ۳۴۔ بجلی۔
۳۵۔ کتابیں اخبار اور چھاپے خانے۔ ۳۶۔ متروکہ جائیداد۔
۳۷۔ قدیم اور تاریخی یادگاریں اور آثار قدیمہ۔ ۳۸۔ تعلیم کے معیار۔ پالیسی منصوبہ بندی اور نصاب۔
۳۹۔ اسلامی تعلیم۔ ۴۰۔ زکوٰۃ۔ ۴۱۔ فلم کی نمائش کی اجازت۔ ۴۲۔ سیاحت۔
۴۳۔ قانونی طبی اور دیگر پیشے۔
۴۴۔ اس فہرست میں دیئے گئے امور کے سلسلے میں فیس (عدلیہ کی فیس اس میں شامل نہیں)۔
۴۵۔ اس فہرست میں دیئے گئے امور کے مقاصد کے لیے انکوائری اور اعداد و شمار۔
۴۶۔ اس فہرست میں شامل امور کے سلسلے میں خلاف ورزیاں اس لسٹ میں دیئے گئے امور کے بارے میں سپریم کورٹ کے علاوہ باقی تمام عدالتوں کے اختیارات۔
۴۷۔ اس فہرست میں دیئے گئے امور سے متعلق دیگر امور۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ۱۹۷۳ء

ایک تجزیہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ۱۹۷۳ء ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو صدر بھٹو کی توثیق سے مکمل ہوا اور بمطابق دستور اس کے نفاذ کی تاریخ ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء مقرر کی گئی یہ پہلا دستور ہے جسے منتخبہ نمائندوں نے متفقہ طور پر منظور کیا ان ممبران میں حزب اختلاف بھی شامل تھی۔

آئین ۱۹۷۳ء — اسلامی، وفاقی اور جمہوری دستور ہے جو پارلیمانی نظام حکومت تجویز کرتا ہے اس دستور کے دیباچے میں قرارداد مقاصد کو جگہ دی گئی ہے اس دیباچے کے مطابق حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ملک مطلق ہے اور اس کائنات کا حاکم مطلق ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے۔

قرارداد میں مولانا کوثر نیازی صاحب (وزیر اطلاعات و نشریات، حج و اوقاف) کی قرارداد اور ارکان اسمبلی کی منظوری سے ترمیم کی گئی۔ یاد رہے کہ اس قرارداد مقاصد کو ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر میں بھی جگہ دی گئی تھی مگر موجودہ حکومت کی کوششوں سے یہ ترمیم ہو سکی۔ اب قراردادِ مقاصد میں DELEGATED کا لفظ نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ اس لفظ کی موجودگی سے یہ تصور قائم ہوتا تھا کہ خدائے باری تعالیٰ اپنے اختیارات کسی اور ہستی کو بھی تفویض کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تصور دو طرح ناموزوں اور قابل اعتراض ہے اولاً یہ مشرکانہ تصور ہے کیوں کہ اللہ جل شانہٗ اپنی حاکمیت کے اختیارات کسی کو تفویض نہیں کرتا۔

ثانیاً یہ تصور عیسائیوں میں THEORY OF DIVINE RIGHT کے نام سے پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام میں اس تصور کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے مزید برآں جو کسی کو اپنے اختیارات تفویض کرے گا وہ ان اختیارات کو واپس بھی لے لے گا ورنہ اختیارات اس ہستی کے پاس رہیں گے جسے تفویض کیے گئے ہیں۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ یہ قرارداد مسلمہ حیثیت رکھتی ہے تو اس میں کسی کو کوئی شبہ نہ ہونا چاہیے موجودہ ترمیم کے بعد قرارداد زیادہ موثر ہو گئی ہے دیباچہ ویسے بھی کسی دستور کا حصہ نہیں ہوتا بلکہ ان اصولوں پر مبنی ہوتا ہے جو آگے جا کر دستور میں اساس بنائے جاتے ہیں

اور ان پر آئین کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔

دستور میں اسلامی دفعات موجود ہیں اور اسلام کو دفعہ ۲ کی رو سے سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے پارلیمان کو خلافِ اسلام قانون وضع کرنے سے باز رہنا ہوگا اس سلسلہ میں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اگر پارلیمان خلاف اسلام قانون بنا بھی دے گی تو کیا کیا جا سکے گا۔ کیونکہ عدلیہ کو اس سلسلہ میں اختیارات نہیں دیے گئے ظاہر ہے کہ یہ موقف وزنی نہیں۔ آئین کے مطابق ایک اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دی جائے گی۔ جو کسی پارلیمنٹ ایکٹ کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرے گی اس کونسل میں نہ صرف تجربہ کار علمائے دین ہوں گے بلکہ کم از کم دو افراد ایسے ہوں گے جو یا تو سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج ہوں گے یا رہ چکے ہوں گے۔ کیا ان جج صاحبان کی موجودگی سے تمام قانونی تقاضے پورے نہ ہو سکیں گے؟ یہ جج صاحبان کسی اسلامی قانون پر رائے دیں گے اور اسلامی کونسل کے ممبران کے ساتھ مل کر فیصلہ کریں گے بہ امر اتفاق موجودہ اسمبلی جو ۱۹۷۷ء تک چلے گی ایسے ارکان پر مشتمل ہے جن میں مفتی اور دیگر دینی عالم شامل ہیں کیا وہ بھی قرآن و سنت کی تعلیمات سے مغائرت رکھنے والے قوانین کی حمایت کر سکیں گے؟ بہر حال اسلامی کونسل کا وجود تو آئین کے وجود کے ساتھ قائم رہے گا ایسی صورت میں کسی خوف کو دل میں جگہ دینا بے معنی ہے۔

اسلامی دفعات کے سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خالص اسلامی نہیں ہیں اور اصل اسلام (جس میں حدود شرعی ہوں) کی غمازی نہیں کرتیں۔ یہ بات خلافِ عقل بھی ہے اور مصلحتِ وقت بھی نہیں۔ اسلام تدریج کا قائل ہے جس قوم کے اذہان مدتوں سے اصل اسلام کے مفہوم سے ناآشنا رہے ہوں اسے تعجیل کے ذریعے اسلامی معاشرے میں بدلنا افراتفری کو جنم دے گا۔ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب قدیر الدین احمد صاحب کے مطابق۔

کوئی بھی حکومت فوری اور تفصیلی طور سے پاکستان میں خالص اسلامی قانون متعارف نہیں کرا سکتی کیونکہ ابتدائی معاملات میں سود کا خاتمہ، ہاتھ کاٹنے کی سزائیں دینے ارتداد کے لیے موت کی سزا، شراب بندی اور صالح اخلاق کے نفاذ کے لیے متعلقہ طریقوں کا اختیار کیا جانا شامل ہے ایسی خالص اور صالح پاک باز سوسائٹی کس طرح قائم ہو؟ آج کی دنیا کے لیے ایسا مسحور کن اور کشش انگیز پروگرام، رہنمائی یا ماڈل کہاں ہے آج کل عام استغاثے دائر کرنے والوں اور گواہوں کا عمومی کردار کچھ ایسا ہے کہ اگر

ہاتھ کاٹنے کی سزا متعارف کرادی گئی تو چوروں کے بچ جانے اور معصوم شہریوں کے اپنے حقوق سے محروم ہونے کے امکانات ہیں حقیقت میں بنیادی مسئلہ اتنا زیادہ قانون کا نہیں جتنا کہ تصورات میں قیادت فراہم کرنے، لگن کا جذبہ پیدا کرنے اسلامی طریقہ ہائے زندگی کی بالادستی قائم کرنے اور ہر ایک کا اعتماد حاصل کرنے کا ہے [1]"

جہاں تک بنیادی حقوق کا تعلق ہے بنیادی حقوق وسیع اور متنوع ہیں ہر شخص کو دائرہ قانون میں رہ کر انفرادی اور اجتماعی آزادی حاصل ہے آزادی رائے، اظہار عقیدہ اور مذہب کی پیروی کا اختیار ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ بنیادی حقوق کے سلسلہ میں اختناعی نظر بندی دستور ۱۹۵۶ء کی نسبت سخت ہے اس سلسلہ میں یہ عرض کر دیا جانا چاہیے کہ ۵۶ء کے حالات بھی ۷۳ء کے حالات سے سخت نہ تھے۔ آج ملک بحران سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اسے زیادہ سہارا، یکجہتی اور توانائی درکار ہے۔ مشرقی بنگال کے ہاتھ سے نکل جانے سے پاکستان کی مثال زخمی پرندے کی مانند ہے جس کے تڑپنے کا مزہ تو سب دیکھتے رہے مگر زخموں پر مرہم لگانے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا ایسی صورت میں صدر بھٹو لائق تحسین ہیں جنہوں نے پاکستان کو سہارا دیا اور تمثیلی زبان میں کہیے تو یوں کہیے کہ زخمی پرندے کو پھر اڑنے کے قابل بنا دیا۔ ایسی صورت میں سیاسی جماعتوں کے گزشتہ اطوار، عوام کے گزشتہ انداز، نظم و ضبط کی گزشتہ خرابیاں اور انتشار پسندوں کو امن عامہ میں فساد برپا کرنے سے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ اختناعی نظر بندی پر اعتراض نہ کیا جائے۔ آخر حکومت آئین کے مطابق کام کرے گی اور کبھی ایسا کام نہ کرے گی جس سے عوام کے جذبات کو ٹھیس پہنچے ظاہر ہے کہ عوام بھی اپنے منتخب نمائندوں سے ایسی توقع نہیں کر سکتے۔ مزید برآں، آئین میں صراحت موجود ہے کہ پارلیمان بنیادی حقوق کے منافی قوانین نہ بنا سکے گی۔ اگر کسی شخص کے بنیادی حقوق متاثر ہوں گے تو لامحالہ وہ اسی دفعہ کا سہارا لے کر عدلیہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

بنیادی حقوق کے سلسلہ میں دفعہ ۲۳، ۲۴ پر اعتراض کیا گیا تھا یہ دفعات جائیداد سے متعلق ہیں

---

[1] منقول از روزنامہ جنگ کراچی مؤرخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۲

جائیداد کو ضبط کرنے کا حق پارلیمان کو دے دیا گیا ہے۔ تحدید املاک کا حکم تو اسلامی تعلیمات میں مضمر ہے آخر اعتراض کس بات پر ہو سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں صرف انہیں حضرات کو اپنی املاک خطرے میں نظر آسکتی ہیں جنہوں نے بزور جبر املاک ہتھیائی ہیں یا استحصال کیا ہے یا ناجائز ذرائع استعمال کر کے یہاں تک پہنچے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسب ناجائز سے حاصل شدہ جائیداد نہ اسلام میں جائز ہے اور نہ اجتماعی عدل اس کی اجازت دیتا ہے۔ اسے حکومت ضبط کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ حکومت کسی بھی شخص کی جائیداد عداوت کی بنا پر ضبط کر سکتی ہے تو یہ بات صرف اسی وقت کہی جا سکتی ہے جبکہ ایسا ممکن ہو گیا ہو۔ جب تک ایسا نہ ہو اس قسم کی باتیں بے معنی ہیں۔ موجودہ حکومت عوام پر مسلط نہیں کی گئی بلکہ عوام کی منتخب کردہ ہے۔ عوامی طاقت حکومت کے ساتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ حکومت لوگوں کی املاک خواہ مخواہ ضبط کر کے عوامی عتاب کا شکار ہو جائے گی جس کا نتیجہ اچھا نہیں نکل سکتا۔ حکومت یہ تمام باتیں سمجھتی ہے اس لیے اس سے اچھی توقع رکھنی چاہیئے۔ عوامی حکومت، عوام کا استحصال نہیں کر سکتی۔ عوام میں ہر شخص حکومت کو عزیز ہے۔ جب تک کہ وہ قانون ہاتھ میں نہ لے یا اس کے بارہ میں یقین نہ ہو جائے کہ اس کی جائیداد ناجائز ہے۔ مزید برآں جائیداد کی تحدید کرنا مفاد عامہ کیلئے ضروری بھی ہوتا ہے۔ کسی شخص کے پاس ناجائز طور پر درجنوں مکانات ہوں اور رہنے والا کوئی نہ ہو جبکہ اس کے مکان کے سایہ میں جھونپڑیوں میں مفلوک جن کی وجہ سے دم توڑ رہے ہوں تو کون سا مذہب اس ہمسائیگی کو جائز قرار دیتا ہے؟ ایسے شخص کی جائیداد اس کی ضروریات کے مطابق محدود کر دینی چاہیئے۔ یہ جائیداد حکومت مفاد عامہ کے لئے وقف کرے گی۔ بعض جائیدادیں تو معاوضہ سے لی جاویں گی۔ اس صورتحال کے ہوتے ہوئے آخر دفعہ ۲۳، ۲۴ پر خصوصی اعتراض کیوں ہو؟

بنیادی حقوق کے سلسلہ میں اقلیتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مسلمان برطانوی ہند میں اقلیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور جانتے تھے کہ اقلیتیں کیا کچھ محسوس کرتی ہیں؟ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کے دستور میں اقلیتوں کو تحفظ دیا گیا ہے۔ عورتوں اور بچوں کی حفاظت اور حقوق کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ یہ حقوق بھارتی اقلیتوں کو بھی حاصل نہیں ہے۔

بمطابق آئین مرکز میں پارلیمان کے دو ایوان ہوں گے۔ صدر وفاق میں ذی شان شخصیت ہوگی جس کے اختیارات کی صراحت کر دی گئی ہے۔ وزیر اعظم کو بھی وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں۔ بھارتی صدر اور امریکی صدر کی طرح پاکستانی صدر وزیراعظم کی رائے نہ ماننے کا اختیار نہیں رکھتا۔ وزیر اعظم کا مشورہ مرکز میں اور وزیر اعلیٰ کا مشورہ گورنر کے لیے صوبہ میں ماننا

لازمی ہوگا۔ وزیر اعظم صدر کے احکام پر توثیقی دستخط بھی کرے گا۔ اس طرح صدر کے اختیارات کی مناسب تحدید کی گئی ہے۔ یہ ضروری بھی تھا کہ صدر مطلق العنانی نہ کر سکے، وزیر اعظم کو معزول کرنے کے لیے عدم اعتماد کی جو تحریک اسمبلی میں پیش ہوگی اس کی توثیق ارکان کی کل اکثریت کرے گی۔ اس سلسلہ میں ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ عدم اعتماد کی تحریک کے حق میں جو سیاسی پارٹی ووٹ ڈالے گی۔ اس کی اکثریت کے ووٹ شمار ہوں گے۔ اقلیت کے نہیں۔ مثلاً اگر کسی سیاسی جماعت کے آٹھ ارکان ہیں جن میں سے صرف تین افراد دادکے حق میں ووٹ دے رہے ہیں تو یہ ووٹ شمار نہ ہوں گے۔ کیونکہ یہ آٹھ ارکان کی اکثریت نہیں۔ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟ صرف اس لیے کہ وزیر اعظم کو معزول کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ ارکان متفق ہوں تو اسے منظور کیا جائے ورنہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ وزیر اعظم کو اس سے تحفظ ملا ہے اور ملنا بھی چاہیئے تھا۔ آخر گزشتہ ۲۵ سالہ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ قائد اعظم اور قائد ملت کے بعد کسی منتخب وزیر اعظم کو کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ موجودہ حکومت کے سامنے تو ایک کثیر المقاصد پالیسی ہے جسے پورا کرنے کے لیے اسے وقت چاہیئے اور سکون بھی۔ یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب کہ اسے زیادہ سے زیادہ تحفظ دیا جائے۔ اسی لیے ووٹروں کی عمر دو انتخابات میں یا کم از کم ایک نئے انتخاب میں ۲۱ سال رہے گی۔ اس کا سبب یہ نہیں کہ حکومت طلبہ کو ووٹنگ میں شریک نہیں کرنا چاہتی (جیسا کہ کہا جاتا ہے) بلکہ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ حکومت پالیسی کو زیادہ سے زیادہ عملی جامہ پہنائے تو پھر عوام کو موقع دیا جائے گا۔ کہ اس پر صاد کریں یا مذمت کریں۔ اس وقت سارے عوام کی رائے حکومت کے حق میں ہوگی یا خلاف ان عوام میں طلبہ اور نوجوان بھی شامل ہوں گے۔ حکومت عوامی ہو تو وہ عوام کو اپنے قریب رکھنا چاہتی ہے اور خود عوام کے قریب رہنا چاہتی ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب اس کی پالیسیاں مثبت ہوں اور ان کو منظم طریقے سے عملی جامہ پہنایا جائے اگر حکومت کی پالیسیاں منفی نوعیت کی ہوں گی۔ تو عوام کبھی بھی حکومت کا ساتھ نہ دیں گے۔ موجودہ حکومت کی پالیسیوں کو دیکھنا چاہیئے اور ان کو عملی جامہ پہنانے دینا چاہیئے۔ بعد میں ہمیں اس پر رائے دینے کا حق ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ان پالیسیوں کو پورا کرنے کے لیے وقت درکار ہوگا یہ وقت حاصل کرنے کے لیے حکومت تحفظ چاہتی ہے، جو اسے ملنا چاہیئے۔ مزید برآں وزراء کو اجتماعی ذمہ داری کا اصول اپنا کر مرکز اور صوبوں میں صحیح پارلیمانی نظام قائم کیا گیا ہے۔ آئین میں وزیر اعظم کو پارلیمان پر اتنی بالادستی حاصل نہیں جتنی بتائی جاتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو دستور

۱۹۶۲ء کی طرح عدم اعتماد کی قرارداد کے محرکین کو قرارداد کی نامنظوری کے بعد اسمبلی سے نکال دیا جاتا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ امریکی صدر کو پاکٹ ویٹو کا اختیار ہے حالانکہ پاکستان میں ایسا نہیں۔

مرکز اور صوبوں کے مابین اختیارات کی تقسیم کا تنازعہ پاکستان کی دکھتی رگ رہی ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں اس تنازعہ کا بڑا حصہ ہے۔ مقام شکر ہے کہ موجودہ حکومت نے صوبائی خود مختاری کا مسئلہ کمال ہنرمندی سے طے کر لیا ہے۔ اس میں حزب اختلاف کو کوئی اعتراض نہیں رہا۔ اب آئندہ کسی صوبہ کو علیحدگی کا نعرہ لگانے یا مرکز کے خلاف الزامات عائد کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ اور اس طرح وہ تمام لوگ سامنے آجائیں گے جو ان تمام لوازمات کے باوجود صوبائی تعصب کو ہوا دینے میں پیش پیش رہیں گے۔ صوبائی خود مختاری کا مسئلہ حل کرکے پاکستان کی خود مختاری اور یک جہتی کو فروغ دیا گیا ہے۔ اس بات کے معترضین بھی معترف ہیں۔

آئین میں عدلیہ کو مکمل آزادی دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنے کی مدت کا تعین بھی کر دیا گیا ہے۔ اس طرح عدلیہ تین سال میں بتدریج انتظامیہ سے الگ کر دی جائے گی۔ سپریم کورٹ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت ہوگی۔ عدالت حکومت کو قانونی مشورے دے گی۔ عدلیہ کے وقار کو بحال رکھنے کے لیے سپریم جوڈیشل کونسل تشکیل دی جائیگی جو ججوں کی علیحدگی اور معزولی کا فیصلہ کرے گی۔ ابتدا میں پارلیمان کو اختیار دیا جانے والا تھا کہ وہ اکثریت سے قرارداد منظور کرے۔ اور کسی بھی جج کو معزول قرار دے دے۔ اس پر بڑی لے دے ہوئی۔ موقف یہ اختیار کیا گیا کہ اگر اس طرح جج صاحبان کو الگ کیا جانے لگا تو پھر برسر اقتدار جماعت اکثریت میں ہونے کے سبب کسی بھی جج کے خلاف قرارداد پاس کر سکتی ہے۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ برطانیہ میں پارلیمان کو، امریکہ میں کانگرس کو اور بھارت میں بھی پارلیمان کو اختیار حاصل ہے کہ کسی جج کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک منظور کرے۔ مگر پاکستان میں اس سلسلہ میں سپریم جوڈیشل کونسل قائم کی گئی ہے۔ اس طرح اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔ عدلیہ کا کردار ہمیشہ بلند رہا ہے۔ اور اسے آئندہ بلند رکھنے کیلئے جس آزادی کی ضرورت ہے اس پر زور دیا گیا ہے اور آئین میں گنجائش موجود ہے۔ حتیٰ کہ مالی بحران کی صورت میں صدر عدلیہ کے جج صاحبان کی تنخواہیں اور دیگر مراعات میں کمی نہ کرے گا۔[1] اسلامی کونسل میں بھی کم از کم دو جج صاحبان کو نامزد کرکے عدلیہ کے وقار کو بلند کر دیا گیا ہے۔

دستور میں ایک نئے اقتصادی نظام کی ضمانت دی گئی ہے۔ جس کا دارومدار عدل اجتماعی (مساوات محمدی) پر ہے۔ اب ہمیں قدیم اور روایتی اور جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کا

---

[1] بھارت میں ایسا نہیں ہے بھارتی دستور کی رو سے ... جج صاحبان ... مالی ... پر ... [illegible]

مظاہرہ ترک کر دینا چاہیے جس میں کاشت کاروں اور مزدوروں کو کمین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور بر سر عام انسان کی تذلیل کی جاتی تھی اسلام تو کاشت کار اور زمیندار کے درمیان آقا و غلام کا نہیں بلکہ برابر کے شریک کا تعلق قائم کرتا ہے بیگار اور دیگر غیر انسانی کاموں کی اجازت اسلام میں ہرگز نہیں پھر جو شخص ویران زمین کو آباد کرتا ہے اسے کیسے مزارع سمجھا جائے جب کہ زمین کا اس سے قبل کوئی مالک بھی نہ ہو اور حکومت اسے یہ زمین بخش دے ؟ روایت تو یہ ہے کہ دو چار ایکڑ والا بھی مزارع اور غریب کسان شمار ہوتا ہے جب کہ ہزاروں ایکڑ زمین والے امیر کسان زمیندار شمار ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تصور غلط ہے۔ انسانی محنت مقدس ہے جو جتنی کرے اس کا صلہ اسے ملے۔ زمین کو خون دے کر فصل لگانے والا غریب نہیں ہوا کرتا "سبز انقلاب" کا داعی ہوتا ہے حکومت نے کاشتکاروں، معمولی مزارعوں، محنت کشوں اور دیگر مزدوروں کو تحفظ دیا ہے صنعتی اجارہ داروں کے استحصال روکنے کے لیے صنعتوں کا قومیایا جانا ضروری تھا۔

استحصال کے خاتمہ اور مساوات کو فروغ دینے کے لیے حکومت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اقتصادیں نت نئی تبدیلیاں لائے۔

موجودہ دستور کی ایک خاص بات اور بھی ہے آئین میں دفعہ ۶ منفرد دفعہ ہے جس کے مطابق آئندہ آئین کو منسوخ کرنے والا یا اس کی کوشش یا سازش کرنے والا غدار قرار پائے گا۔ اب آمروں کی گنجائش ختم کر دی گئی ہے کیوں کہ ہر آمر اپنا الگ آئین رکھتا ہے جس میں اس کی آمریت کی شان نمایاں ہوتی ہے اب ایسا کوئی امکان باقی نہیں چھوڑا گیا اور آئین کو دائمی تحفظ مل گیا ہے۔

اچھے آئین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے مستقبل کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جا سکے اور بدلا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ نیا آئین نہ اتنا استوار ہے کہ اس میں ترمیم کی گنجائش ہی نہ ہے اور نہ ہی اتنا لچکدار کہ جب چاہا بدل لیا۔ اس کی ترمیم کا طریق کار آسان ہے اور حسب ضرورت ترمیم کی جا سکتی ہے۔

المختصر! موجودہ آئین عوامی خواہش پر پورا اترتا ہے۔

یہ آئین پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی بنیاد پر بنایا گیا ہے اور ہمارے معاشرے کو نظریاتی معاشرہ بننے میں مدد ملے گا۔

قادیانی مسئلہ کا آئینی حل

دستور پاکستان کی دفعہ ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں اہم اور تاریخ ساز ترامیم کی گئی ہیں ان ترامیم کی رو سے ۹۰ سالہ پرانا قادیانی مسئلہ مجوزہ اور عوامی مطالبہ کے مطابق حل کر دیا گیا ہے یہ اقدام بھٹو صاحب کی فراست و بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔

دفعہ ۱۰۶ میں کی جانے والی ترمیم کی بدولت قادیانی اور لاہوری پارٹی سے تعلق رکھنے والے اصحاب کو ہندوؤں، پارسیوں، سکھوں اور بدھ مت کی طرح ایک اقلیتی فرقہ قرار دیتے ہوئے صوبائی اسمبلیوں میں ان کے لیے خاص نشستوں کا اہتمام کیا گیا ہے ۔ جو ترمیم دفعہ ۲۶۰ میں کی گئی ہے اس کے مطابق ۔

"جو شخص حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتا اور اپنے آپ کو کسی صورت و نوع کسی رنگ و حالت یا کسی الفاظ کی کسی شرح سے اپنے آپ کو نبی کہتا ہے یا ایسے دعویدار کو مذہبی رہنما یا مصلح سمجھتا ہے وہ اس آئین کے محکمات و مضمرات کی رو سے مسلمان نہیں ہے۔"

اس ترمیم میں لفظ 'شخص'، کا استعمال کر کے مسلم و غیر مسلم کی تمیز ختم کر دی گئی ہے غرض یہ کہ جو کوئی بھی مدعی نبوت یا مصلح مذکورہ بالا ترامیم کے الفاظ و مفاہیم کے مطابق غیر مسلم شمار ہوگا ۔

مذکورہ بالا ترمیم سے نہ صرف قادیانی مسئلہ حل کر دیا گیا ہے بلکہ قوم کے مطالبہ کو بھی مان لیا گیا ہے اس ترامیم سے جو نتائج منظر عام پر آ سکتے ہیں وہ یوں ہیں ۔

۱۔ ان ترامیم کے سبب تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں ترمیم کرنا ہوگی ۔ اور ایسا قانون بنایا جائے گا جس کے مطابق ختم نبوت کے مستند و تسلیم شدہ محاکمہ و اعتقاد کے خلاف کسی قسم کی تبلیغ و اشاعت اقرار و اعلان کرنے والا مسلمان جس کی مفصل و مکمل تشریح آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ میں کر دی گئی ہے جرم و سزا کا مستوجب

ہوگا جس کی سزا دس سال یا زیادہ رکھی جائے گی۔ اس ترمیم میں مسلمان کی بجائے "شخص" کا لفظ زیادہ موزوں ہوتا۔

۲۔ غیر مسلم قرار دیے جانے کے باوجود قادیانی یا لاہوری پارٹی کے افراد آئینی دائرہ عمل میں رہ کر اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔

۳۔ آئین کی دفعہ ۱۵ کے مطابق قادیانی یا لاہوری حضرات آزادیٔ نقل و حرکت کے حقدار ہوں گے جو دفعہ ۱۵ کے مطابق ہو سکے گی۔

۴۔ آئین میں دی گئی آزادیٔ مذہب کی دفعہ کے مطابق قادیانی یا لاہوری حضرات کو اپنے مذہب کی محافظت یا تبلیغ پر خرچ کے لیے کوئی خاص ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

ان کو کسی بھی تعلیمی ادارے میں اپنے مذہب سے مختلف کسی اور مذہب کی تعلیم حاصل کرنے، کسی مذہب تقریب میں حصہ لینے اور عبادت میں شریک کرنے کے لیے پیش کیا جائے گا۔ ان کو انتخابات لڑنے کی بھی آزادی ہوگی۔ اس کے علاوہ دوسری اقلیتوں کو حاصل مراعات ان کو بھی ملیں گی۔

مذکورہ بالا مضرات کے باوجود چند باتیں قابل غور نظر آتی ہیں جن کا حل ہنوز باقی ہے

۱۔ قادیانی یا لاہوری حضرات اپنی عبادت گاہ کا نام "مسجد" رکھتے ہیں جو مسلمانوں کی عبادت گاہ کے لیے مخصوص ہے دوسری اقلیتوں کی طرح قادیانی اور لاہوری حضرات کو بھی اپنی عبادت گاہوں کا نام بدل دینا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو قرآن و حدیث اور قانون و آئین میں ایسی کوئی بات نہیں جو ان پر گرفت کر سکے۔

۲۔ قادیانی اور لاہوری فرقہ سے تعلق رکھنے والے اصحاب کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے بعد بہت سے ازدواجی مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ان کا لازمی اثر وراثت، تعلیم، باہمی زندگی اور دیگر امور پر ہوگا۔

ان مسائل کا مناسب حل تلاش کرنا ضروری ہے بصورت دیگر اندرون ملک و بیرون ملک ناخوشگوار نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

عرب جانے والے حضرات کے لیے بہترین امدادی کتاب

آؤ عربی سیکھیں

یعنی

عربی اردو بول چال

از۔ مخدوم صابری ایم۔ اے

عربی اردو بول چال کے مطالعہ سے آپ تھوڑی مدت
میں عربی صحیح بول اور سمجھ سکیں گے۔

ملنے کا پتہ
نیو بک پیلس چوک اردو بازار لاہور

وفاتِ عالمگیر سے

وفاتِ ظفر تک

ایم اے تاریخ کے طلبہ اور تاریخ سے دلچسپی
رکھنے والے عام قارئین کے لیے تحقیقی
اور تنقیدی گلدستہ۔

یہ کتاب اصل حقائق کی تہہ تک
پہنچنے میں مددگار ثابت ہو گی

نیو بک پیلس — چوک اردو بازار لاہور

انگریزی پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے بہترین تحفہ

ایک ماہ میں شرطیہ انگلش سکھانے

والی کتاب

فاروق پریکٹیکل انگلش ٹیچر

یعنی

انگریزی اردو بول چال

ملنے کا پتہ

نیو بک پیلس ۔ چوک اردو بازار لاہور

ایم اے سیاسیات کے لیے ہماری بہترین گائیڈز

پرچہ نمبر ۱	مشرق و مغرب کے سیاسی افکار	اصغر علی جعفری	۱۸/-
پرچہ نمبر ۲	ترقی یافتہ ممالک کے دساتیر	فضل کریم شیخ	۲/۵۰
پرچہ نمبر ۳	ترقی یافتہ ممالک کے دساتیر	مجاھد فاروق	۴/۷۵
پرچہ نمبر ۴	پاکستان کی نظریاتی تاریخ حکومت و سیاست	مجاھد فاروق	۹/۵۰
پرچہ نمبر ۵	گروپ سی تحریک پاکستان اور اسکا پس منظر	اصغر علی جعفری	۱۲/۵۰
پرچہ نمبر ۶	پاکستان کے ادارے	فضل کریم شیخ	۱۲/۵۰
پرچہ نمبر ۷	پاکستان کی خارجہ پالیسی سوالاً جواباً	فضل کریم شیخ	۱۲/۵۰
پرچہ نمبر ۸	عوام، جماعتیں، مؤثر گروہ	فضل کریم شیخ	۱۲/۵۰

ناشر

نیو بک پیلس چوک اردو بازار لاہور

ایم اے تاریخ کے لیے ہماری بہترین گائیڈز

پرچہ نمبر ۱	تاریخ اسلام	بشیر احمد تمنا ایم اے	۱۸/۷۵
پرچہ نمبر ۲	مطالعہ تاریخ	صفدر حیات صفدر	۱۰/۵۰
پرچہ نمبر ۳	عہد مغلیہ معہ دستاویزات	"	۱۴/۵۰
پرچہ نمبر ۴	جدید دنیائے اسلام	فضل کریم شیخ	۱۸/۰
پرچہ نمبر ۵	تحریک پاکستان کا پس منظر	اصغر علی جعفری	۱۳/۵۰
پرچہ نمبر ۶	تاریخ پنجاب	"	۱۴/۵۰
پرچہ نمبر ۷	پاکستان کی نظریاتی تاریخ معہ حکومت وسیاست	مجاہد فاروق	۱۶/۵۰
پرچہ نمبر ۸	اورنگ زیب عالمگیر	بشیر احمد تمنا	۱۲/۰
پرچہ نمبر ۸	تاریخ ہندوپاک ۱۸۵۷ء ۱۹۰۷ء معہ دستاویزات	صفدر حیات صفدر	۱۲/۰
پرچہ نمبر ۹	سلاطین دہلی معہ دستاویزات	غلام رسول	۱۲/۵۰

ناشر

نیو بک پیلس — چوک اردو بازار لاہور

ایم اے معاشیات کے لیے امتحانی سوالات پر مشتمل سوالاً جواباً مختصر مگر جامع تحریر

پہلا پرچہ	ارتقائی معاشی نظریات	۹.۷۵
دوسرا پرچہ	زری نظریہ اور مالیاتی پالیسی	۹.۰۰
تیسرا پرچہ	بین الاقوامی معاشیات	۷.۵۰
چوتھا پرچہ	معاشی ترقی	۷.۵۰
پانچواں پرچہ	مقداری معاشیات	۸.۲۵
چھٹا پرچہ	زرعی معاشیات	۷.۵۰
ساتواں پرچہ	پاکستان میں منصوبہ بندی اور معاشی ترقی	۹.۰۰

تمام پرچہ جات سوالاً جواباً ہیں

آفسٹ طباعت

مناسب قیمت

ناشر
نیو بک پیلس
اردو بازار لاہور